جميع الحقوق محفوظة بحقّ المؤلّف

اسم الکتاب: بدر سے تبوک تک اور بیعت سقیفه بنی ساعده

تألیف : .... فضيلة الشيخ رضاء الله الباجوري

الطبع .... الاول سنه 1447ه بمطابق 2025

تنضیدن: ابو منقادرضاءالله بن الحاج خان بادشاه حفظه الله عنه

النّاشر : ..... مدرسة ترتيل القرآن شریف آباد باجوڑ پاکستان

پیش لفظ

نحمد و نصلي علي رسوله الكريم اما بعد

لغت کی رُو سے جہاد کا مفہوم یہ ہے کہ قول و فعل کی جس قدر بھی قدرت حاصل ہو وہ استعمال کی جائے۔

کتاب البحر میں "اگر مشرق میں ایک خاتون قید کر لی جائے تو اسے چھڑانا اہل مغرب پر واجب ہو گا۔ تا آنکہ وہ اپنے قلعے میں لوٹ آئے یا ان کی حفاظت میں آجائے۔"

بلغۃ السالک کے مصنف فرماتے ہیں: "غلبہ اسلام کے لئے ہر سال جہاد کرنا فرض کفایہ ہے۔ اگر کچھ لوگ یہ کام کرتے رہیں تو باقی لوگ اس فریضے سے بری تصور ہوں گے۔" شریعت کی زبان میں جہاد کا مقصد یہ ہے کہ دشمنان دین کا زور توڑ دیا جائے۔ ان کی مرکزیت ختم کر دی جائے اور دین کی جڑیں مضبوط کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ مسلمانوں کے امیر کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ سال میں ایک دو بار اپنے دستے دارالحرب کی طرف بھیجے اور رعایا کا یہ فرض ہے کہ وہ اِس کے ساتھ پورا پورا تعاون کرے، اگر کچھ لوگ یہ فریضہ کماحقہ سرانجام دیتے رہیں تو باقی لوگوں کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر عام لوگوں کا شریک ہونا ناگزیر ہو جائے تو اس وقت یہ کام نماز کی طرح فرض عین بن جاتا ہے۔

یعنی ہر شخص پر جہاد واجب ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: " فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ " پس مشرکین کو قتل کرو۔ جہاد اسلام کا ایک اجتماعی فریضہ ہے۔ اس کو سرانجام دینے میں بطور عبادت ہر وہ کوشش اور محنت شامل ہے جو ملت کے استحکام میں جملہ اجتماعی امور میں اور مجاہدے سے لے کر ملت کے معین مصالح مثلاً حق کی سربلندی اور اعلائے کلمۃ اللہ، مظلوموں کی حمایت، جملہ حملہ آوروں کا مقابلہ اور اِس میں آگے بڑھ کر اِن کی کمین گاہوں، درسگاہوں، چھاؤنیوں، سلسلہ رسل و رسائل اور ان کی مرکزی قوت کو ختم کرنے تک سب امور شامل ہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ جہاد صرف قتال کا نام نہیں بلکہ استحکام ملت کی ہر کوشش کو جہاد کہا گیا ہے۔ اسلام چونکہ رہبانیت پر اعتقاد نہیں رکھتا۔ اس لئے قتال کی مجبوری سے اجتناب نہیں برتتا۔ لہٰذا مسلمانوں کو اِس کے لئے بھی ہمہ وقت تیار رکھتا ہے۔ یہ ایک ایسا نظریہ ہے جو عالمگیر ہونے کا تقاضا کرتا ہے اور دنیا کے موجودہ نظاموں سے برتر ہونے کا مستحق ہے۔ یہ باطل کی ساری قوتوں کے لئے چیلنج ہے، اِس لئے باطل قوتوں سے برسرپیکار رہنا اس کے فرائض میں شامل ہے اور جہاد کی تمام صورتوں (بشمول قتال) کے لئے تیار رہنا ضروری ہے۔ مستشرقین یہ غلط فہمی عام کر رہے ہیں کہ جہاد محض تبلیغ کے لئے لڑائی کا نام ہے جو کسی طرح صحیح نہیں۔ یہ بات حقائق قتال قرآنی اور واقعاتِ تاریخ کے سراسر خلاف ہے۔ جہاد اندھا دھند جنگ و جدال کا نام نہیں۔ بلکہ مقاصد ملت کی خاطر ایک بااصول جنگ ہے، جو معین اصولوں، پابندیوں اور احتیاطوں کے ساتھ لڑی جاتی ہے اور ان احتیاطوں کا قرآن و حدیث میں صراحت کے ساتھ ذکر آیا ہے۔

جنگ کے باوجود صلح و آشتی کی اہمیت جنگ میں زیادتی سے بچنے کی تلقین معاہدات کی سختی سے پابندی، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں سے نیک سلوک، عبادت گاہوں کا احترام، درختوں، فصلوں اور پانی کے چشموں کی حفاظت، گرے ہوئے دشمنوں سے نرمی، قیدیوں سے حسن سلوک اور اسی طرح کے

دیگر کئی امور اس امر کی توثیق کرتے ہیں کہ جہاد ایک تعمیری اور حد درجہ اصولی قسم کی جنگ ہے۔ اس کی اخلاقی حدود متعین ہیں اور ان میں اشتعال اور تجاوز سے ہر صورت میں منع کیا گیا ہے۔

کوئی شریف النفس، سلیم الطبع ایک لمحے کے لئے بھی جنگ کا حامی نہیں بن سکتا۔ کون پسند کرتا ہے کہ اس کا باپ اس کے لئے زندگی بھر روتا رہے، کون سی خاتون پسند کرتی ہے کہ اس کا سہاگ لٹ جائے اور نہ کوئی خواہش کر سکتا ہے کہ اس کے ملک کے میدان خون سے لالہ زار ہوں، نہروں اور دریاؤں میں خون بہنے لگے، سروں کی فصل کٹنے لگے۔ سنگدل لوگ ہی اپنے جیسے انسانوں کو آلام و مصائب کا تختہ مشق بنتا دیکھ کر خوش ہو سکتے ہیں۔ لیکن ٹھہریئے کبھی یہ جنگ ایک مقدس فرض کا روپ دھار لیتی ہے۔ جب خدا کو معبود ماننا چھوڑ دیا جائے اور سینکڑوں طاغوتوں کو مسجود تسلیم کیا جانے لگے۔ جب شرک و بدعت کا بازار گرم ہو، جب لوگ رحمٰن سے سرکشی کر کے شیطان کے پیرو بن جائیں، جب حدود اللہ معطل ہو جائیں، حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرالیا جائے اور عورتوں پر ظلم و استبداد کر کے پہاڑ توڑے جائیں تو پھر جہاد فرض ہو جاتا ہے۔

ایک مقدس فرض اور اس مقدس فرض کی ادائیگی کو اصطلاح شریعت میں جہاد کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جہاد کو شرعی اصطلاح میں ایک مقدس فریضہ یا اس فریضے کی بجا آوری کہتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حرم مکہ میں کئی طرح کی اذیتیں دی گئیں لیکن آپ نے اللہ کے دین کی ہمیشہ دعوت دی۔ مکہ میں ظلم و تعدی کا بازار ایسا گرم تھا کہ وہاں شاید ہی کوئی گلی یا کوچہ ایسا بچا ہو جس میں کسی نہ کسی مسلمان کو مشرکوں نے خون سے نہ نہلا دیا ہو۔ مکہ کے در و دیوار یہ داستان ظلم دیکھ دیکھ کر اور سن سن کر لرز اٹھتے تھے۔ ان مظالم کے باوجود اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو صبر کی تلقین فرمائی۔

(فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِل لَّهُمْ ۚ)(سورۃ الاحقاف: آیت 35)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے سامنے گزشتہ انبیاء اور اِن کے مصاحبوں پر ڈھائے جانے والے مظالم بیان فرمایا کرتے۔ جب اہل مکہ کی زیادتیاں برداشت سے بڑھ گئیں اور حد سے تجاوز کر گئیں تو مسلمانوں نے اللہ کے حکم سے اپنے اپنے گھروں کو خیرباد کہا۔ مسلمان ایک ایک کر کے اپنے گھروں سے نکلنے لگے۔ حتیٰ کہ اگر کسی صحابیہ کو تن تنہا ہی فرار ہونے کا موقع مل جاتا وہ بھی اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر محفوظ منزل کی طرف چل دیتی۔ اس سے اس کے بال بچے چھین لئے جاتے تو بھی وہ اپنی منزل کھوٹی نہ کرتی۔ ان حالات میں مسلمانوں نے اپنے لئے حبشہ اور یثرب ہی محفوظ جگہ سمجھا مگر کفار مکہ نے مسلمانوں کو وہاں بھی آرام و سکون سے نہ رہنے دیا۔ تب اللہ نے مہاجرین کو مشرکوں کے خلاف جہاد کی اجازت دی۔

(أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۞ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللهُ)(سورۃ الحج: آیت 39، 40)

"اب جن (مسلمانوں سے کافر) لڑتے ہیں ان کو بھی (لڑنے کی) اجازت ہے کیونکہ ان پر ظلم ہوا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے جو اپنے ملک (مکہ سے) یہ کہنے پر کہ ہمارا مالک اللہ ہے تو ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں حکم فرمایا:

(وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿١٩٠﴾ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ ۖ فَإِن قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ ۗ كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ﴿﴾ فَإِنِ انتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿﴾ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ ۖ فَإِنِ انتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ ﴿﴾)(سورۃ البقرہ: آیت 190 تا 193)

ترجمہ: "اور جو لوگ تم سے لڑیں تم بھی اللہ کی راہ میں (یعنی دین کی حمایت میں نہ کہ دنیا کی غرض سے) ان سے لڑو اور زیادتی مت کرو۔ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور ان کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انہوں نے تم کو جہاں سے نکالا (یعنی مکہ سے) تم بھی ان کو وہاں سے نکال باہر کرو اور دین کی خرابی قتل سے بدتر ہے اور مسجد حرام کے پاس ان سے مت لڑو جب تک وہ تم سے اس جگہ نہ لڑیں۔ پھر اگر وہ (مسجد حرام میں) تم سے لڑیں تو تم بھی ان کو قتل کرو کافروں کی یہی (قتل واخراج) سزا ہے پھر اگر وہ (لڑنے) سے باز آجائیں (اور اسلام قبول کر لیں) تو اللہ (اگلے قصوروں کو) بخشنے والا (اپنے بندوں پر) مہربان ہے۔ ان سے یہاں تک لڑو کہ دین کی خرابی نہ رہے اور اللہ کا ایک دین ہو جائے (خدا کے سوا دوسرا کوئی نہ پوجا جائے) پھر اگر وہ (کفر یا مخالفت سے) باز آجائیں (اور اسلام قبول کر لیں) تو اللہ (اگلے قصوروں کو) بخشنے والا (اپنے بندوں پر) مہربان ہے۔ ان سے یہاں تک لڑو کہ دین کی خرابی نہ رہے اور اللہ کا ایک دین ہو جائے (خدا کے سوا دوسرا کوئی نہ پوجا جائے) پھر اگر وہ (کفر یا مخالفت سے) باز آجائیں تو اب ان پر کوئی زیادتی نہ ہو گی مگر جو ظلم کریں۔" ابھی سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے خلاف ایک ہی محاذ کھولا تھا کہ عرب کے دیگر مشرکین اور اسلام کے دشمن اکٹھے ہو گئے۔ اب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مسلمانو! تم ان کے خلاف بھی لڑنے مرنے کے لئے تیار رہو کیونکہ یہ لوگ اسلام کے بدترین دشمن ہیں۔ سورۃ التوبہ میں ہے:

(وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۚ)(سورۃ التوبہ: آیت 36)

ترجمہ: "اور باہم تمام مشرکوں سے لڑو جیسے وہ سب مل کر (تم سے) لڑتے ہیں"۔ جہاد کا حکم نافذ ہو گیا جس کا اطلاق تمام بت پرست قوموں پر ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے: "مجھے حکم دیا گیا کہ لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں"۔

جب یہودیوں نے مسلمانوں سے عہد شکنی کی اور انہوں نے مشرکین مکہ کا مختلف جنگوں میں ساتھ دیا تو اللہ نے ان کے خلاف بھی صف آرائی کا حکم فرما دیا۔ سورۃ الانفال میں ہے:

(وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ﴿﴾) (سورۃ الانفال: آیت 58)

"اور اگر اے پیغمبر! تجھ کو کسی قوم کی طرف سے دغا کا اندیشہ ہو (جس سے تو نے عہد کیا ہے) تو سیدھے طور سے اس قوم کو (ان کا عہد واپس کرو) کیونکہ اللہ تعالیٰ دغابازوں کو پسند نہیں کرتا۔"

گویا یہودیوں سے جہاد کرنا فرض ہو گیا حتیٰ کہ وہ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کریں یا اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں اور کمتر زندگی گزاریں۔ ان قوموں کے خلاف آپ نے جہاد کیا اس کی کئی وجوہات تھیں مثلاً: مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو اپنے ہاں نہ رہنے دیا حتیٰ کہ جب اسلام کے نام لیوا اپنا سب کچھ چھوڑ کر یثرب (مدینہ) چلے گئے تو بھی انہوں نے سکھ اور چین سے انہیں نہ رہنے دیا۔ جہاد سے اعراض کرنا قرآن حکیم کی محکم بات کا انکار ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ عالم کفر کے خلاف جہاد کے لئے نکلے حتیٰ کہ اللہ کا دین دنیا میں غالب آ جائے۔ آج کا نام نہاد متمدن اور اسلام کی روح اور مزاج سے نابلد دانشور فضول بحثوں میں اُلجھا ہوا ہے کہ کیا اسلام اخلاق سے پھیلا یا تلوار سے؟ ارے عقل کے کورے جہاں تلوار کی ضرورت پڑی وہاں مسلمانوں کی تلوار چلی اور جہاں اخلاق کی ضرورت پیش آئی وہاں مسلمان کے اخلاق نے اپنا کام دکھایا۔ برے لوگوں کی برائیوں کا خاتمہ ہمیشہ طاقتور اور مضبوط ڈنڈے سے ہی کیا جا سکتا ہے، خاص طور پر وہ باغی اور متمرد شخص جو بندگان خدا پر اپنی من مانی مسلط کرتا ہے۔ اس کی کوئی بھی صورت ہو سکتی ہے۔

یہ دنیا ''ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ'' کی مصداق بن چکی ہے۔ ہر تیسرے گھر سے ''اغشا یا حجاج'' کی صدائیں سنائی دے رہی ہیں۔ انسانوں کی آبادی میں ظلم بھی بکتا ہے اور عدل بھی، ان میں سے ہر ایک کے خریدار اس وامعتصماء کی پکار سے ہمارے سینے چھلنی کیوں نہیں ہوتے۔ یہ دنیا ظلم کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے۔ مسلمانو! اُٹھیے ان تمام سماجی، معاشرتی اور معاشی ناانصافیوں کو جہاد کے بل بوتے پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مٹا دو ورنہ تاریخ تمہیں معاف نہیں کرے گی اور نہ ہی کل قہار و جبار تم سے درگزر کرے گا۔

وہ دیکھو تمہارے سامنے کتنی بے گناہ خلقِ خدا ہاتھ جوڑے کھڑی ہے وہ کتنے ستم رسیدہ والدین ہیں جن کے سامنے دستر خوان پر اِن ہی کے گوشہ جگر کا گوشت کھانے کے لئے پیش کر دیا گیا ہے اور کتنے لوگوں کو نذر آتش کیا جا رہا ہے۔ اس نیلے آسمان کے نیچے اور خدا کی سرزمین پر ان کا کوئی بھی پرسان حال نہیں ہے۔ اے عصر حاضر کے مفکر! تو مظلوموں اور ظالموں کی بستیوں کا رخ کر۔ مظلوموں کو ظالموں کے پنجے سے نجات دلا اور ظلم کی تلوار کو اپنے اخلاق کریمہ سے کند کر کے دِکھا۔ اگر یوں نہیں کر سکتا تو پھر خلقِ خدا کو جہاد کے راستے سے مت روک۔

مسلمان کے لئے ازبس ضروری ہے کہ وہ خود کو آسمانی میزان عدل کے مطابق ڈھال لیں نہ یہ کہ وہ جسے انسانی ہاتھوں نے بنایا ہے۔

کتاب کے بارے میں انہی حقائق کو مزید اُجاگر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں نے دلائل وبراہین کے ساتھ اسی موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ قرآن حکیم اور کتب ستہ کی روشنی میں تالیف کردہ اس تحقیقی مواد کو ''بدر سے تبوک تک اور بیعت سقیفہ بنی ساعدہ نئے مؤرخین کی تحریروں میں کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

کتاب میں اُمت مسلمہ کو اِس کے اِس عظیم فرض کی توجہ دلائی ہے جسے وہ نسیاً نسیاً کر چکی ہے۔ یہ امت کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کی ادنیٰ سی کوشش کی گئی ہے اس اُمید پر شاید کہ وہ اِس جہاد کی طرف توجہ کر آئے۔ اسے باور کرایا گیا ہے کہ جہاد ہی عظمت رفتہ کی بحالی کا واحد ذریعہ ہے۔ جہاد کے مقدس فریضے کو ادا کر کے ہی امت مسلمہ اپنا کھویا ہوا وقار واپس لا سکتی ہے۔ جہاد ہی سے امت مسلمہ اپنا وجود برقرار رکھ سکتی ہے۔

کتاب میں پیش کردہ مواد میں اگر کوئی کوتاہی رہ گئی ہو تو میں اِس کا ذمہ دار ہوں۔ اگر کوئی صاحب میری غلطی کی طرف نشاندہی کرے تو میں کھلے دل سے اس غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی اصلاح کروں گا۔ ان شاءاللہ العزیز البتہ کتاب میں موجود علمی محاسن پر اگر کسی کی نظر پڑے تو وہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کی عنایت اور کرم نوازی ہوگی۔ قارئین اگر استفادہ کریں تو بندہ عاجز کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ اس کار خیر کو مقبول و منظور فرمائے آمین ثم آمین۔

ابو عطاء المنعم بن الحاج خان بادشاہ حفظہ اللہ ورعاہ وجعل الجنۃ مثواہ

4جمادی الثانی۔1447ھ۔۔25نومبر2025۔۔یوم الثلثاء

جاہلی حسد

بعض مستشرقین کا دعویٰ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مابین عہد جاہلیت کا حسد و بغض پایا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ختم کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ساتھ ہی یہ نفرتیں دوبارہ انگڑائیاں لینے لگیں۔ بروکلمان [1]

کاخیال ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر اسلام کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ:

"جاہلیت کا تعصب وہیں کا وہیں موجود تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقتی طور پر اپنی موجودگی کے دوران اس کو دبانے میں کامیاب ہوگئے تھے۔ مگر جیسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے چلے گئے تو یہی پرانی نفرتیں اور حسد دوبارہ زندہ ہوگیا۔"[2]

یہی چیز عبد الماجد منعم نے بھی اسی سے اخذ کی ہے۔ وہ کہتا ہے: جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ تھے؛ امت اسلامیہ کی قیادت کے متعلق اختلافات سوئے ہوئے تھے۔ اگرچہ اس میں رغبت رکھنے والے بہت زیادہ تھے۔"[1] عبد الحمید بخیت کا خیال ہے کہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین یہود اور منافقین کے ہاتھوں میں ایک کھلونا تھے۔ اور یہود و منافقین اس بات پر قادر ہوگئے تھے کہ ان کے مابین موجود سابقہ اختلافات کو پھر سے ہوا دیں۔ وہ مزید کہتا ہے: "جب انصار سے کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے ہیں؛ تو وہ بڑے غمگین اور پریشان ہوئے۔ اور ان کے نفوس میں بے چینی پائی گئی۔ اس بے چینی و اضطراب کو یہود و نصاری نے ان کے مابین عہد جاہلیت کے قبائلی اختلافات کو بیدار کرنے سے بطور غذا کے استعمال کیا اور اہل عرب کے مابین قدیم قبائلی چپقلش کو پھر سے زندہ کیا۔"[2]

نبیہ عاقل سقیفہ بنی ساعدہ میں ظاہر ہونے والی آراء کا تجزیہ ان الفاظ میں کرتا ہے: "وہ اطراف اور آراء جو سقیفہ بنی ساعدہ کے موقعہ پر ظاہر ہوئے؛ یہ اسی گھڑی کی پیداوار نہیں تھے۔ بلکہ یہ ان مختلف گروہوں کی آراء و جذبات تھے جو ان نفوس میں بنیادی عامل تھے جن سے مدنی معاشرہ تشکیل پایا تھا اور ان شکووں کو دوبارہ زندگی ملی تھی جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بیان کرنے کی کوئی مجال باقی نہیں تھی۔"[3]

سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے متعلق قرآن میں اضافہ کرنے کا دعویٰ

مستشرقین میں سے ایک نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اچانک ہو گئی تھی۔ کازنوفا[1]

کہتا ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اچانک وفات سے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو موقع مل گیا کہ وہ دو نئی آیات گھڑ کر قرآن میں ان کا اضافہ کر دے تاکہ وہ نئی سیاسی صورت حال سے فائدہ اٹھا سکے۔''[1] حالانکہ یہ بات کوئی بھی ایسا انسان نہیں کہہ سکتا جسے کچھ بھی اپنے نفس کا احترام ہو' اور جسے علم سے ادنیٰ سا واسطہ بھی ہو۔ اور نہ ہی یہ رائے کسی رد کی محتاج ہے۔ لیکن اس کو یہاں پر بیان کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ میں مستشرقین کی اس آفت کو بیان کروں؛ جس میں وہ کسی عقلی چیز سے بھی سند نہیں لیتے علم تو بہت دور کی بات ہے۔ حالانکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یہ عالم تھا کہ آپ اپنی رائے سے بغیر علم کے تفسیر بیان کرنے سے بھی ڈرتے تھے؛ تو پھر یہ دعویٰ کیسے کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے قرآن میں اضافہ کر دیا۔ حالانکہ آپ فرمایا کرتے تھے: '' کون سا آسمان مجھ پر سایہ کرے گا یا کون سی زمین مجھے اٹھائے گی جب میں قرآن کی تفسیر میں اپنی رائے سے کوئی بات کہوں گا۔''[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات بھی اچانک نہ تھی۔

بلکہ آپ صفر کے آخر یا ربیع الاول کے شروع سے لیکر بارہ ربیع الاول تک بیمار رہے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال اچانک نہیں ہوا؛ بلکہ کئی راتیں آپ بیمار رہے۔ بلال رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کو نماز کی اطلاع دیتے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے:''ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔''

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو ہم نے آپ کو چن لیا اور مہاجرین اور مسلمانوں نے بھی اپنی دنیا کے لیے اسی کو چن لیا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دین کے لیے چنا تھا۔ نماز سب سے عظیم الشان حکم اور دین کی بنیاد تھی۔''[1]

دیتے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے:''ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔''

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو ہم نے آپ کو چن لیا اور مہاجرین اور مسلمانوں نے بھی اپنی دنیا کے لیے اسی کو چن لیا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دین کے لیے چنا تھا۔ نماز سب سے عظیم الشان حکم اور دین کی بنیاد تھی۔''[1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے آثار ایک

[خود ساختہ] محقق ریاض عیسی کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سب سے پہلا اور فوری اثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اذہان پر یہ ہوا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی مقام پر دفن کر دیا جہاں پر آپ کا انتقال ہوا تھا' اور اس کے لیے اس واقعہ کی مناسبت سے نہ ہی کوئی بڑا پروگرام کیا گیا اور نہ ہی کوئی سرکاری راہ و رسم بجالائے۔ حالانکہ اس سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں دفن کرنے سے منع کر دیا تھا۔ ظاہر یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ اس وقت کی فضاء کی مناسبت سے اور حالات میں مسلسل اضطراب و بے چینی کی وجہ سے ایسا کرنے کے

لیے مجبور ہو گئے تھے۔[1] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ کے احوال بیان کرتے ہوئے پروفیسر سہیل زکارہ کہتی ہے: " ظاہر ہوتا ہے کہ مدینہ اس دور میں بد امنی اور بد انتظامی کا شکار تھا۔ اور ان اضطرابات نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تدفین سے لوگوں کو غافل کر دیا۔[1] ہمارے مصادر یہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین وفات کی دوسری رات ہوئی۔ اور یہ تدفین اس وقت عمل میں آئی جب آپ کے اقرباء اور آل نے تیاری مکمل کرلی۔ اور یہ تیاری اسی جگہ کی گئی جہاں پر آپ کی وفات کی گئی تھی۔ اور ہمارے مصادر یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ تدفین اس عادت کے مطابق ہوئی جو انبیاء کرام علیہم السلام کی تدفین سے متعلق ہوتی ہے۔ انہیں وہیں پر دفن کیا جاتا ہے جہاں پر ان کی ارواح قبض ہوتی ہیں۔ لیکن صرف یہ وجہ اتنی زیادہ تاخیر کا سبب نہیں ہو سکتی۔ لیکن شاید اس کا حقیقی سبب یہ ہے کہ مدینہ بد انتظامی کا شکار تھا' اور لوگ مشغول ہو گئے تھے۔ پھر اس وقت کی فضاء نے لوگوں کو اس بات پر مجبور کر دیا کہ وہیں پر تدفین کی جائے جہاں پر آپ کی وفات ہوئی تھی۔[2]

رہ گئی یہ بات جو کہا گیا ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین آپ کی مسجد میں ہوئی۔ یہ حقیقت سے بہت دور کی بات ہے۔ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہوئی تھی؛ جو کہ ایک نص شرعی کی بنیاد پر تھی۔[1] اس کا وقت کی فضاء سے کوئی تعلق نہیں۔ جس فضاء کا ذکر کیا جا رہا ہے' اس کی وجہ سے صحابہ کرام مردوں کو بقیع میں دفن کرنے سے باز نہیں آئے۔ جہاں تک محفلیں اور سرکاری راہ و رسم کا تعلق ہے تو یہ اہل بدعت کی عادات ہیں؛ سنت سے ان چیزوں کا کوئی تعلق نہیں۔ اور جہاں تک احوال اور اضطراب کی بات ہے' تو مدینہ میں ایسی کوئی بے چینی یا اضطراب نہیں تھا۔ اس مسئلہ میں ڈاکٹر سہیل نے اپنے نظریہ کی ترجمانی محض اٹکل اور بے بنیاد باتوں پر کی ہے۔ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس قسم کے اختلاف کی کوئی خبر یا دلیل ہے۔ بلکہ دلائل اس کے برعکس ہیں۔

اسلام میں نظام کے عدم وجود کی بدگمانی

بعض مستشرقین گمان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ مقرر کئے جانے کی مشکل اس لیے پیش آئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ہاں کتاب و سنت سے کوئی ایسی دلیل موجود نہیں تھی جس کی روشنی میں نظام حکومت کی تطبیق اور نفاذ ممکن ہوتا۔ اسی وجہ سے انہیں اہل جاہلیت کے طریقہ کی طرف رجوع کرنا پڑا تاکہ اپنے میں سے سب سے بڑا قبیلہ سے اپنے رہنما و حاکم کا انتخاب کریں۔ یہ قائد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ تھامس ارنالڈ کی رائے ہے۔[1]

اس مستشرق کی رائے کو قبول کرنے والوں میں سے ایک عبد المنعم ماجد ہے' جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے طریقہ انتخاب کے متعلق کہتا ہے: "اپنے قائد اور رہنما کے انتخاب کے لیے یہ عہد جاہلیت کے طریقہ کار کی طرف رجوع تھا۔"[التاریخ السیاسي للدولۃ العربیۃ ۱/۱۴۱]

اور عبد العزیز سالم بھی ہے؛ جو کہتا ہے: "گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسا کرنے سے مراد یہ تھی کہ اس معاملہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مشورہ پر چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ اپنے لیے ایسی شخصیت کا انتخاب کریں جو ان کے لیے مناسب ہو' اور وہ ان کے مابین اس قبائلی نظام کو جاری کر سکے جس سے عرب لوگ مانوس ہیں۔"[1] اور عبد الحمید بخیب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے لمحات کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے' کہتا

ہے: "اس خوفناک گھڑی میں انصار اسی پرانی عرب [قبائلی] عادت کی طرف لوٹ گئے۔ یہ عربوں کے نفوس میں اصلی طور پر قبائلی روح موجود ہونے کی دلیل ہے۔"[2]

ایساہی استدلال محمد عبد الحئ شعبان نے بھی کیاہے جس میں اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس نظریہ کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین عہد جاہلیت کی طرف لوٹ گئے تھے۔ چنانچہ وہ کہتاہے: " نئے قائد کے لیے دروازہ کھلا چھوڑ دیا۔ یہ سب کچھ ان قدیم وسلیم عربی عادات کی تقلید میں تھا۔اس کا تقاضا یہ تھا کہ آپ کے بعد نظر کو ثابت قدم رکھا جائے۔ اور یہ طریقہ ان نئے حالات کی روشنی میں عربی تقلید کے فہم کو آپ کے ماننے والوں کے اذہان میں راسخ کرنے کے لیے مددگار ثابت ہو۔"[1]

عبدالعزیز الدوری نے کوشش کی ہے کہ وہ اسلام کے بارے میں زیادہ باریک بینی سے بیان کرے۔ چنانچہ وہ کہتاہے: " لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کے لیے سیاسی نظام کا کوئی ڈھانچہ تشکیل نہیں دیا تھا۔ اس وجہ سے بات فطری تھی کہ مسلمان اس سیاسی نظام کی تشکیل کے لیے اسلامی مبادیات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے پرانے آباءواجداد کی تقلید کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ پہلے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتخاب میں جہاں جدید اسلامی رنگ پایا جاتا تھا وہیں پر اس میں پرانی قبائلی تقلید بھی تھی؛ اور یہ دونوں عنصر بڑے واضح تھے۔"[2] اور بعض لوگوں نے یہ سوال اٹھایاہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حکومت کون کرے گا؟اور پھر خود ہی اس کا جواب بھی دیاہے: " یہ انتہائی گہرا اور سنجیدہ سوال تھاجو کہ مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی اس بزرگ اور نیک دل نسل کے دلوں میں پیدا ہوا تھا۔"[3]

ایک مؤرخ نے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ اے کاش! شریعت میں حکومت کے لیے بھی کوئی خاص نظام ہوتا۔اور کاش کہ کتاب وسنت میں مملکت کو چلانے کے لیے کوئی خاص نظام حکومت بھی ہوتا جسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نافذ کرتے 'اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اس کی نظام کی اتباع کرتے۔"[1]

تھامس ارنالڈ نے عجیب خباثت کے ساتھ ایک دوسرا یہ سوال اٹھایاہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد خلفاء کو متعین کیوں نہیں کیا؟" یہ ایک بے فائدہ سی بات ہے کہ اس سبب کی تلاش میں رہیں کہ آپ نے یہ معاملہ ایسے ہی کیوں چھوڑ دیا تھا؟حالانکہ تنظیمی امور میں آپ ایک عبقری شخصیت کے حامل تھے۔ آپ کو چاہیے تھا کہ اپنی تاسیس کردہ اس نئی دینی جماعت کے مستقبل کے حوالے سے بھرپور احتیاط سے کام لیتے۔ ممکن ہے کہ آپ زندگی کے آخری ایام میں جسمانی اور عقلی اعتبار سے تشویش اور اضطراب کا شکار تھے [اس وجہ سے ایسانہ کرسکے]۔" اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد خلیفہ متعین نہ کرنے کا سبب یہ ہے کہ آپ زمانہ وقت میں رائج عرب تقالید کی مخالفت نہیں کرنا چاہتے تھے۔" [2]

محمد جمال الدین سرور کا خیال یہ ہے کہ شاید وہ اسلام میں پائی جانے والی نظام حکومت کے متعلق مشکلات کا حل تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیاہے ' وہ کہتاہے: " آپ نے یہ معاملہ ایسے ہی چھوڑ دیا تھا تاکہ لوگ اپنے لیے ایسانظام حکومت اختیار کرلیں جو ان کی طبیعتوں کے ساتھ مناسبت رکھتاہو ' اور زندگی کے تطور کے ساتھ ان کے ساتھ نبھاسکے۔" [1]

اور اگر آپ اس کے بعد اس سے بھی بڑا تعجب انگیز مقولہ دیکھنا چاہتے ہوں تو پھر عبد المنعم ماجد کے قول کو دیکھ لیجیے۔ وہ کہتا ہے:

" حق بات تو یہ ہے کہ کہیں سے بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد اس امت مسلمہ کے لیے کوئی نظام حکومت چھوڑا تھا۔[2] شریعت اسلامیہ سے جہالت اور لاعلمی کا پیکر ایک اور تجزیہ بھی ملاحظہ فرمائیں؛ سہیل زکار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا ہے: " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکومت کے متعلق کوئی پائیدار اور واضح اور مستقل نظام نہیں لے کر آئے تھے۔"[3]

ان تمام اقوال پر رد کرنے کے لیے 'جو یہ گمان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت میں اپنے قائد کے انتخاب کے لیے اہل جاہلیت کا طریقہ کار اپنایا گیا تھا؛ ہم کہتے ہیں کہ یہ اقوال دو اسباب سے خالی نہیں۔ ☆ پہلا سبب: مکر:... اس کا مقصد اسلام کے چہرہ کو مسخ کرنا ہے' اور یہ باور کرانا ہے کہ اسلام بھی تحریف شدہ نصرانیت کی طرح محض ایک دینی نظام ہے جس کا حکومت یا لوگوں کے نظام زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔ تاکہ اس طرح سے ان کے لیے اگلا ہدف حاصل کرنا آسان ہو جائے اور لوگوں کو لادینیت کی طرف دھکیل دیں اور دین کو زندگی سے علیحدہ کر دیں۔ اور دین اور سیاست کو مکمل طور پر متفرق کر دیں۔

☆ دوسرا سبب: شریعت اسلامیہ سے جہالت:... اور اس کے اصلی مصادر کی طرف رجوع نہ کرنا۔ اگر وہ اصلی مصادر کتاب و سنت کی طرف رجوع کرتے اور مسلمان فقہاء کی میراث سے اس کا حل تلاش کرتے؛ تو ضرور دیکھ لیتے کہ یہ مسئلہ بھی دوسرے مسائل کی طرح ہے جس میں شریعت اسلامیہ کے واضح احکام اور تعلیمات موجود ہیں جو کہ ایک کامل نظام ہے اور مسلمانوں کی ساری زندگی کے مختلف پہلوؤں کو شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ﴾ [النحل:۸۹]

" اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے جس میں ہر چیز کا شافی بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے مسلمانوں کے لئے۔"

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ﴾ [الانعام: ۳۸]

"اور نہیں ہے کوئی چلنے والا زمین میں اور نہ کوئی پرندہ کہ اڑتا ہے اپنے بازوؤں سے؛ مگر ہر ایک امت ہے تمہاری طرح؛ ہم نے لکھنے میں کوئی چیز نہیں چھوڑی؛ پھر سب اپنے رب کے سامنے جمع ہوں گے۔"

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ [المائدۃ:۳]

"آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، اپنی نعمت پوری کر دی اور اسلام کو ایک دین کی حیثیت سے تمہارے لیے پسند کر لیا۔" یہ ایسا اتمام دین [دین کا مکمل ہونا] ہے جس میں کسی بھی جانب سے اور کسی بھی کیفیت سے کوئی کمی نہیں۔ نہ ہی حاکم کے تعین کے حوالے سے اور نہ ہی اس کے لیے مختص احکام کے حوالے سے۔ یہ دین زندگی کے تمام امور میں کامل کیونکر نہ ہوتا؛ جب کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو آسمان میں کوئی پرندہ بھی پلٹتا نہیں تھا مگر آپ نے اس کے علم کے متعلق بھی ہمیں آگاہ کیا۔" [مسند أحمد]

وہ دین جس نے اپنے ماننے والوں کو قضائے حاجت کا طریقہ بھی سکھایا ہے[1] تو پھر ان کے ہاں ایک اہم ترین جانب یعنی حاکم کے تعین کے متعلق احکام؛ اور وہ کیسے حکم چلائے گا؟ اتنے اہم بیان کا نہ ہونا کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟۔ جب ہم علماء اسلام کی فقہی میراث کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ احکام سلطانیہ اور شرعی سیاست[2] سے متعلق کئی کتابیں ہیں جنہوں نے اس پہلو کے ایک بہت بڑے حصہ کو بیان کیا ہے' اور یہ کتابیں خصوصاً اسی جانب [مسئلہ] پر لکھی گئی ہیں۔ ان میں خلیفہ کے انتخاب کی شرائط ذکر کی گئی ہیں۔ اور پھر یہ کہ خلیفہ کیسے بنایا جائے گا؟ اس کی ذمہ داریاں کیا ہوں گی؟۔ اس کے حقوق کیا ہوں گے؟

رعایا کے حقوق کیا ہوں گے؟ خلیفہ کو کب معزول کیا جائے گا؟ اور اگر کوئی باغی اس کے خلاف بغاوت کرے تو اس کا کیا حکم ہو گا؟ مزید برآں ان اقوال اور بدگمانیوں پر اہل مغرب کے اقوال سے بھی رد کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگوں کے دلوں میں اہل مغرب کے کلام کے لیے بہت بڑی منزلت پائی جاتی ہے۔ وہ اس کلام پر فخر کرتے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں۔ تھامس ارنالڈ مدینہ طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پرجوش اور پر اثر استقبال کے متعلق کہتا ہے: "مدینہ طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پرجوش استقبال اور ان لوگوں کے اسلام میں داخل ہونے کا سبب یہ ہے کہ یہ عمل اہل مدینہ اس روشن خیال طبقہ سے شروع ہوا تھا جنہوں نے اپنے معاشرہ میں درپیش مشکلات کا حل اور علاج اسلام میں پایا تھا۔ اس لیے کہ اسلام میں زندگی گزارنے کے لیے ایک محکم نظام تھا؛ اور لوگوں کی پراگندہ اور بکھری خواہشات اس نظام اور قوانین کے سامنے سر تسلیم خم کر چکی تھیں جو کہ حاکمیت اعلیٰ نے مشروع ٹھہرائے تھے۔ اور یہ قوانین انفرادی خواہشات سے بہت بلند و بالا اور برتر تھے۔"[1] جب کہ فیلیب حتی[2] دین اسلام کے ایک وسیع اور شامل نظام و دین ہونے کی تاکید کرتے ہوئے کہتا ہے:

"اسلام پوری زندگی کا ایک منہج ہے۔ اس نظریہ کے مطابق دین اسلام میں بنیادی طور پر تین پہلو پائے جاتے ہیں:

۱۔ دینی پہلو

۲۔ سیاسی پہلو

۳۔ ثقافتی پہلو

یہ تینوں پہلو آپس میں ایک دوسرے سے جڑے اور متحرک و متفاعل ہیں۔ بسا اوقات اس میں سے کوئی ایک پہلو جزوی طور پر کسی دوسرے پہلو پر غالب آجاتا ہے؛ مگر اس کا ملاحظہ نہیں کیا جاسکتا۔"[1]

جب کہ مارسیل بوازار کہتا ہے:

"ان زائد وواجب امور میں سے ایک مغرب کی طرف ہزار بار کئے جانے والے اس اعتراض پر رد کرنا ہے کہ دین اسلام سیاسی نظام کو پروان چڑھانے سے عاجز آگیا تھا۔ حالانکہ تاریخ اس بات کو سرے سے قطعی طور پر جھٹلاتی ہے۔"[2]

میں کہتا ہوں: جو چیز ان لوگوں کے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ منتخب کرنے سے متعلق سابقہ دعووں کو رد کرتی ہے؛ وہ یہ ہے کہ:

☆ آپ عمر کے لحاظ سے بھی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑی عمر کے نہ تھے۔ جیسا کہ ان لوگوں کا خیال ہے کہ عربی تقلید کا تقاضا یہی تھا۔ اس لحاظ سے تو پھر آپ کے والد حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ اس چیز کے زیادہ حق دار تھے؛ وہ آپ سے بھی بڑے تھے؛ یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ ابو قحافہ رضی اللہ عنہ آپ کے بعد زندہ رہے اور بیٹے کی وراثت پائی۔

☆ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ کے لحاظ سے بھی ایسے قبیلہ سے تھا جن کی تعداد پورے قریش میں سب سے کم تھی۔

یہ بھی ان کے دعویٰ پر رد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ منتخب کئے جانے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے شمار کرتے ہیں۔

اس لیے کہ لوگوں میں عادت یہ تھی کہ قبیلے کا حاکم یا اس کے قرابت اس معاملہ کے زیادہ حق دار ہوا کرتے تھے' اور ولایت ان کے ساتھ ہی خاص ہوا کرتی تھی۔ یا پھر قبیلہ بہت بڑا ہوتا جن کی تعداد بھی زیادہ ہوتی اور ان کے پاس مال بھی زیادہ ہوتا۔ اور وہ جاہ و حشم والے بھی ہوتے جس کی وجہ سے حکومت کرتے۔ مگر یہ دین اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نیا دین اور نیا معیار لے کر آئے تھے جس میں علم اور دین اور دین میں سبقت کو فضیلت حاصل تھی۔

مہاجرین اور حکومت کے لیے فرصت

بعض مؤرخین کا تصور یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے مدینہ طیبہ میں سیاسی بالادستی کے لیے میدان خالی ہو گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مدینہ میں موجود قوتوں نے اس خالی جگہ کو پر کرنے کے لیے جلد بازی کی۔ اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے لگے۔ اور ان میں سے ہر ایک ایک نیا اتحاد تشکیل دینا چاہتا تھا تاکہ نظام سیاست کو اپنے ہاتھوں میں لے لے۔ فلہازون[1]

کا خیال ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے نظام حکومت پر اپنا تسلط قائم کرنے کے لیے بہت جلد بازی کی۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دینی حکم پس پردہ چلا گیا تھا۔ وہ کہتا ہے: " اس کی ابتداء ایسے ہوئی گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت کو منسوخ کر دیا ہو۔ اور کئی عرب قبائل مرتد ہوگئے۔ اس لیے کہ آپ کے بعد کوئی بھی واضح اور طے شدہ نہیں تھا کہ خلیفہ کون ہوگا۔ پس اب ایک ہی حل باقی رہ گیا تھا کہ کوئی ایک انتہائی برق رفتاری سے حکومت کی زمام کار سنبھال لے۔"[1]

جب کہ ایک دوسرے مستشرق لامنس کا خیال ہے کہ: "ابو بکر و عمر اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے مابین خلافت کے معاملہ میں خفیہ اتحاد تھا؛ اور یہ بات ان کے درمیان چل رہی تھی۔"[2]

اس کی اس رائے پر چلنے والے کئی ایک مستشرق ہیں۔ اس رائے کے انتہائی بودہ و کمزور[3] ہونے کے باوجود کئی افراد نے اپنے نظریات کی بنیاد اسی پر رکھی ہے۔ محمد جمال الدین سرور کہتا ہے: " اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تینوں حضرات اس بات کے فکر مند تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمانوں کا کیا ہوگا؟۔ یہی وجہ ہے کہ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ سقیفہ بنی ساعدہ کے اجتماع میں ان حضرات کا کردار ایک مضبوط پلاننگ کا نتیجہ تھا۔"[1] جب کہ سہیل زکار نے کہا ہے: " ظاہر یہ ہوتا ہے کہ عربوں کا ارتداد اس وجہ سے تھا کہ ان کے مابین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت ہونے کی خبر کا پھیلنا سقیفہ بنی ساعدہ میں انقلاب کے لیے مددگار ثابت ہوا تھا۔"[2]

یہ ان لوگوں کے اٹکل پچو اور جھوٹی باتیں ہیں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی بنیاد شیعی روایات اور جھوٹ پر ہو۔ مگر جو انسان صحیح نصوص میں غور و فکر کرے گا؛ وہ دیکھے گا کہ ایسی کوئی بات حقیقت میں کوئی وجود نہیں رکھتی۔ اس کے ساتھ ہی بعض مستشرقین کی مثال جادوگروں کی سی ہوتی ہے جو ایک سچ پر دس جھوٹ ملا کر پیش کرتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں گروہ بندی کی بدگمانی

بعض مستشرقین اور ان کے ماننے والے یہ خیال کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کئی حریف گروہوں میں تقسیم ہوگئے تھے۔ مؤرخ سہیل زکار کہتا ہے: " نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے دوران اور وفات کے فوراً بعد جزیرۃ العرب کے باشندے فکر و نظر اور منصوبہ بندی کے اعتبار سے جن گروہوں میں بٹ گئے تھے؛ انہیں تین گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے؛ ان میں سے ایک گروہ: " وہ مسلمان جماعت جن کا ایمان انتہائی خالص تھا۔ جو اسلام کی رسالت پر ایمان لائے تھے؛ یہ چاہتے تھے کہ یہ جماعت مستمر رہے اور اسے دوام نصیب ہو اور اس کے لوگ چہار دانگ عالم میں پھیل جائیں۔ اسی لیے انہوں نے اپنی پلاننگ کی تاکہ اپنے منصوبے کو علمی جامہ پہنا سکیں۔ اور ہر قسم کی ہنگامی حالت سے مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہوگئے تھے۔ انہوں نے دوسرے گروہوں کی نگرانی شروع کر دی تھی؛ اور ان کی راہوں میں گھات لگا لیے تھے۔ اس گروہ کے بڑے ابو بکر و عمر اور ابو عبیدہ بن جراح تھے۔"[1]

یہ لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو ایک گرے ہوئے معاشرہ کے افراد ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ مؤرخ کہتا ہے: " یہ گروہ بڑی تیز رفتاری اور کمال ذہانت سے حرکت میں آیا؛ انہوں نے جلدی سے مدینہ میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ اور یہ انقلاب داخلی اور خارجی عوامل [اسباب] کی وجہ سے کامیاب رہا۔"[1]

فلہازون کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے خلافت چھین لی تھی؛ جب کہ ان دونوں کا اس میں کوئی شرعی حق نہیں تھا۔ چنانچہ وہ کہتا ہے: " ابو بکر و عمر جانتے تھے کہ وہ حق شرعی کی فضیلت کی وجہ سے خلافت کے منصب پر فائز نہیں ہو سکتے۔ بلکہ انہوں نے اغتصاب کا طریقہ چنا۔ شروع شروع میں یہ دونوں اپنی غیر شرعی حکومت کو شرعی حکومت کا رنگ نہیں دے سکے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ایسا بہت بعد میں ہوا۔"[2]

لیکن یہاں پر وہ خود ہی یہ سوال اٹھاتا ہے کہ ابو بکر و عمر نے یہ حق خلافت چھینا کس سے ؟ اس کا حل یہی ہو سکتا ہے کہ اس کاتب کا اعتماد شیعہ کی کتابوں پر ہو جن میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ خلافت حضرت علی اور آل بیت رضی اللہ عنہم کا حق تھا۔"[3]

بروکلمان کا خیال ہے کہ: اس اجتماع کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کئی گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ ان میں سے بعض کا خیال ہے کہ تین گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے: مہاجرین و انصار اور آل بیت۔ ان میں سے ہر ایک گروہ اپنے پاس میسر اسباب و وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے کوشش کر رہا تھا کہ کیسے وہ حکومت پر ہاتھ ڈال لیں۔"[1]

ان میں سے بعض کا خیال یہ کہ صحابہ چار گروہوں میں بٹ گئے تھے۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

(۱)مہاجرین

(۲)انصار

(۳) شیعہ

(۴)اور چوتھے گروہ کو ان لوگوں نے " مکہ امن پسند جماعت " کا نام دیا ہے۔[2]

جب فیلیب حتّی نے تو ایسے نتائج اخذ کئے ہیں جن کا اصل میں کوئی وجود ہی ہی نہیں؛ نہ ہی تاریخ میں اور نہ ہی اسنادی اعتبار سے۔ ہاں اگر کہیں پر کوئی ایسی روایت ہو تنقید و جرح کے سامنے جس کا وجود ہی بر قرار نہ رہ سکتا ہو تو یہ ایک علیحدہ بات ہے۔ یہ وہی روایات ہو سکتی ہیں جنہیں اہل بدعت میں سے خصوصاً روافض نے مشہور کر رکھا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے: " محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو کئی مخالف گروہ ظاہر ہوئے۔ یہ وہی چیز ہے جو کسی بھی معاشرہ میں اچانک کسی بڑے اور خطرناک معاملہ کے پیش آنے کی وجہ سے ظاہر ہو سکتی ہے۔ ان میں سے ایک گروہ مہاجرین کا تھا۔ ان میں سے اکثر قریش تھے جن کا تعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ سے تھا۔ انہوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ خلافت قریش کا حق ہے۔ اور یہ دعویٰ بھی کیا کہ وہی

پہلے لوگ ہیں جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعتراف کیا۔ اس مسئلہ پر ان سے اختلاف کرنے والے انصار کی جماعت تھی۔ یہ لوگ اہل یثرب تھے۔ ان کا دعویٰ یہ تھا کہ: ضروری ہے کہ خلافت اہل مدینہ میں ہو۔ اس لیے کہ اگر یہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاں جگہ نہ دیتے اور اس کے شروع کے ایام سے ہی اسلام اور مسلمانوں کی حمایت نہ کرتے تو رسول اور رسالت دونوں ضائع ہو جاتے۔ پھر اس کے بعد یہ حادثہ پیش آیا کہ یہ دونوں جماعتیں صحابہ کے نام پر ایک ہو گئیں۔

وہیں پر ایک تیسرا گروہ بھی تھا جن کے حق میں نصوص موجود تھیں' اور وہ اس معاملہ کے لیے متعین بھی کئے جا چکے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ:

ایسا نہیں ہو سکتا کہ اللہ اور اس کا رسول مؤمنین کی جماعت انتخاب اور بیعت کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں۔[1] ان کی رائے میں کوئی شک نہیں۔ اس لیے کہ اسلام کی قیادت ان لوگوں کے ساتھ بندھی ہوتی ہے جنہیں نصوص کی روشنی میں متعین کیا جاتا ہے یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھی تھے' اور آپ کے داماد بھی؛ آپ کی بیٹی فاطمہ کے شوہر تھے؛ جنہیں آپ نے اپنے بعد چھوڑا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جائز اور قانونی خلیفہ تھے؛ اس کی تائید نصوص اور تعیین سے ہوتی ہے۔ اس جماعت نے ولایت الٰہی کا نظریہ پکڑ لیا تھا۔ ان کے ہاں حق خلافت ایک مقدس چیز تھی۔ جب کہ دوسرے لوگوں نے خلافت کو لوگوں کے انتخاب اور بیعت سے مربوط رکھا تھا۔"[2] یہی تجزیے ان لوگوں سے بعض عرب مؤرخین نے بھی لیے ہیں۔ مثلاً عبد العزیز الدوری کہتا ہے: " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین قبائلی تقسیم کی بنیاد پر گروہوں میں بٹ گئے تھے۔ ان میں سے ہر ایک گروہ کا ایک لیڈر تھا۔ یہ طریقہ اس اسلوب سے مناسبت رکھتا تھا جس کے وہ لوگ قدیم نظام حکومت میں عادی ہو چکے تھے۔" پھر اس نے یہ تقسیم ذکر کی ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے: " پہلا گروہ بنی ہاشم اور بعض بنو امیہ کا تھا۔ ان میں طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔ ان کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاصل تھی۔ ان کی رائے تھی کہ: قیادت کا حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔ جب کہ دوسرے گروہ کا میلان حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف تھا۔ ان میں اکثر مہاجرین شامل تھے۔ تیسرے گروہ میں اکثر لوگ انصار تھے۔"[1]

جب کہ عبد المنعم ماجد کہتا ہے:

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تین گروہوں میں بٹ گئے تھے۔ ان میں سے ہر ایک گروہ کا اپنا نامزد امیدوار تھا۔ پہلا گروہ انصار کا تھا۔ دوسرا گروہ مہاجرین کا تھا۔ تیسرا گروہ: بنی ہاشم اور بنو امیہ کے ایک گروہ پر مشتمل تھے۔"[2] جب کہ مصطفی اور ضیف اُحمد کا کہنا ہے:

" بیشک کئی ایک بر سر پیکار گروہ سامنے آ گئے تھے۔ اور ان میں سے ہر ایک کی نظریں خلافت پر لگی ہوئی تھیں اور ہر ایک کا خیال تھا کہ وہ دوسروں کی نسبت اس کا زیادہ حق دار ہے۔"[1] ان کے علاوہ ہمارے اس زمانے میں جس مؤرخ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین (خصوصاً مہاجرین) کے ان احوال کو بہت گرا کر بیان کیا ہے' ان میں ایک سہیل زکار بھی ہے۔ وہ کہتا ہے: " وہ لوگ بھی ہمارے زمانہ کی متوسط درجہ کی ذہین جماعتوں کی طرح

تھے۔ ان کے طویل تجربات اور مرونت نے ان کی جماعت کو کامیابی سے ہمکنار کر دیا جب کہ دوسرے لوگوں کو یہ موقع نہ مل سکا۔ لیکن اکثر طور پر متوسط درجہ کے لوگ اسی وقت حکومت کو ہاتھ میں لے سکتے ہیں جب دائیں بازو کے لوگوں کے ظلم واستبداد کا غلبہ ہو جائے۔"[2]

سقیفہ کے بعض نتائج بعض موٴرخین اس مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی آراء کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں: ☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک جماعت تھی' یا ایک دھڑا تھا۔ جو آپ کے ساتھ جمع تھے۔ اور حکومت تک پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اور ان کا یہ بھی خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا داماد ہونے کی بنا پر آپ اس معاملہ کے زیادہ حق دار تھے۔ اور اس لیے بھی کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ لیکن جس وجہ سے آپ ایسا نہ کر سکے وہ آپ کے پاس افرادی قوت کی کمی تھی۔ اور آپ کو اتنی قوت حاصل نہیں تھی کہ آپ اپنا مطلب پورا کر سکتے۔[1]

☆ جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر انصار کا اپنا ایک موٴقف تھا۔

اس لیے کہ یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد حرکت میں آ گئے تھے تاکہ قیادت میں اپنا حق حاصل کر سکیں یا پھر کم از کم مدینہ منورہ میں اپنی آزادی کو برقرار رکھ سکیں۔ لیکن وہ یہ بات بھول گئے تھے کہ مدینہ ایک عرصہ سے ان کا مدینہ نہیں رہا تھا۔ بلکہ یہ مدینہ رسول ہو گیا تھا۔ ...لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ پرانی رنجشوں کے سبب سے دوبارہ تقسیم ہو گئے؛ مگر اپنی تعداد کی غالب اکثریت کو کھو بیٹھے تھے۔[1]

☆ اسی فکر و نظریہ کو سہیل زکار نے ایک دوسرے اسلوب میں پیش کیا ہے۔ وہ انصار کی ایک جماعت کے متعلق کہتا ہے: " ایک مسلمان جماعت تھی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ مدینہ پر غلبہ اور نفوذ نہ ہونے کی وجہ سے تنگ بھی ہوں۔ اس لیے ان لوگوں نے کوشش کی تھی کہ سیاسی امور کو دوبارہ اسی طرح بحال کیا جائے جیسے ہجرت سے پہلے تھے۔"[2]

☆ یہی رائے جامعہ دمشق سے ڈاکٹریٹ کے ایک مقالہ میں تردد کا شکار نظر آتی ہے۔ مقالہ نگار لکھتا ہے:" سقیفہ کے دن سے متعلق مختلف روایات کا خلاصہ یہ پیش کیا جا سکتا ہے کہ اوس اور خزرج کوشش کر رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حکومت پھر اہل مدینہ کو مل جائے۔"[3]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں گروہ بندی کی بدگمانی

اسلامی فتوحات کا ہدف یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو اللہ کے دین حق کی طرف لایا جائے۔ اور اس راستہ میں پیش آمدہ مشکلات کو ختم کیا جائے تاکہ اللہ کا دین ہی سربلند ہو جائے۔ اور کافروں کا کلمہ اور دین سرنگوں ہو کر رہ جائے اور دین سارے کا سارا اللہ کے لیے ہی ہو جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾ [الانفال ۳۹]

"اور ان سے لڑو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور دین سب کا سب اللہ کے لیے ہو جائے۔"

لیکن مستشرقین اور ان سے متاثر ہونے والوں کا ایک گروہ چاہتے ہیں کہ بیعت سقیفہ کے آثار لوگوں کو مابین جنگوں کی آگ بھڑکانے کے لیے استعمال کریں۔ پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب - گوسٹاف لوبون کی روایت کے مطابق - حکومت کی زمام کار سنبھالی تو یہ سمجھ لیا کہ عربوں سے اس دھڑا بندی کو ختم کرنے کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ انہیں دوسرے ملکوں کی طرف بھیجا جائے تا کہ وہ اپنی لڑاکا طبیعت کی طبع آزمائی ان علاقوں میں کریں۔ اور اس طرح سے ملک کے اندر داخلی انقلاب کے لیے کوئی موقع باقی نہیں رہے گا۔[1]

یہی رائے محمد جمال الدین سرور کے ہاں کسی بھی مقابلہ میں تردد کا شکار نظر آتی ہے۔ وہ کہتا ہے: " ابو بکر رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں نے یہ سمجھ لیا کہ عربوں کو کسی دوسرے ایسے عظیم قومی کام میں مشغول کر دیں

۔ جس کی وجہ سے ان کی توجہ داخلی اور دینی امور سے ہٹ جائے۔"[2]

خبر سقیفہ اور روایات صحیحہ

سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے لیے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے موضوع پر مستشرق علماء اور ان سے متاثر جدید دور کے علماء و مؤرخین کے اخذ کردہ نتائج و تحلیلات کی روشنی میں ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ حق بات بیان کرنا ضروری ہو گیا ہے تا کہ یہ معاملہ التباس کی نذر نہ ہو جائے۔ وہ قول جس کی تائید دلائل سے ہوتی ہے' وہ یہ ہے کہ: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ نے کسی ایک کے لیے بھی خلافت کی وصیت نہیں کی۔ نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے اور نہ ہی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لیے۔[1]

حالانکہ کچھ علماء ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت کی وصیت کی تھی۔[2]

خلافت کے موضوع کی اہمیت کی وجہ سے انصار رضی اللہ عنہم اجمعین سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے تھے۔ اور پھر انہوں نے اس کام کے لیے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا تھا۔ جب یہ خبر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو وہ بھی سقیفہ کی طرف چل پڑے۔ راستے میں انہیں انصار کے دو فرد حضرت معن بن عدی اور عویم بن ساعدہ[1] ملے۔

انہوں نے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ جب انہیں بتایا گیا کہ وہ سقیفہ بنی ساعدہ جا رہے ہیں' تو انہوں نے کہا: اے مہاجرین کی جماعت! تم واپس چلے جاؤ؛ تم پر کوئی حرج والی بات نہیں ہے' اور کوئی ایسی چیز نہیں ہو گی جسے تم ناپسند کرتے ہوں گے۔[2] پھر اس کے بعد جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے معاملہ کی صورت حال واضح کی کہ یہ مہاجرین کی فضیلت اور ان کا حق ہے۔ اور یہ کہ قریش اس کے زیادہ حق دار ہیں۔ اور پھر اس پر خود حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے گواہی بھی دلائی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: " اے سعد! آپ جانتے ہیں کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "قریش اس امر کے والی ہیں۔ لوگوں کے نیک ان کے نیکوکاروں کے تابع اور بد اور ان کے بدکاروں کا تابع۔" [3]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ دعویٰ امارت سے تنازل اختیار کر گئے؛ اور فرمایا: آپ سچ کہتے ہیں: آپ امراء ہوں گے اور ہم وزراء ہوں گے۔[اور یوں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت میں داخل ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر راضی ہو جائے]۔ پھر انصار میں سے سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے والے حضرت بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: "تم میں سے کس کو یہ بات بھلی لگتی ہے کہ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھے؟ لوگ کہنے لگے: ہم ابو بکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھنے سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ یہ حدیث حسن درجہ کی سند کے ساتھ مروی ہے' جیسا حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔[1]

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: بعض انصار کے دلوں میں یہ شبہ پیدا ہوا تھا کہ انصار میں سے خلیفہ بنانا جائز ہو۔ اور بعض نے اس کی درمیانی راہ نکالی تھی کہ ایک خلیفہ مہاجرین میں سے ہو اور ایک خلیفہ انصار میں سے۔ یہاں تک کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ واضح کر دیا کہ خلیفہ صرف قریش میں سے ہو گا۔

پس لوگوں نے آپ کی بات کی طرف رجوع کر لیا' اور آپ کی خلافت پر جمع ہو گئے۔"[1] علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " یہ جملہ حضرت حباب بن منذر نے کہا تھا کہ: " ایک امیر ہم میں سے ہو گا اور ایک امیر آپ میں سے۔" اس لیے کہ عرب صرف اسی کو اپنا قائد تسلیم کرتے تھے جو ان کی قوم میں سے ہوتا۔ گویا کہ آپ تک اسلام میں نظام حکومت سے متعلق خبر نہیں پہنچی تھی کہ خلافت قریش کے ساتھ خاص ہو گی۔ لیکن جب آپ تک یہ حدیث پہنچ گئی تو آپ اپنی بات کہنے سے باز آ گئے۔ آپ نے اور آپ کی قوم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔[2] حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: " اے انصار کی جماعت! بیشک اگرچہ ہم مشرکین کے ساتھ جہاد کرنے میں فضیلت رکھتے ہیں اور اس دین میں سبقت رکھتے ہیں۔ لیکن سن لو! اللہ کی قسم ہم نے اپنے عمل سے صرف اللہ کی رضامندی اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت گزاری چاہی تھی۔ اسی لیے اپنے نفسوں کو تکلیف دی۔ پس اب یہ مناسب نہیں کہ ہم اس وجہ سے لوگوں پر احسان جتائیں۔"[3]

حدیث سقیفہ میں یوں بھی آیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: " بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین میں سے تھے۔ اور امیر بھی مہاجرین میں سے ہو گا؛ اور ہم اس کے ویسے ہی انصار ہوں گے جیسے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار تھے۔" اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: " اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر بدلہ دے۔ اے انصار کی جماعت! تمہارے خطیب نے بہت اچھی اور پختہ بات کہی ہے۔ پھر فرمایا: اگر آپ اس کے علاوہ کوئی دوسری بات کہتے تو ہم اس کے ماننے والے نہیں تھے۔ پھر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: یہ آپ کے ساتھی ہیں ان کی بیعت کرو۔"[1]

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی منزلت یہ تمام سابقہ اقوال اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ خلافت کا معاملہ بڑا ہی واضح تھا۔ اور یہ کہ خلافت مہاجرینِ قریش میں سے سابقین اولین کا ہی حق تھا۔ خاص کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حق تھا۔ لیکن جب مسلمانوں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ اپنے بھائیوں کے ساتھ مل بیٹھ کر یہ بات کریں تاکہ علی الاعلان لوگوں کے اجتماع میں معاملہ واضح ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سقیفہ کے دن فرمایا تھا: "تم میں سے ایک شخص بھی ابو بکر رضی اللہ عنہ جیسا نہیں، جس کی خاطر گردنیں کٹوائی جائیں۔"[1]

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " اس سے مراد یہ ہے کہ تم میں سے سبقت لے جانے والا جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو نہ پہنچ سکتا ہو' اور نہ ہی آپ کی منزلت کو پا سکتا ہو۔ تو پھر اسے چاہیے کہ وہ اس چیز کی طمع نہ کرے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئی تھی' یعنی کہ بیعت اور خلافت۔ یعنی پہلے تھوڑے سے لوگوں میں آپ کی بیعت ہوئی تھی۔ پھر لوگوں کا آپ پر اجماع ہو گیا؛ اس لیے کہ لوگوں کے لیے آپ کا استحقاقِ خلافت واضح ہو گیا تھا لہٰذا انہیں اب مزید کسی غور و فکر اور مشورہ کی ضرورت نہیں تھی۔ جب کہ کوئی دوسرا انسان اس مسئلہ میں آپ کی طرح نہیں تھا۔ اور ابو مشعر کی روایت میں ہے: " اب ابو بکر رضی اللہ عنہ جیسا ہم میں کوئی کہاں ہو گا جس کے سامنے اپنی گردنیں جھکا دی جائیں۔"[1] اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی منزلت کا علم تھا۔ حتی کہ کفار بھی آپ کو مسلمانوں میں سب سے مقدم سمجھتے تھے۔ ابو سفیان نے غزوۂ احد کے دن صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں دریافت کیا تھا۔[2]

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تعریف کیا کرتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے: میں نے کبھی بھی کسی کو دعوت نہیں دی مگر اس کے کچھ اعتراضات ہوا کرتے تھے۔ سوائے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے۔ اس نے کوئی حیل و حجت نہیں کی۔" یہی وجہ ہے کہ بیعت سقیفہ بہت جلد پیش آگئی۔ اس میں کسی غور فکر یا روایت کی تلاش کی ضرورت نہیں پڑی۔ اس لیے کہ باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت تمام صحابہ پر واضح تھی[اور تمام مسلمانوں نے یہ جانتے ہوئے آپ کی بیعت کر لی تھی کہ آپ افضل الصحابہ ہیں]۔ اس لیے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تحریر لکھوانے کا ارادہ کیا تھا تو آپ نے واضح الفاظ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا کہہ کر تحریر لکھوانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "اللہ تعالیٰ اور مومن ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کی خلافت و امارت کو پسند نہیں کر سکتے۔"[1]

خیر امت پھر یہ گمان رکھنا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مابین عہد جاہلیت کا تعصب اور حسد پایا جاتا تھا؛ ایسی بات وہی انسان کہہ سکتا ہے جس نے تاریخ کا مطالعہ اچھی طرح سے نہ کیا ہو۔ وگرنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے متفرق قبائل کو اسلامی اخوت اور بھائی چارے کی لڑی میں پرو دیا تھا۔ ان کے درمیان ایک ہی وجہ تعلق باقی تھی اور وہ ہے اسلام؛ اس کے علاوہ سارے تعلقات' قرابت کی رشتہ داریاں اور خونی رشتے ان لوگوں نے پس پشت ڈال دیے تھے۔

غزوہ بدر کے دن جب انصار میں سے کسی ایک نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے بھائی ابو عزیز[1] کو گرفتار کر لیا تو اس نے انصاری سے کہا: میرے بھائی کی وجہ سے میرے ساتھ بھلائی کا سلوک کیجیے۔ اس پر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے انصاری سے کہا: " اس کو اچھی طرح کس کر باندھو' اس کی ماں بڑی مالدار ہے۔"[2]

ابو عزیز نے کہا: اے میرے بھائی تم میرے متعلق یہی وصیت کرتے ہو؟ تو حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نہیں وہ میرا بھائی ہے۔ ذرا اس نیک بخت بیٹے کا اپنے باپ کے متعلق مؤقف دیکھیں؛ جب اس کے باپ کا نفاق کھل کر ظاہر ہو گیا اور اس نے اہل ایمان کو تکلیف دی۔ تو بیٹا عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی ابن سلول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے: " یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے یہ بات پہنچی

ہے کہ آپ [میرے والد] عبد اللہ بن ابی کو قتل کرنا چاہتے ہیں ؟ اگر ایسا کرنا ہی ضروری ہے تو پھر اس کام کے لیے مجھے حکم دیجیے۔ میں اس کا سر کاٹ کر آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔ اللہ کی قسم ! سارا خزرج جانتا ہے کہ مجھ سے بڑھ کر اپنے والد کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا کوئی نہیں ۔"[1] اور ایسے ہی حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مابین جو واقعہ پیش آیا؛ یہ فتح مکہ سے پہلے کا واقعہ ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابو سفیان کو لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ابو سفیان کے پیچھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آگئے اور عرض گزار ہوئے: یار سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس بات کی اجازت دیجیے میں اس کی گردن اڑا دوں۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے غصہ کے عالم میں کہا:

اے عمر رک جاؤ! اللہ کی قسم ! اگر یہ بنی عدی بن کعب میں سے ہوتا تو تم کبھی یہ بات نہ کہتے۔ مگر تم جانتے ہو کہ بنو عبد مناف میں سے ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں کہا: " اللہ کی قسم !

آپ کا اسلام لانا جس دن آپ اسلام لائے' میرے نزدیک خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب تھا' اگر وہ اسلام لے آتا۔ اور میرے دل میں اس کی وجہ یہ ہے کہ میں جانتا ہو کہ اگر خطاب بھی اسلام لے آتا تو اس کے اسلام لانے سے تمہارا اسلام لانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہوتا ۔"[1]

انصار کی اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت

جب سے انصار مدینہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے اسلام قبول کیا تھا؛ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر لوگوں میں سے کسی ایک کے بھی حکم کو ترجیح دینے والے نہ تھے۔ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں اپنی جان و مال اور اولاد سب کچھ آپ کے حکم پر قربان کر دیا تھا۔ معرکہ بدر سے کچھ دیر پہلے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے مشورہ کیا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا" یار سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! بیشک ہم آپ پر ایمان لائے ہیں' اور آپ کی تصدیق کی ہے۔

اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ جو کچھ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے ہیں' وہ حق ہے۔

اور ہم نے اس پر سمع و اطاعت کے لیے آپ سے پختہ عہد کیا ہے' اور میثاق باندھا ہے۔ اور اے اللہ کے رسول! شاید کہ آپ یہ خیال کرتے ہوں کہ انصار صرف مدینہ میں ہی ہماری مدد کریں گے۔ میں انصار کی طرف سے آپ سے کہتا ہوں اور ان کی طرف سے جواب دیتا ہوں: " آپ جہاں چاہیں چلے جائیں' اور جس سے چاہیں تعلق قائم کریں اور جس سے چاہیں تعلق کو توڑ ڈالیں۔ جس سے چاہیں صلح کریں اور جس سے چاہیں دشمنی کریں۔ ہمارے اموال میں سے جو چیز مرضی چاہے لے لیں۔ اور جو چیز آپ لے لیں گے وہ ہمیں اس چیز سے زیادہ محبوب ہو گی جسے آپ ہمارے لیے چھوڑ دیں گے۔ اور جس چیز کے متعلق آپ ہمیں جو حکم دیں گے؛ اس میں ہمارا حکم آپ کے حکم کے تابع ہو گا۔"[1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا تو یہ حال تھا۔ محمدی تزکیہ و تعلیم اور تربیت کی وجہ سے وہ ایثار و جانثاری کے اس درجہ پر فائز تھے۔ اور محبت میں ان کا یہ مقام تھا۔ ان کے مابین محبت و اطاعت کا یہ عالم تھا۔ اور مسلمانوں کی جماعت کی شیرازہ بندی قائم رکھنے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کو نافذ کرنے ؛اور اس کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے ان کی یہ قربانیاں تھیں۔

اس میں نہ ہی ان کی کوئی سیاسی غرض تھی اور نہ ہی جماعت بندی اور تفرقہ بازی نام کی کوئی چیز ان میں موجود تھی۔

یہ ساری باتیں مغرب اور ان سے متاثر لوگوں کے اٹکل پچو ہیں۔[جن کی حقیقت میں کوئی اصل نہیں]۔

خلافت کی عظیم الشان ذمہ داری

خلافت اور حکومت کا مسئلہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کی ہو۔ ان میں سے ہر ایک اس معاملہ سے بالکل بے نیاز اور بے پرواہ تھا۔ اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ اس بوجھ کو برداشت کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی بہت بڑی ہے؛ یہ مال غنیمت میں سے کوئی حصہ نہیں ہے جس کا معاملہ آسان ہو گا۔ اس کی دلیل ان اقوال سے ملتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے کے موقعہ پر پہلے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا۔ آپ نے فرمایا: "میرے کندھوں پر اس ذمہ داری کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے؛ اور میں اس کو پسند نہیں کرتا تھا۔ اور اللہ کی قسم میں چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا میری جگہ اس کام کے لیے کفائت کر جاتا۔"[1] نیز آپ نے نظام حکومت ہاتھ میں لیتے وقت تین باتیں کہی تھیں: ا۔ جو کوئی مجھے اس معاملہ سے معاف رکھے گا میں اسے معاف رکھوں گا۔

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللہ کی قسم! ہم نہیں اس چیز سے آپ کو معاف رکھیں گے اور نہ ہی آپ سے کوئی ایسی معذرت چاہیں۔ ہم اس معاملہ سے آپ کو کیسے پیچھے کر سکتے ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو آگے بڑھایا ہو۔"[1] نیز حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا: "اللہ کی قسم! کسی بھی دن یا کسی بھی رات میں میرے دل میں امارت کی خواہش پیدا نہیں ہوئی۔ اور نہ ہی میں اس میں کوئی رغبت رکھتا تھا۔ اور نہ ہی کبھی میں نے اعلانیہ یا چپکے سے اللہ تعالیٰ سے اس کے بارے میں کوئی سوال کیا۔ لیکن میں فتنہ کے پھیل جانے سے ڈرتا تھا۔"[2]

نیز آپ نے یہ بھی فرمایا تھا: "مجھے دنیا میں کسی چیز پر کوئی افسوس نہیں ہے سوائے تین چیزوں کے 'جو کہ میں نے کی ہیں۔ میری خواہش تھی کہ اگر میں ان کو چھوڑ دیتا۔ ان میں سے ایک سقیفہ بنو ساعدہ والے دن کا ذکر کر کے فرمایا: "میں چاہتا تھا کہ اپنا ہاتھ ان دو آدمیوں حضرت عمر بن خطاب یا حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک کے ہاتھ میں ڈال دیتا۔ ان میں سے کوئی ایک امیر ہوتا اور میں ان کا وزیر ہوتا۔"[3]

جب کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلافت کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: "میں چاہتا تھا کہ میں اس معاملہ سے اس طرح نکل جاتا کہ نہ اس کا بوجھ مجھ پر ہوتا اور نہ ہی مجھ پر کوئی ذمہ داری ہوتی اور نہ ہی جواب دہی۔"[1] مزید جس چیز سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بار خلافت سے نا

پسندیدگی ظاہر ہوتی ہے وہ اس ذمہ داری کا شعور اور آخرت کا خوف تھا۔ آپ کی اس رائے میں اس وقت بھی کوئی تبدیلی نہیں آئی جب آپ بستر مرگ پر تھے۔ جب زخمی ہو جانے کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے کہا: "

اے امیر المؤمنین! آپ کو بشارت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ شہروں کے شہر فتح کئے۔ اور نفاق کا قلع قمع کیا۔

اور رزق کو پھیلا دیا۔" تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے ابن عباس! کیا تم امارت پر میری تعریف کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں دوسری باتیں بھی تو ہیں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں چاہتا تھا کہ میں اس معاملہ سے ایسے نکل جاتا کہ مجھ پر نہ ہی اس کا کوئی بوجھ ہوتا اور نہ ہی کوئی ثواب۔"[2] اور آپ ہی کا ایک قول یہ بھی ہے؛ فرمایا کرتے تھے: " اگر ایک فرات کے کنارے پر بھی [بھوکا پیاسا] ہلاک ہو جائے۔ تو میں ڈرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں بھی آل خطاب سے سوال کریں گے۔"[1] یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اقوال و فرمودات ہیں جن سے خلافت کے بارے میں ان کا زہد اور استغناء و بے پروائی ظاہر ہوتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ اس ذمہ داری کو واجب بھی خیال کرتے تھے 'کسی ایک کا اس ذمہ داری سے عہد بر آں ہونا ضروری تھا کہ لوگ اس سے اپنے معاملات میں سوال کر سکیں۔ یہ کوئی مال غنیمت نہیں تھا جس کو حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خلافت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق مستشرقین کا یہ کہنا کہ: آپ خلافت کی طمع رکھتے تھے؛ یہ ایسے جاہل کا کلام ہے جو آپ کے احوال سے لاعلم ہے۔ آپ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے وقت یہ فرماتے ہیں: ""ہمیں صرف اس وجہ سے غصہ آیا کہ ہمیں مشورہ کرنے سے دور رکھا گیا۔ اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔

آپ غار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ آپ ہی ثانی اثنین ہیں۔ ہم آپ کے شرف و منزلت اور خیر بھلائی سے آگاہ اور اس کے معترف ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ہی آپ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔[1]

بیہقی کی ایک روایت میں درجہ کی سند کیساتھ مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: " اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں امارت کا کوئی منصب تفویض نہیں کیا تھا [یعنی اس کا عہد نہیں لیا تھا۔"[2]

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: آپ ہم پر کسی کو خلیفہ کیوں نہیں بناتے؟ تو آپ نے فرمایا: " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا تھا کہ میں اپنا خلیفہ بھی بناؤں؛ مگر جب اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے گا تو انہیں ان کے بہترین انسان پر جمع کر دے گا۔"[1] حضرت صعصعہ بن صوحان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے: فرماتے ہیں: ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت گئے جب ابن ملجم نے آپ پر حملہ کر کے زخمی کر دیا تھا۔ ہم نے کہا: "

اے امیر المؤمنین! ہم پر کسی کو اپنا جانشین مقرر فرماد یجیے۔" تو آپ نے فرمایا: ایسا نہیں کر سکتا' بلکہ میں تمہیں ایسے ہی چھوڑوں گا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چھوڑا تھا۔"[2] حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "صحیح ابن حبان اور دوسری کتب میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور دوسرے لوگوں سے مروی ہے کہ: "حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شروع میں ہی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی۔"[3] اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ بھی ہے اس میں حدیث سقیفہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس روایت میں ہے: "جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھ کر بیٹھ گئے' تو آپ نے لوگوں پر ایک نظر ڈالی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کو نظر نہ آئے۔ آپ نے ان کے متعلق پوچھا تو انصار میں سے کچھ لوگ اٹھے اور آپ کو بلا لائے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ سے مخاطب ہو کر پوچھا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد اور آپ کے داماد! کیا آپ مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا چاہتے ہیں؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا: اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج کے دن آپ پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔ اور پھر آپ نے بیعت کر لی۔" پھر آپ کو زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نظر نہ آئے۔ تو ان کے بارے میں بھی پوچھا؛ انہیں بھی لایا گیا۔

تو آپ نے ان سے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد اور آپ کے حواری! کیا آپ مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا چاہتے ہیں؟ تو انہوں نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ والا جواب دیا اور فرمایا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! آج کے دن آپ پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔ اور پھر انہوں نے بیعت کر لی۔"[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسری بار بیعت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد کی۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جو بیعت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد کی گئی؛ یہ بیعت مؤکدہ تھی۔ یہ اس بیعت کے بعد دوسری تھی جس کا ذکر ہم بیعت سقیفہ کے پہلے دن کر چکے ہیں۔" جیسا کہ ابن خزیمہ نے روایت کیا ہے اور مسلم بن حجاج نے اسے صحیح کہا ہے۔ یہ چھ ماہ کا عرصہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے انحراف اور روگردانی کرنے والے ہرگز نہ تھے۔ بلکہ آپ کے پیچھے نمازیں پڑھتے' اور آپ کے ہاں مشورہ کے لیے حاضر ہوتے۔ اور آپ کے ساتھ ذی قصہ بھی تشریف لے گئے تھے۔"[1]

خاتمہ اور نتائج

یہ وہ آراء و افکار ہیں جنہیں میں نے مستشرقین کی کتابوں سے جمع کر کے پیش کیے ہے؛ یہ لوگ بھی ان سے روایات اخذ کرنے میں برابر کے شریک ہیں۔ بڑے افسوس کی بات تو یہ ہے کہ: کئی ایک معاصر عرب مؤرخین جنہوں نے کچھ خلافت راشدہ کے متعلق لکھا ہے؛ [وہ اپنی رائے مستشرقین سے لیتے ہیں] اس پر بھی تعجب یہ ہے کہ یہ لوگ اشارہ تک بھی نہیں کرتے کہ انہوں نے یہ رائے کہاں سے لی ہے۔ اور یہ کہ اس نے فلاں نظریہ فلاں مستشرق سے لیا ہے۔ بلکہ اسے اپنی ذات کی طرف منسوب کرتے ہوئے پھر اسے سہارا دینے کے لیے تاریخ کی کتب میں روایات تلاش کرتے ہیں۔ مستشرقین اسلامی تاریخ کو دشمنی اور عداوت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی روایات پر اعتماد کرتے ہیں۔ یا پھر کنیسہ کی طرف سے جاری ہونے والی کتابوں پر اعتماد کرتے ہیں۔ تاکہ وہ لوگوں کو یورپ کی پسماندگی اور اسلام کی جدید تہذیب اور گرجاگھروں میں براجمان پادریوں کے درمیان ٹکراؤ کی صورت میں باور کرائیں۔ ڈاکٹر محمد یاسین صدیقی کہتا ہے:

"بیشک ان تاریخی روایات کی تحلیل جن کے متعلق مستشرقین اور جدید مؤرخین کوشش کرتے ہیں کہ انہیں لوگوں میں پھیلایا جائے؛ یا تو وہ غلط روایات پر مبنی ہیں؛ یا پھر مسخ شدہ دلائل ہیں؛ یا پھر فاسد نتائج ہیں۔"[1] اس کی گواہی ایک عیسائی نے بھی دی ہے۔ بندلی جوزی کہتا ہے: "بیشک ان مؤرخین نے اپنے نظریات واحکام کی بنیاد صرف مغرب کی تاریخ پر رکھی ہے۔ اس لیے کہ انہیں مشرق کی تاریخ کے متعلق بہت ہی کم علم تھا۔ اس کو سمجھنا ہمارے لیے بہت آسان ہے۔ اس کا اندازہ اس حالت سے لگایا جاسکتا ہے جو کہ اہل غرب کے ہاں اہل مشرق کے متعلق اقوال اور تاریخ میں جو کچھ عجیب وغریب باتیں پائی جاتی ہیں۔"[2]

شیخ محمد قطب کہتا ہے:

" میں مستشرقین کی کتابیں پڑھا کرتا تھا۔ جس کے بعد مجھے انصاف کی روح اور علمی بحث کی روح کے متعلق یقین کامل ہو گیا؛ جس کے متعلق وہ لوگ دعویٰ کیا کرتے تھے۔ اور میں بعض ان اہل علم لوگوں کی کتابیں بھی پڑھا کرتا تھا جن کے نام اسلامی تھے۔ جس کے بعد مجھے مستشرقین کے افکار و آراء کے متعلق یقین کامل ہو گیا کہ کوئی بھی رائے جسے وہ پیش کرتے ہیں ' یا کوئی بھی نظریہ جسے وہ سامنے رکھتے ہیں؛ مستشرقین کی کتابوں میں اس کی کوئی نہ کوئی اصل موجود ہوتی ہے۔"[1]

اس لیے یہ بات ان لوگوں سے کوئی بعید نہیں لگتی کہ یہ اسلامی تاریخ کے چہرہ کو مسخ کرنے کے لیے کوئی بھی کام کر گزریں۔ اس وجہ سے ضروری ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی روایات پر اعتماد نہ کیا جائے' خصوصاً جب یہ لوگ خیر القرون کے لوگوں کے بارے میں گفتگو کریں؛ اور خاص کر عصر نبوت اور خلافت راشدہ کے متعلق [ان کی باتیں بالکل ناقابل اعتماد ہوتی ہیں]۔ مستشرقین اور ان کے پیچھے چلنے والے عرب اور مسلمان مؤرخین کی آراء پیش کرتے ہوئے یہ نتائج میرے سامنے آئے: ا: مستشرقین کے کئی ایک گروہ ہیں۔ ان میں سے اکثریت پر جہالت کا غلبہ ہوتا ہے۔

ان کے نتائج اوہام پر مبنی ہوتے ہیں۔ اگر ہم ان کے متعلق زیادہ حسن ظن بھی رکھیں تو یہی کہہ سکتے ہیں کہ ان کے نتائج و آراء ان روایات پر مبنی ہوتی ہیں جو کہ اصل میں صحیح نہیں ہیں۔

انہیں مسلمانوں کے روایات سے استدلال کرنے اور احادیث کے قبول کرنے کے طریقہ کے متعلق کچھ بھی علم نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ مستشرقین قوت مصدر کے حساب سے کتب احادیث اور کتب تاریخ اور عام دیگر کتب میں اور بے اسناد کتب میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ ان کے میزان میں یہ ساری کتابیں برابر ہیں۔

۲: دور جدید کے بہت سارے مؤرخین مستشرقین کی کتابوں سے دھوکہ میں آگئے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ علمی تحقیق کا یہی طریقہ کار درست ہے۔ اس لیے کہ وہ ان کی ترتیب وتنسیق اور حواشی سے متاثر ہوئے ہیں۔ جب کہ اسی وقت میں در حقیقت وہ اس صحیح علمی و تحقیقی منہج سے بہت دور چلے گئے ہیں جو مسلمانوں کے ہاں قابل اعتماد ہے؛ اس منہج سے ان لوگوں نے کوئی استفادہ نہیں کیا۔ اور ان میں سے اکثر پر شریعت اور عقیدہ کے معاملہ میں جہالت کا غلبہ ہے۔ پس اسلامی احکام و شریعت سے جہالت کی وجہ سے وہ مستشرقین کے اقوال کو قبول کر لیتے ہیں۔

۳: وہ مباحثہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مابین سقیفہ کے مقام پر ہوا' وہ ایک علمی اور مہذب مباحثہ تھا۔ اس کا ہدف مسئلہ خلافت میں حق تک پہنچنا تھا۔ اس میں انصار کی طرف مہاجرین کو مدینہ سے نکال دینے جیسی دھمکی جیسا کوئی بھی واقعہ پیش نہیں آیا جیسا کہ بعض واقعہ نگاروں نے تحریر کیا ہے' جیسا کہ ابو مخنف۔ یہ بالکل ناقابل اعتماد روایت ہے۔ اس لیے کہ اس روایت میں اتنا کچھ زیادہ اور عجیب وغریب باتیں ذکر کی گئی ہیں جو خود دلالت کرتی ہیں کہ یہ واقعہ من گھڑت ہے۔[1]

۴: اسلام میں نظام حکومت کی صورت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مبارک اور پاکیزہ اذہان میں بالکل واضح تھی۔ لفظ خلیفہ کا استعمال قرآن و سنت میں وارد ہوا ہے۔ یہ کوئی نئی یا اچھوتی اصطلاح نہیں تھی۔ ۵: حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت میں کوئی طمع اس بارے میں وارد نصوص کی وجہ سے نہیں تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بہت بڑی ذمہ داری تھی؛ جو کہ ان میں سے ہر ایک کے کندھوں پر اپنے وقت کے اعتبار سے عائد ہوئی۔ اور مسلمانوں کے ان کی بیعت کر لینے کی وجہ سے اس کا نبھانا ان پر لازم ہو گیا تھا۔

غزوہ بدر

قریش کے تجارتی قافلے مدینے سے ہو کر گزرتے تھے۔ کفار کی اقتصادی اور جنگی ناکہ بندی کرنے کے لئے ضروری تھا کہ تجارتی قافلوں کی آمد ورفت میں رکاوٹ ڈالی جائے۔ اسی زمانے میں کفار قریش کا ایک قافلہ مکہ مکرمہ واپس آرہا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قافلے پر چھاپہ مارنے کا ارادہ فرمایا۔

(1) اس باب میں قافلے کو حملے کا ہدف تسلیم کرنے سے گریز اں ہونا سراسر تکلف ہے؟ قریش اور مسلمانوں کے درمیان حالت جنگ قائم تھی اور حالت جنگ میں دشمن کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرنا مستوجب طعن نہیں ہو سکتا۔ جن بزرگوں نے اس باب میں تکلفات فرمائے ہیں، میں سمجھتا ہوں انہوں نے حقیقی صورت حال پیش نظر نہیں رکھی اور صرف اس خیال سے متاثر ہو گئے کہ کہیں مسلمانوں پر غارت گری کا الزام عائد نہ ہو جائے لیکن پیش بندی کے طور پر دشمن کو نقصان پہنچانا اور اسے جنگ کے معاملے میں بے دست وپا بنا دینا ہر اعتبار سے درست اور جائز ہے اور یہ سب کے نزدیک تدابیر جنگ میں ایک موثر تدبیر ہے" اَلْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ " کا مطلب بھی یہی ہے۔

(2) خدا جانے اس بدیہی حقیقت سے اعراض کیوں مناسب سمجھا گیا؟ یہ غارت گری نہ تھی ایک جانی دشمن کے لبریز عناد منصوبوں کو ناکام و نامراد بنانے کی کوشش تھی۔ کیا یہ حقیقت نہ تھی کہ قریش مکہ ان املاک پر قابض ہو گئے تھے جو مہاجرین چھوڑ کر گئے تھے؟ قریش کے حملے اور چھاپے جاری تھے حالانکہ مسلمان نہ قریش سے لڑنے کے خواہاں تھے، نہ کسی اور سے جنگ کرنا چاہتے تھے۔ قافلے پر حملہ جارحانہ حرکت نہ تھی بلکہ یہ سراسر دفاعی اقدام تھا جو حالت جنگ کے دوران کیا گیا تھا۔

(3) ادھر سرزمین مکہ میں ابوجہل نے مشرکین کو اپنے تجارتی قافلے کی حفاظت کے لئے آمادہ کیا۔ اس نے کفار قریش سے کہا: اپنے قافلہ کی حفاظت کے لئے چلو۔ کفار مکہ میں سے امیہ نے چلنے سے انکار کر دیا۔ ابوجہل اس کے پاس آیا اور کہا: "اے ابوصفوان! تم وادی مکہ کے سردار ہو، جب لوگ تمہیں دیکھیں گے کہ تم نہیں جا رہے تو کوئی بھی نہیں جائے گا۔ ابوجہل اصرار کرتا رہا اور وہ انکار کرتا رہا۔ ابوجہل نے کہا کہ (کم از کم) ایک دو دن کے لئے ہی چلے جاؤ۔ امیہ نے کہا اگر تم نہیں مانتے تو خیر لیکن میں چلتا ہوں، اللہ کی قسم میں مکہ کا بہترین اونٹ خریدوں گا (تاکہ آسانی کے ساتھ بھاگ کر محفوظ مقام پر پہنچ جاؤں) پھر امیہ نے اپنی بیوی سے کہا کہ میرا اسباب سفر تیار کر دو۔ بیوی نے کہا:

"اے ابوصفوان! تم یثربی بھائی یعنی حضرت سعد بن معاذ کی بات بھول گئے ہو۔ انہوں نے کہا تھا کہ مسلمان تمہیں قتل کریں گے۔"

امیہ نے کہا میں ان کے ساتھ زیادہ دور جانے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ غرض یہ کہ امیہ بھی کفار کے ساتھ (قافلہ کی حفاظت کے لئے) روانہ ہوا۔ وہ ہر منزل پر اپنے اونٹ کو مضبوطی سے باندھ دیتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ بدر کے میدان میں پہنچ گیا اور مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔

(4) حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حالت جنگ میں کسی کو مشورہ کرتے ہوئے نہیں پایا۔

(5) جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکہ کی آمد کی خبر ہوئی تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ بعض مسلمان مسلح کفار سے جنگ کرنے کے حق میں نہ تھے۔ قرآن مجید میں ہے:

(وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ ﴿﴾ يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنظُرُونَ ﴿﴾)

"اور یقیناً (اِس وقت) مومنوں کا ایک گروہ اس کو شاق سمجھ رہا تھا۔ وہ لوگ حق بات میں آپ سے اُلجھ رہے تھے۔ اس کے بعد کہ وہ ظاہر ہو چکی تھی (وہ اس حال میں مبتلا تھے) گویا وہ زبردستی موت کے منہ میں دھکیلے جا رہے ہیں، اور وہ (اسے اپنے سامنے) دیکھ رہے ہیں۔

(وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَن يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ﴿﴾ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ﴿﴾)

(6) "اور (اے مسلمانو! یاد کرو) جب اللہ نے تم سے وعدہ فرمایا کہ دو گروہوں میں سے ایک گروہ یقیناً تمہارے لئے ہے اور تم چاہتے تھے کہ غیر مسلح (کمزور) گروہ تمہارے ہاتھ لگے اور اللہ کا ارادہ تھا کہ حق کو اپنے کلمات سے ثابت کر دے اور ناحق کو باطل کر دے اگرچہ مجرم برا جانیں۔" مجلس مشاورت میں مسلمانوں کی اکثریت جنگ کے لئے برضا و رغبت تیار تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جنگ کے لئے مائل کیا۔

(7) تو حضرت ابو بکر نے (جنگ کی موافقت) میں تقریر کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اب بھی اعراض فرمایا۔ پھر حضرت سعد بن عبادہ کھڑے ہوگئے اور عرض کیا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے سخن ہماری طرف ہے) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سمندر میں کودنے کا حکم دیں گے تو ہم آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے۔

(8) حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم وہ بات نہیں کہیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ سے کہی تھی: "اے موسیٰ تم جاؤ اور تمہارا رب دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں"

بلکہ (اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کے لئے نکلتے، ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں۔ ہم آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے غرضیکہ ہر طرف سے دفاع کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس تقریر سے بہت خوش ہوئے، خوشی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ دمکنے لگا۔

(9) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو سفیان کے تجارتی قافلہ کی خبر لانے کے لئے حضرت بسیسہ رضی اللہ عنہا کو مخبر بنا کر بھیجا

(10) جب وہ واپس لوٹ کر آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر پر موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً باہر تشریف لائے اس سے تمام حالات معلوم کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس سواری ہو وہ سوار ہو کر ہمارے ساتھ چلے یہ سن کر کچھ لوگوں نے مدینہ کے بالائی حصہ سے اپنی سواریاں لانے کی اجازت طلب کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں صرف وہ لوگ چلیں جن کی سواریاں یہاں موجود ہوں" الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام مدینہ منورہ سے فوراً روانہ ہوگئے۔

(11) بدر کے راستے مقام حرۃ الوبرۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص ملا جس کی ہمت اور شجاعت کا بڑا شہرہ تھا۔ صحابہ کرام اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اس نے کہا میں اس لئے آیا ہوں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر کفار سے لڑوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مال غنیمت میں حصہ پاؤں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہو۔ اس نے جواب دیا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تم واپس چلے جاؤ میں مشرک سے مدد نہیں لینا چاہتا۔ ابن ماجہ میں ہے "ہم مشرک سے مدد نہیں لیتے"

(12) وہ شخص واپس چلا گیا۔ اور دوبارہ مقام شجرۃ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی باتیں دوہرائیں، تب اس نے کہا میں ایمان لاتا ہوں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے ساتھ چلنے کی اجازت دی اور فرمایا اب تم ہمارے ساتھ چل سکتے ہو۔

(13) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین مکہ سے پہلے ہی بدر کے مقام پر پہنچ گئے۔

(14) اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا

(15) بدر مدینہ سے تقریباً اَسّی میل دور یمن اور شام کی تجارتی شاہراہ پر ایک بیضوی شکل کا میدان ہے جو چاروں طرف سے ٹیلوں اور پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ یہ وادی یلیل میں واقع ہے۔ پہاڑوں کی پشت پر ساحل کی جانب تقریباً دس میل بحر احمر ہے۔ کہیں یہ فاصلہ کم ہے تو کہیں زیادہ ہے۔ اس ساحلی علاقہ سے قافلے گزرتے رہتے تھے۔ اردگرد کے پہاڑوں کے نام الگ الگ ہیں۔ میدان بدر کے شمال و جنوب میں دو سفیدی مائل ٹیلے ہیں، دور سے ریت کے بلند تودے نظر آتے ہیں۔ شمالی ٹیلے کا نام ''**العدوۃ الدنیا**'' (قریب کا کنارہ یا ناکا) یا عدوۃ شامیہ اور جنوبی ٹیلے کا نام ''**العدوۃ القصوی**'' (دور کا کنارہ یا ناکا) یا عدوۃ یمانیہ ہے۔ وادی کے دونوں طرف سے ہر سرے کو عربی میں عدوہ کہتے ہیں۔ مکہ سے آتے ہوئے وادی میں داخل ہونے سے پہلے اونچا ٹیلہ نظر آتا ہے اسے عقنقل کہا جاتا ہے۔

ان دونوں کے درمیان ایک بلند پہاڑ ہے جو جبل اسفل کہلاتا ہے۔ اس پر کھڑے ہو کر دیکھیں تو بحر احمر صاف نظر آتا ہے۔ یہ میدان اپنی اونچائی اور چوڑائی میں ساڑھے پانچ میل ہے۔ اس کا زیادہ حصہ ریتلا ہے۔ کہیں کہیں ریت کی دلدلیں ہیں۔ یا پھر ریتلی پتھروں کی چٹانیں ہیں۔ کسی زمانے میں یہاں ایک بڑا بت خانہ تھا جس کی وجہ سے ہر سال یکم ذی القعدہ سے میلہ لگتا تھا جو آٹھ دن جاری رہتا تھا۔ بدر سے کوئی میل بھر سے پہلے سڑک کے قریب ایک عجیب شکل کی چٹان ہے جو بیٹھے ہوئے اونٹ کی طرح نظر آتی ہے۔ اس میلے میں سامان تجارت، اونٹ، بکریاں، اونی عبائیں، کھالیں اور گھی بکتا تھا۔ کارواں آتے جاتے اس مقام پر ضرور قیام کرتے تھے۔ اس لئے بھی رونق رہتی۔ یہاں بنو حمزہ آباد تھے۔ ان ہی کی ایک شاخ بنو غفار تھی۔ بدر کی نسبت بدر بن مخلد نضر بن کنانہ کی طرف کی جاتی ہے کہ اس نے یہاں ایک کنواں کھدوایا تھا جس کا پانی صاف اور میٹھا تھا۔ اتنا شفاف کہ چاندنی راتوں میں چاند کا عکس اس میں صاف دکھائی دیتا تھا۔

کنواں چونکہ گول شکل کا تھا اس لئے بھی اس کا نام بدر پڑ گیا۔ اس بڑے کنویں کے علاوہ بھی وادی یلیل میں کچھ چشمے تھے جن کا بہاؤ مدینہ کی جانب تھا۔ یہ راستہ آج بھی بہت سرسبز ہے۔ اس میں میلوں لمبے نخلستان ہیں۔ بدر اور احمر کے درمیان گھنے جنگل بھی نظر آتے ہیں۔

(16) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے مقام پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین سو سے کچھ زائد صحابہ تھے۔ ان کی تعداد اتنی تھی جتنی اصحاب طالوت کی جنہوں نے طالوت کے ہمراہ نہر کو پار کیا تھا

(17) (چھوٹے بڑے سب ملا کر) اصحاب کی تعداد تین سو اُنیس تھی

(18) جن میں مہاجرین ساٹھ سے کچھ زائد تھے اور انصار دو سو چالیس سے زائد تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو کم عمری کی وجہ سے جنگ میں شرکت کی اجازت نہیں ملی

(19) مشرکین مکہ بھی بدر کے مقام پر پہنچ چکے تھے۔

(20) جنگ شروع نہیں ہوئی تھی کہ صحابہ کرام کو قریش کے چند سقے ملے۔ ان میں بنی حجاج کا ایک کالا غلام بھی تھا۔ صحابہ کرام نے اسے پکڑ لیا اور اس سے ابو سفیان کا اور قافلے والوں کا حال دریافت کیا، اس نے کہا مجھے ابو سفیان کے متعلق کوئی علم نہیں، البتہ ابو جہل، عتبہ، شیبہ، ولید اور امیہ بھی خلف یہاں موجود ہیں۔ مگر وہ ابو سفیان کے بارے میں کچھ نہ بتاتا، اس پر صحابہ کرام اسے مارتے جب وہ کہتا کہ ابو سفیان کا حال بتاتا ہوں تو پھر اسے چھوڑ دیتے۔ پھر اس سے پوچھتے تو پھر وہی بات کہتا کہ میں ابو سفیان کے متعلق کچھ نہیں جانتا البتہ ابو جہل، عتبہ، شیبہ اور امیہ تو یہاں موجود ہیں۔ جب وہ یہ کہتا تو صحابہ کرام اسے پھر مارتے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے اور فرمایا: "قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، جب وہ سچ بولتا ہے تو تم اسے مارتے ہو اور جب وہ جھوٹ بولتا ہے تو تم اسے چھوڑ دیتے ہو"۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ فلاں کافر کے مرنے کی جگہ ہے، اور یہ فلاں کافر کے مرنے کی جگہ ہے۔ جنگ کے بعد دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی بالکل صحیح ثابت ہوئی۔

(21) قرآن حکیم میں ہے: إِذْ أَنتُم بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُم بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۙ وَلَٰكِن لِّيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَن بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَن بَيِّنَةٍ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿﴾

(22) "جب تم (میدان جہاد کے) قریب والے کنارے تھے اور (تجارتی) قافلہ تم سے نیچے اُتر گیا تھا اور اگر تم آپس میں وعدہ کرتے تو وقت مقرر (پر پہنچنے) میں ضرور مختلف ہو جاتے لیکن یہ اس لئے کہ اللہ پورا کر دے وہ کام جو ہونے والا تھا تاکہ ہلاک ہو جائے جسے ہلاک ہونا ہے دلیل پر اور زندہ رہے جسے زندہ رہنا ہے دلیل سے اور بے شک اللہ ہے ضرور سننے والا سب کچھ جاننے والا۔"

صحابہ کرام کے پاس آلاتِ حرب نہ ہونے کے برابر تھے اور وہ خود بھی تھوڑی تعداد میں تھے۔ ارشاد ربانی ہے:

(وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ) (23)

ترجمہ: "اور یقیناً اللہ نے تمہاری نصرت کی بدر میں حالانکہ تم پست تھے۔"

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کا امیہ نامی ایک کافر سے ایک دوسرے کی حفاظت کرنے کا معاہدہ تھا۔ رات کو جب اکثر لوگ سو گئے تو حضرت عبد الرحمٰن پہاڑ کی طرف چلے گئے تاکہ امیہ بن خلف کی حفاظت کریں۔ ادھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بھی امیہ کو دیکھ لیا اور انصار کی ایک مجلس میں آکر کہا۔ "اگر امیہ بچ گیا تو میں نہیں بچ سکتا" ان کا یہ کہنا تھا کہ چند انصار نے امیہ کا پیچھا کیا۔

جب حضرت عبد الرحمٰن نے محسوس کر لیا کہ اب وہ بچ نہیں سکتا تو امیہ کے لڑکے کو ان کے لئے پیچھے چھوڑ دیا تاکہ وہ انہیں مشغول کر لے۔ اولاً انصار نے امیہ کے لڑکے کو قتل کر دیا اور پھر امیہ کا پیچھا کیا۔ امیہ بہت موٹا تھا اس لئے بھاگ نہ سکا حضرت عبد الرحمٰن نے اس سے کہا: "بیٹھ جاؤ" وہ بیٹھ گیا، حضرت عبد الرحمٰن نے اسے بچانے کے لئے خود کو اس پر ڈال دیا لیکن انصار نے عبد الرحمٰن کے نیچے سے امیہ کو تلوار چبھو چبھو کر قتل کر دیا اور اس کو بچانے میں حضرت عبد الرحمٰن کو ایڑی پر زخم لگ گیا۔

(24) بدر کے مقام پر سترہ رمضان کو فریقین کا مقابلہ ہوا۔ دونوں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے صف آراء ہو گئیں۔ ارشاد ربانی ہے:

(وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلاً وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولاً)

(25) "اور (یاد کرو) جب تمہارے مقابلہ کے وقت کافر تمہاری نظروں میں تھوڑے کر کے دکھائے اور تمہیں ان کی نگاہوں میں تھوڑا کر دیا تاکہ اللہ پورا کر دے اس کام کو جو ہونا ہے۔"

جیسا کہ قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں کفار کی تعداد کم دکھائی گئی تھی، تاکہ مسلمان ہمت نہ ہاریں ورنہ وہ ایک ہزار سے ایک کم نہ تھے۔ مسلم میں ہے (جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی طرف نظر دوڑائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ کفار کی تعداد ایک ہزار ہے اور مسلمان صرف تین سو انیس تو مسلمانوں کی قلیل تعداد اور بے سروسامانی دیکھ کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سائبان میں تشریف لے گئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنا رخ قبلہ کی طرف کیا پھر اپنے بازوؤں کو لمبا کیا، عجز وانکساری سے دعا کی اور بارگاہ الٰہی میں عرض کی:

(اللّٰهُمَّ أَنْجِزْلِي مَاوَعَدْتَنِي اللّٰهُمَّ إِنِّي أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ)

"اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اسے ایفاء کر دے۔ اے اللہ! میں تجھے تیرے عہد اور تیرے وعدے کا واسطہ دیتا ہوں۔" بعد ازاں جب گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی اور نہایت زور کا رن پڑا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی:

(اللهم ان تهلك هذه العصابة اليوم لا تعبد اللهم ان شئت كم لم تعبد اليوم ابدا)

"اے اللہ! اگر آج یہ گروہ ہلاک ہو گیا تو تیری عبادت نہ کی جائے گی۔ اے اللہ! کیا تو چاہتا ہے کہ آج کے بعد تیری عبادت کبھی نہ کی جائے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تضرع وزاری سے دعا فرمائی یہاں تک کہ آپ کے دونوں کندھوں سے چادر گر گئی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چادر درست کی اور عرض کی (اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) بس فرمایئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے بڑے الحاح کے ساتھ دعا فرمائی ہے۔ ادھر اللہ نے فرشتوں کو وحی فرمائی:

(أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ)

(26) "بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں سو ایمان والوں کو جمائے رکھو میں ابھی کافروں کے دلوں میں دہشت ڈال دیتا ہوں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی بھیجی:

(أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ﴿﴾)

"بے شک میں یکے بعد دیگرے آنے والے ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا۔"

جنگ کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو ہدایت کرتے ہوئے فرمایا:

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ ﴿﴾ وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿﴾) (28)

"اے ایمان والو! جب تمہارا سامنا کافروں کے لشکر سے ہو جائے تو ان سے پشت مت پھیرنا اور جو کوئی ان سے اپنی پشت اس روز پھیر لے گا سوائے اس کے کہ پینترا بدل رہا ہو لڑائی کے لئے یا (اپنی) جماعت کی طرف پناہ لے رہا ہو، تو وہ اللہ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔" دشمن سے مڈ بھیڑ کی دعا کرنا ہی نہیں چاہیے۔ اگر یہ نوبت آجائے تو اس صورت میں میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنا قرآن کی نظر میں ایک بہت بڑا جرم ہے۔ سوائے ان استثنیات کے کہ جن کا ابھی ذکر آیا ہے۔

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ ۖ وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿﴾) (28)

"اے ایمان والو! جب دشمن کی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو۔ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی اور صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور ان

لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو اپنا (کارنامہ) دکھاتے ہوئے نکلے اور اللہ کی راہ سے روکتے تھے اور اللہ ان کے سب کاموں پر (اپنے علم وقدرت کے ساتھ) محیط ہے۔"

مذکورہ آیات کی روشنی میں میدان جہاد میں کامیابیاں حاصل کرنے کے لئے ان باتوں پر عمل کرنا بہت ضروری ہے۔ دشمن کی کثرت سے گھبرانا نہیں بلکہ ہر حال میں استقامت کا مظاہرہ کرنا چاہیے، زبان پر ذکرِ الٰہی، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت خواہ میدان جنگ میں سر کٹ رہے ہوں، اور عورتوں کے سہاگ اُجڑ رہے ہوں، اِس کے علاوہ باہمی ایک دوسرے کا احترام بھی کرنا ہو گا، صبر واستقلال کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے جہاد کا مقصد تو صرف رضائے الٰہی اور اعلاء کلمۃ اللہ ہی ہونا چاہیے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہدایت کی کہ کافر جب قریب ہوں تو ان پر تیر چلانا، تیروں کو بچا بچا کر رکھنا(30) اور تم میں سے کوئی شخص کسی کی طرف پیش قدمی نہ کرے جب تک میں پیش قدمی نہ کروں۔

(31) جب کفار تمہارے قریب آ جائیں تو ان کو تیر مارو اور جب تک وہ تم سے مل نہ جائیں اپنی تلواروں کو مت سونتو۔(یعنی جب تک وہ تلوار کی زد میں نہ آ جائیں، تلواریں میانوں سے مت نکالنا اور تیر ہی سے مارنا)

(32) مشرکین مکہ اپنی کثرت کی وجہ سے دھوکے میں پڑ گئے، حالانکہ کفار کو جنگ میں اُلجھانے کے لئے قدرت نے مسلمانوں کی تعداد کم دکھا دی، مسلمانوں کی کم تعداد دیکھ کر جب وہ لوگ لڑائی کے لئے تیار ہو گئے تو اللہ نے انہیں مرعوب کرنے کے لئے فرمایا:

(قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۖ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ ۚ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَن يَشَاءُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ﴿﴾) (33)

"بے شک تمہارے لئے نشانی تھی دو گروہوں میں جو آپس میں بھڑے، ایک جماعت ان میں سے اللہ کی راہ میں لڑتی تھی اور دوسری کافر تھی۔ وہ انہیں اپنے سے دو گنا دیکھتے تھے کھلی آنکھوں سے اور اللہ قوت دیتا ہے اپنی مدد سے جسے چاہتا ہے، بے شک اس میں ضرور عبرت ہے آنکھوں والوں کے لئے۔" جنگ شروع ہوئی۔ کفار کی طرف سے شیبہ بن ربیعہ، عتبہ اور ولید بن عقبہ میدان جنگ میں اترے۔ مومنین کی طرف سے سید الشہداء امیر حمزہ، حضرت علی اور حضرت ابو عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم مقابلے کے لئے نکلے، تینوں کافر مارے گئے۔ اللہ نے ان تین جوں مردِ مجاہدین اور تینوں کافروں کے بارے میں فرمایا:

(هَٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ ۖ فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّن نَّارٍ يُصَبُّ مِن فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ ﴿﴾ يُصْهَرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ ﴿﴾ وَلَهُم مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيدٍ ﴿﴾ كُلَّمَا أَرَادُوا أَن يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيدُوا فِيهَا وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿﴾ إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ

فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿﴾ وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوا إِلَىٰ صِرَاطِ الْحَمِيدِ ﴿﴾) (34)

''یہ دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے رب (کے بارے میں) اختلاف کیا تو جنہوں نے کفر کیا۔ ان کے لئے آگ کے کپڑے تیار کر دیئے گئے ہیں، ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ جس سے گل جائے گا جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے اور ان کی کھالیں (بھی) اور ان کو مارنے کے لئے لوہے کے گرز ہوں گے۔ جب وہ شدت درد سے اس سے نکلنا چاہیں گے (پھر) اسی میں دھکیل دیئے جائیں گے اور (ان سے کہا جائے گا) چکھو آگ کا عذاب۔ بے شک اللہ داخل فرمائے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے، جنتوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ ان میں سونے کے کنگن انہیں پہنائے جائیں گے اور موتی، اور وہاں ان کا لباس ریشم کا ہو گا۔ اور ان کو (دنیا میں) ہدایت دی گئی پاکیزہ بات کی اور حمد کہتے ہوئے (ادب) کے راستہ کی طرف ان کی رہنمائی کی گئی۔ (35) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا بیان ہے کہ جنگ کی بھٹی تیزی سے سلگی ہوئی تھی، میں صف میں کھڑا تھا، اچانک نظر پڑی تو دیکھا دو انصاری نوجوان دائیں بائیں کھڑے ہیں۔ انہوں نے ان دونوں نوجوانوں کی وجہ سے اپنے آپ کو غیر محفوظ تصور کیا۔ وہ ابھی انہیں خیالات میں تھے کہ اتنے میں اچانک ایک نوجوان نے دوسرے سے چھپاتے ہوئے ان کو ہاتھ سے دبایا اور دریافت کیا: ''اے چچا جان! کیا آپ ابو جہل کو پہچانتے ہیں؟'' حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا: ''ہاں پہچانتا ہوں''

اس نوجوان نے کہا: ''مجھے بتایئے ان میں ابو جہل کون سا ہے'' حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے بھتیجے! تم ان کا کیا کرو گے'' نوجوان نے کہا: ''مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔ لہٰذا میں نے اللہ سے عہد کیا ہے کہ اگر میں اسے دیکھوں گا تو قتل کر دوں گا یا خود شہید ہو جاؤں گا۔''

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو اس نوجوان کی بات سے بہت تعجب ہوا، اسی طرح دوسرے لڑکے نے بھی اپنے ساتھی سے چھپا کر حضرت عبدالرحمٰن سے اسی قسم کی باتیں کیں۔ حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں (کہ یہ باتیں سننے کے بعد) اب مجھے وہ تمنا اچھی معلوم نہیں ہوئی کہ ان نوجوانوں کے بجائے میرے دائیں بائیں دو مرد ہوتے۔ تھوڑی دیر بعد ابو جہل دکھائی دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے ان دونوں لڑکوں کو اشارہ سے بتایا کہ وہ ابو جہل ہے۔ یہ سنتے ہی وہ دونوں اپنی تلواروں کے ساتھ شاہین کی طرح اس پر جھپٹے اور اس کو قتل کر دیا۔

یہ دونوں لڑکے عفراء کی اولاد میں سے تھے۔ ایک کا نام معاذ بن عفراء اور دوسرے کا نام معاد بن عمرو بن جموح تھا۔ ابو جہل کو قتل کرنے کے بعد دونوں لڑکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (ابو جہل کے قتل کی) خوشخبری سنائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے؟'' ان میں سے ہر ایک لڑکے نے کہا: ''میں نے'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم نے اپنی تلواروں کو صاف کر لیا ہے؟'' انہوں نے جواب دیا: ''نہیں'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی تلواریں دیکھیں پھر فرمایا کہ تم دونوں نے اسے قتل کیا ہے۔'' (36) (ابھی) انفرادی مقابلے جاری ہی تھے کہ مشرکین مکہ نے مسلمانوں کی طرف پیش قدمی کر دی حتیٰ کہ وہ

مسلمانوں کے قریب آ گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی اور جنت کی بشارتیں سنائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس جنت میں جانے کے لئے تیار ہو جاؤ جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے مساوی ہے۔"

حضرت عمیر بن حمام انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ایسی جنت میں جس کی عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں"۔ انہوں نے (یعنی صحابی) نے کہا: ''واہ، واہ'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: "واہ، واہ" کہنے کا کیا مطلب ہے؟

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم میں نے اس امید میں یہ بات کہی تھی کہ میں جنتی ہو جاؤں گا" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک تم جنتی ہو"

یہ سن کر حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے ترکش میں سے کچھ کھجوریں نکالیں اور انہیں کھانے لگے، پھر کہنے لگے، اگر میں ان کھجوروں کے ختم ہونے تک زندہ رہا تو بہت وقت لگ جائے گا۔ لہٰذا انہوں نے جو کھجوریں ان کے پاس تھیں انہیں پھینک دیا پھر کفار سے جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔(37) جنگ جاری تھی کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے حارث بن عامر کو قتل کر دیا۔

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بھی کافروں کے ایک بہت بڑے سردار کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔(38) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا مقابلہ عبیدہ بن سعید بن العاص سے ہوا، جس کی کنیت ابو ذات الکرش تھی۔ عبیدہ آہن پوش تھا۔

سوائے آنکھوں کے اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آتا تھا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس پر نیزے سے حملہ کیا اور اس کی آنکھوں میں تیر مارا، یہ ضرب اس کی ہلاکت کا سبب بنی۔ بعد میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کی نعش پر پاؤں رکھ کر بڑی مشکل سے وہ نیزہ اس کے جسم سے نکالا۔

نیزہ کی دونوں دھاریں ٹیڑھی ہو گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے وہ نیزہ مانگا، انہوں نے اس نیزہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔(39) حضرت حارثہ بن زید رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں بڑی بے جگری سے لڑے، آخر کار لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ جب حضرت حارثہ کی والدہ کو ان کی شہادت کی اطلاع ملی تو وہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہے کہ حارثہ سے میرا کیا تعلق تھا، اگر وہ جنت میں گیا ہے تو میں صبر کرتی ہوں اور ثواب کی امید رکھتی ہوں، اگر اس کے علاوہ کوئی دوسری بات ہے تو پھر دیکھئے میں کیا کرتی ہوں۔

میں اس پر بہت روؤں گی" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم پر افسوس تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیا جنت ایک ہی ہے؟ جنتیں بہت سی ہیں وہ تو جنت الفردوس میں ہے جو سب سے اعلیٰ جنت ہے۔" (40) جنگ پوری شدت سے جاری تھی۔ اللہ نے اپنے وعدے کے مطابق فرشتوں کو مسلمانوں کی نصرت کے لئے بھیجا اور ان سے فرمایا:

﴿إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَمَن يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿﴾﴾

(41) "(اور وہ وقت بھی یاد کرو) جب آپ کے رب نے فرشتوں کو وحی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تو ایمان والوں کو تم ثابت قدم رکھو، عنقریب میں کافروں کے دلوں میں ہیبت ڈال دوں گا تم کافروں کی گردنوں کے اوپر مارو اور کافروں کے ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔" جب شیطان نے ملکوتی قوتوں کو میدان جنگ میں اترتے ہوئے دیکھا تو راہ فرار اختیار کرلی۔

﴿وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ ۖ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ ۚ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿﴾﴾

(42) "اور (یاد کرو) جب شیطان نے ان کے کاموں کو ان کے لئے پسندیدہ بنادیا اور کہا کہ آج لوگوں میں کوئی (بھی) تم پر غلبہ پانے والا نہیں اور بے شک میں تمہیں پناہ دینے والا ہوں۔ پھر جب دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو وہ (شیطان) الٹے پاؤں بھاگا اور کہا بے شک میں تم سے بیزار ہوں یقیناً میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔" فرشتے میدان جنگ میں آ گئے اور مسلمانوں کی جماعت میں شریک ہو گئے اور کفار کے خلاف لڑنے لگے۔ اسی دوران میں ایک مسلمان ایک کافر کے پیچھے دوڑا، اسے اوپر سے ایک کوڑے کی آواز سنائی دی اور ایک سوار کی آواز بھی آئی جو کہہ رہا تھا کہ اے خیزوم آگے بڑھو، اتنے میں وہ کیا دیکھتا ہے کہ وہ کافر اس کے سامنے چت گرا پڑا ہوا ہے، اس کی ناک پر نشان تھا، اس کا منہ پھٹ گیا تھا گویا کہ اسے کسی نے کوڑا مارا ہے، اس کا رنگ سبز ہو چکا تھا، وہ شخص یہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سارا ماجرا بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم سچ کہتے ہو، یہ فرشتے تیسرے آسمان سے مدد کے لئے آئے تھے" (34) فرشتوں کی جماعت میں حضرت جبرئیل بھی موجود تھے، آپ نے فرمایا: "یہ جبرئیل ہتھیار پہنے ہوئے اور اپنے گھوڑے کا سر پکڑے ہوئے کھڑے ہیں" (44) حضرت جبرئیل نے پوچھا" آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں اہل بدر کو کیا مقام دیتے ہیں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنگ بدر میں شرکت کرنے والے مسلمان تمام مسلمانوں سے افضل ہیں۔"

حضرت جبرئیل نے عرض کی کہ "اسی طرح وہ فرشتے جو جنگ بدر میں شریک ہوئے ہیں ان تمام فرشتوں سے افضل ہیں جو جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے" (45) ابھی جنگ ختم نہ ہوئی تھی، بلکہ پوری طرح عروج پر تھی کہ فاتح کائنات نے کچھ سنگ ریزے کفار کی طرف پھینکے، سنگ ریزوں کی تاثیر سے کافروں کے حوصلے ٹوٹ گئے، ہمتیں پست پڑ گئیں اور مسلمانوں کے ہاتھوں بھیڑ بکری کی طرح ذبح ہونے لگے اور رب کائنات نے ان کی تدبیروں کو خاک میں ملا دیا۔

﴿فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ ۚ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٧﴾﴾ (46)

"تو (اے مسلمانو!) تم نے انہیں قتل نہیں کیا لیکن اللہ نے انہیں قتل کیا اور (اے نبی) آپ نے (خاک) نہیں پھینکی جس وقت آپ نے پھینکی لیکن اللہ نے پھینکی اور تا کہ عطا فرمائے ایمان والوں کو اپنی طرف سے عطائے جمیل، بے شک اللہ ہے بہت سننے والا سب کچھ جاننے والا۔" سپاہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مادی وسائل نہ ہونے کے برابر تھے، چونکہ عرش پر مسلمانوں کی کامیابی کا وعدہ ہو چکا تھا اس لئے رب العزت نے مٹھی بھر صحابہ کی امداد کے لئے آسمانوں سے فرشتے نازل فرمائے اور میدان جہاد میں مسلمان سرخرو ہوئے۔

جس وقت کفار میدان جنگ سے کلیۃً شکست کھا گئے اور ان کے بڑے بڑے سردار مارے گئے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کون ہے جو جا کر دیکھے کہ ابوجہل کس حال میں ہے" حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے انہوں نے اس کی داڑھی پکڑ کر پوچھا: "کیا تو ہی ابوجہل ہے؟" اس نے کہا کیا ہوا اگر کسی آدمی کو اسی کی قوم نے قتل کر دیا۔ یہ قتل میرے لئے کوئی باعث ننگ و عار نہیں۔ بعد میں جب اسے معلوم ہوا کہ اسے تو انصاری لڑکوں نے قتل کیا ہے تو کہنے لگا کاش مجھے کاشتکاروں کے علاوہ کسی اور نے قتل کیا ہوتا۔(47) ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق مکہ نے آج اپنے جگر پاروں کو میدان فرقان میں اُگل دیا تھا۔ یہ وہ سردار تھے جو دارالندوۃ میں شمع ہدایت کے گل کر دینے پر متفق ہو گئے تھے۔ ان میں گیارہ صنادید قریش تھے جو میدان بدر میں تہ تیغ ہوئے۔

کفار کے چوبیس سردار مارے گئے جن میں ابوجہل، عقبہ، شیبہ بن ربیعہ، عقبہ بن ابی معیط، امیہ بن خلف وغیرہ شامل تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ان کی لاشوں کو کنویں میں ڈال دیا جائے، آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے صحابہ نے ان کی لاشوں کو کنویں میں پھینک دیا، ماسوائے امیہ کی لاش کے وہ کنویں میں نہیں ڈالی جا سکی، اس کی وجہ اس کا موٹاپا تھا۔ جب اس کی لاش کو گھسیٹا گیا تو کنویں تک پہنچنے سے پہلے اس کے جوڑ جوڑ علیحدہ ہو گئے۔(48) فتح کے بعد رسول اللہ میدان جنگ میں تین دن قیام فرمایا کرتے تھے۔ حسب معمول آپ نے دو روز قیام کے بعد تیسرے روز اپنی سواری کی تیاری کا حکم فرمایا۔ سواری تیار کر دی گئی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدل ہی چل دیئے۔ صحابہ کرام بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہو لئے، صحابہ کرام سمجھ گئے کہ آپ کسی خاص ضرورت کی وجہ سے کہیں جا رہے ہیں۔

جب آپ کنویں کے قریب پہنچے وہاں پہنچ کر آپ کنویں پر تشریف لے گئے اور کنویں کے کنارے پر کھڑے ہو کر آپ نے مقتولین کو ان کے نام اور ان کے باپوں کے نام لے لے کر پکارا "اے فلاں بیٹے فلاں کے! کیا تمہیں اب اس بات کی خواہش ہے کہ کاش تم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی۔ بے شک ہمارے رب نے جو وعدہ ہم سے کیا تھا وہ پورا کر دیا۔ کیا تم نے بھی اس وعدہ کو سچا پایا جو تمہارے رب نے تم سے کیا تھا" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے جسموں سے بات کر رہے ہیں جن میں روح نہیں؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے ہو؟" (49) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رؤسائے مکہ اور بے شمار جنگی قیدیوں اور مال غنیمت کے ہمراہ مدینہ میں داخل ہوئے تو منافقین اور بت

پرستوں کے دل دہل گئے۔ عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے اب بہتری اسی میں ہے کہ اسلام قبول کر لیا جائے۔ الغرض وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور (بظاہر) مسلمان ہو گئے۔(50) آج کی مہذب دنیا اسیرانِ جنگ سے بدترین اور وحشیانہ سلوک روا رکھتی ہے۔

محسن انسانیت نے انہیں بلند مرتبہ عطا فرمایا۔ ان سے حسن سلوک کی اعلیٰ مثالیں صحابہ نے قائم کیں۔ مدینہ میں تشریف آوری کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمام جنگی قیدیوں کو پیش کیا گیا۔ ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس بھی تھے، ان کے جسم پر لباس نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے قمیص تلاش کی لیکن کسی کی بھی قمیص ان کے ٹھیک نہ آئی سوائے عبداللہ بن ابی کی قمیص کے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی سے قمیص لے کر انہیں پہنا دی۔(51) قیدیوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: "

یہ ہمارے چچازاد ہیں اور ہمارے خاندان ہی کے افراد ہیں، میری رائے یہ ہے کہ آپ انہیں کچھ مال کے عوض چھوڑ دیں تا کہ اس مال سے کفار کا مقابلہ کرنے کے لئے سامان حرب اکٹھا کیا جائے اور شاید اللہ تعالیٰ بعد میں انہیں اسلام کی توفیق عطا فرما دے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے ابن خطاب تمہاری کیا رائے ہے؟" حضرت عمر نے کہا: "اللہ کی قسم میری وہ رائے نہیں جو ابو بکر صدیق کی ہے۔ میری رائے تو یہ ہے کہ آپ انہیں ہمارے سپرد کر دیں تا کہ ہم ان کے سر قلم کر دیں، عقیل کو علی بن ابی طالب کے حوالے کر دیں وہ انہیں قتل کر دیں اور مجھے میرا فلاں رشتہ دار دے دیں تا کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ ان کا قتل بڑا ضروری ہے کیونکہ یہ کفر کے سردار اور اس کے مہرے ہیں" رسول رحمت کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے پسند آئی۔ حضرت عمر کی رائے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں کیا۔(52) اسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور وہ ان پلیدوں کے متعلق سفارش کرتا تو میں اس کی خاطر سب کو چھوڑ دیتا۔"

(53) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت کے لوگوں کا فدیہ فی آدمی چار سو درہم مقرر کئے تھے۔(54) الغرض قیدیوں سے فدیہ لیا گیا، ان میں عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب فدیہ وصول کیا جا رہا تھا تو اس موقع پر انصار نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! "آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم اپنے بھانجے عباس رضی اللہ عنہ کا فدیہ معاف کر دیں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انہیں ایک درہم بھی نہ چھوڑا جائے۔" (55) جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کی رہائی کے لیے فدیے بھیجے تو حضرت زینب بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے خاوند ابو العاص کی آزادی کے لئے کچھ مال بھیجا اور اسی مال میں اپنا ایک ہار بھی بھیجا جو حضرت خدیجہ کا تھا، انہوں نے یہ ہار حضرت زینب کو شادی کے موقع پر بطور تحفہ دیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

جب رسولِ خدا نے اس ہار کو دیکھا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی حالت غربت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بھر آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رقت طاری ہوگئی اور مصاحبت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد آئی، اس لئے کہ وہ ہار ان کے گلے میں رہتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا اگر تم مناسب جانو تو زینب کی خاطر اس قیدی کو چھوڑ دوں اور وہ مال پھر واپس کر دوں جو زینب نے اس کی رہائی کے لئے بھیجا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ زینب کا مال بھی واپس کر دیں اور ابو العاص کو بھی چھوڑ دیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔ ابو العاص کو چھوڑتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے عہد لیا کہ زینب رضی اللہ عنہا کو میرے پاس آنے سے مت روکنا چنانچہ زینب کو مکہ سے لانے کے لئے زید بن حارثہ اور انصار میں سے ایک شخص کو مکہ بھیجا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ زینب کی آمد تک تم بطن یاجج (ایک مقدم ہے مکے کے پاس) ٹھہرے رہنا۔(56) مشورہ (اور قیدیوں کی) رہائی کے دوسرے روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے رو رہے ہیں۔

انہوں نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کیوں رو رہے ہیں۔ اگر مجھے بھی رونا آیا تو میں روؤں گا ورنہ آپ دونوں کے رونے کی وجہ سے رونے کی صورت ہی بنالوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں اس واقعہ کی وجہ سے رو رہا ہوں جو تمہارے ساتھیوں سے فدیہ لینے کی وجہ سے پیش آیا" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کی طرف جو آپ کے قریب ہی تھا، اشارہ کر کے فرمایا۔ "میرے سامنے ان لوگوں کا عذاب لایا گیا (جنہوں نے فدیہ لے کر چھوڑنے کا مشورہ دیا تھا) وہ عذاب اس درخت سے بھی قریب تھا" اس موقع پر درج ذیل آیات نازل ہوئیں:

﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۞ لَّوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۞ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۞﴾

(57) "کسی نبی کی شان کے لائق نہیں کہ اس کے لئے قیدی ہوں یہاں تک کہ وہ زمین میں (کافروں کا) اچھی طرح خون بہالے تم (اپنے لئے) دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ (تمہارے لئے) آخرت کا ارادہ فرماتا ہے اور اللہ بڑا غالب بہت حکمت والا ہے۔" اگر پہلے سے (معافی کا حکم) اللہ کی طرف سے لکھا ہوا نہ ہوتا تو (کافروں سے) جو (فدیہ کا مال) تم نے لیا اس میں ضرور تمہیں بڑا عذاب پہنچتا۔ اور جو مال غنیمت کی صورت میں ملا ہے اسے تم کھا سکتے ہو۔ وہ حلال اور پاکیزہ ہے البتہ اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے (یہ اس کی مہربانی ہی ہے کہ تمہاری دنیا طلبی کو معاف کر دیا)" (58) جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح یقینی تھی، اور کفار کی شکست بھی لازمی امر تھا، اور ذلت ناک عذاب ان کا مقدر بن چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی امداد فرمائی اور کافروں کو شکست سے دوچار کیا، ان میں سے ہر جماعت کو وہی کچھ ملا جس کی وہ مستحق تھی۔ اللہ نے کفار کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿إِن تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ ۖ وَإِن تَنتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَإِن تَعُودُوا نَعُدْ وَلَن تُغْنِيَ عَنكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كَثُرَتْ وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۞﴾ (59)

"(اے کافرو) اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو فیصلہ تمہارے پاس آ چکا اور اگر باز آ جاؤ تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم (شرارت کی طرف) دوڑے تو ہم پھر تمہیں سزا دیں گے اور تمہارا گروہ تمہارے کچھ کام نہ آئے گا اگر چہ وہ بہت ہو اور یہ کہ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔" کفار کو اپنی کثرت کا گھمنڈ تھا، انہیں یہ احساس ہر وقت بے قرار رکھتا تھا کہ ہماری کثرت ہے۔ ہمارے اور ہمارے ہمنواؤں کے پاس مادی وسائل ہیں اور آلات حرب بھی وافر ہیں۔ کفار میں کچھ لوگ مسلمانوں کی فتح کے منتظر تھے کہ اگر مسلمانوں کو عسکری طور پر کامیابی ہوئی تو ہم ان کے ساتھ مل جائیں گے۔ اللہ رب العزت نے ان سے فرمایا اگر تم مسلمانوں کی فتح کے منتظر تھے تو وہ وقت آ گیا انہیں فتح عطا فرما دی گئی ہے۔ اب تمہیں اسلام قبول کر لینا چاہیے۔ فرمایا اے نبی! ان باغیوں سے کہہ دو کہ تم ان شرارتوں اور فساد فی الارض سے رک جاؤ۔ جو کچھ بھی ان سے ہو چکا ہے وہ معاف کر دوں گا وگرنہ ان کا حشر بھی وہی کروں گا جو ان سے پہلے مفسدوں کا انجام کر چکا ہوں۔

زمین پر قانون خداوندی کا راج نہ تھا اور نہ ہی حکومت الٰہیہ کا قیام بلکہ غیر اللہ کا قانون ہی جاری و ساری تھا۔ زمین فتنہ و فسادات کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی۔ ان فتنوں کی سرکوبی اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ۚ فَإِنِ انتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٣٩﴾ وَإِن تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَوْلَاكُمْ ۚ نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ﴿٤٠﴾﴾

(60) "اور کافروں سے برابر لڑتے رہو جب تک کہ فتنہ (یعنی غیر اللہ کا قانون) ختم نہ ہو جائے اور (ہر جگہ) اللہ اکیلے ہی کے قوانین نافذ ہو جائیں، ہاں اگر وہ باز آ جائیں تو اللہ ان کے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور اگر وہ منہ موڑ لیں تو جان لو کہ اللہ تمہارا حامی ہے اور وہ اچھا حامی ہے اور اچھا مددگار ہے۔" اس آیت میں کفار سے مسلسل جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ کفر زمین پر کبھی بھی امن پسند نہیں کرتا وہ ہمیشہ سے زمین پر گھناؤنی سازشیں کرتا رہا ہے۔ مال غنیمت کو اگر چہ اللہ نے حلال کر دیا تھا لیکن اس سلسلہ میں تفصیلی احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ میدان جنگ سے بھاگنے والوں کا تعاقب کیا گیا تو پیچھا چھڑانے کی خاطر وہ لوگ زرہیں پھینکتے جاتے تھے۔

جسے مسلمانوں نے اٹھالیا۔ کچھ مال تجارت بھی ساتھ تھا جو دباغت شدہ کھالوں کے بستروں پر مشتمل تھا۔ جنگ بدر میں بہت سامان غنیمت ہاتھ آیا تھا۔ اس میں ایک تلوار بھی تھی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے وہ تلوار لے لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ "یہ تلوار مجھے عنایت فرما دیجئے آپ کو میرے حالات کا اچھی طرح علم ہے"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے وہیں رکھ دو۔ جب وہ اسے رکھنے لگے تو اس کے دل نے اسے ملامت کی، پھر دوبارہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یہ تلوار مجھے دے دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا سخت لہجہ میں فرمایا کہ اسے وہیں رکھ دو۔ صحابہ نے سوال کیا آخر اس کے مصارف کیا ہیں۔ ارشاد ہوا:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنفَالِ ۖ قُلِ الْأَنفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۖ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴾

(61) "(اے نبی، لوگ) آپ سے غنیمتوں کے متعلق سوال کرتے ہیں فرمادیجئے غنیمتیں اللہ اور اس کے رسول کی ہیں تو اللہ سے ڈرو (غنیمت کی تقسیم میں اختلاف نہ کرو) اور اپنے باہمی معاملات کو درست رکھو اور اللہ کے رسول کا حکم مانو اگر تم مومن ہو۔" پھر فرمایا:

﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ إِن كُنتُمْ آمَنتُم بِاللَّهِ وَمَا أَنزَلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾

(62) "اور جان لو کہ مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کے لئے، اور رسول کے لیے، اور اقرباء کے لئے، اور یتیموں کے لئے، اور مساکین کے لئے، اور مسافروں کے لئے ہے۔ اگر تمہارا اللہ پر ایمان ہے اور اس (نصرت) پر ایمان جو اللہ نے اپنے بندے پر حق و باطل میں فرق کر دینے والے دن اس وقت نازل کی جب کہ دو فوجوں کی مڈ بھیڑ ہوئی (تو تمہیں یہ فیصلہ ماننا ہو گا) اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔" (تمہاری یہ فتح اسی کی قدرت و نصرت سے ہوئی ہے۔) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب غنیمت پہنچتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تقسیم کا ارادہ فرماتے تو بلال کو حکم دیتے کہ بلال رضی اللہ عنہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ جس جس کے پاس مال غنیمت ہے وہ میرے پاس جمع کرا دے، لوگ اپنی اپنی غنیمتیں لے آتے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے پانچواں حصہ نکال لیتے اور باقی مال غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیتے۔ ایک شخص اس تقسیم کے بعد یعنی پانچواں حصہ نکالنے کے بعد ایک بال کی مہار لایا اور کہا یا رسول اللہ یہ مال غنیمت میں سے ہے، آپ نے فرمایا کیا تو نے بلال کی آواز سن لی تھی، اس نے تین بار اعتراف کیا کہ ہاں میں نے بلال کی پکار سن لی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کیا رکاوٹ تھی؟ اس نے معذرت کی کہ مجھ سے تاخیر ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اسی طرح رہو قیامت کے دن اس مہار کو لاؤ گے اور میں تم سے قبول نہ کروں گا۔ (63)

ایک مرتبہ حضرت سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! کیا فلاں شخص شہید ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر گز نہیں۔ میں نے اس کو ایک عبا کی (چوری کی) وجہ سے دوزخ میں دیکھا ہے جسے اس نے مال غنیمت میں سے چرایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عمر رضی اللہ عنہ! اٹھ لوگوں میں یہ اعلان کر دو کہ جنگ میں صرف مومن ہی داخل ہوں گے۔ ان کے سوا کوئی (چور اچکا خائن) داخل نہ ہو گا۔"

آپ نے تین بار ایسا ہی فرمایا، پھر عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان کر دیا۔ (64) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم فرمایا تو اس میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک اونٹنی عطا فرمائی۔ پھر ان کو ایک اونٹنی خمس میں سے مزید عنایت فرمائی۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ سے شادی کا ارادہ کیا تو بنو قینقاع کے ایک سنار سے وعدہ لیا کہ وہ ان کے ساتھ (جنگل) جائے تا کہ وہ اذخر گھاس لا کر سناروں کے ہاتھ فروخت کریں اور اس رقم سے شادی کے بعد ولیمہ کریں۔ وہ اپنی اونٹنیوں کے لئے ہودہ، گھاس کا ظرف اور رسیاں جمع کرنے میں مشغول ہو گئے اور اونٹنیوں کو ایک انصاری کے حجرہ کی ایک جانب باندھ دیا۔ جب سارا سامان جمع کر کے اونٹنیوں کے پاس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے کوہان کاٹ لئے گئے ہیں اور

ان کی کلیجیاں نکال لی گئی ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ بے اختیار رونے لگے۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کام کس نے کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ حمزہ بن عبدالمطلب نے یہ کام کیا ہے۔

اور وہ اس گھر میں چند شراب پینے والوں کے ساتھ ہیں، ان کے پاس ایک گانے والی بھی ہے، جو گاتے گاتے یہ کہنے لگی کہ اے حمزہ ہمارے لئے موٹی اونٹنیاں لاؤ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اٹھے انہوں نے ان اونٹنیوں کے کوہان کاٹ ڈالے اور کلیجیاں نکال لیں۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت زید بن حارثہ بیٹھے ہوئے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ آپ نے پوچھا: "تمہارا کیا حال ہے؟" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آج جیسا دن پہلے کبھی نہیں دیکھا۔

حمزہ رضی اللہ عنہ نے میری اونٹنیوں کے کوہان اور کولہے کاٹ لئے ہیں اور وہ (ابھی) اسی گھر میں ہیں۔ ان کے ساتھ کچھ اور شراب پینے والے بھی وہاں موجود ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر منگوائی، چادر اوڑھ کر آپ وہاں تشریف لے گئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے پیچھے ہو لئے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس گھر کے دروازہ پر پہنچے، اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ اہل خانہ نے اجازت دے دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ شراب نوشی کر رہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو ملامت کی لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نشہ میں چور تھے، ان کی آنکھیں سرخ تھیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا، پہلے نظر اٹھا کر آپ کے گھٹنے تک دیکھا، پھر نظر اٹھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناف تک دیکھا، پھر نظر اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو دیکھا اور کہا: "تم سب میرے باپ کے غلام ہو" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ وہ نشہ میں چور ہیں، لہٰذا آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ واپس تشریف لے گئے۔ (65) یہ واقعہ حرمت خمر سے پہلے پیش آیا تھا۔

میدان بدر میں فتح کے اثرات دور رس نکلے، حق و باطل کا یہ معرکہ قیامت تک کے لئے میزان ہے۔ اہل ایمان کے لئے حوصلہ کا روشن مینار ہے۔ کثرت پر قلت کا غلبہ، کفر پر ایمان کی کامیابی، ساز و براق پر بے سرو سامانی کی برتری۔ یہ چند عناوین ہی ہماری ملی تاریخ کے درخشاں باب ہیں۔ جن کی سرخی بدر کے مجاہدوں نے اپنے خون کی دھار سے لکھی۔ حق کی خاطر مر مٹنے کی روایت ڈالی۔ غزوہ بدر کی کامیابی کا سب سے بڑا اثر یہ ہوا کہ مسلمانوں کو پورے عرب میں استقرار نصیب ہوا۔ تمام طاغوتی طاقتیں ان کا لوہا ماننے پر مجبور ہوئیں۔ قریش کے مقابلے میں فریق کی حیثیت حاصل ہوئی۔ انہیں مسلمانوں کی قوت کا پوری طرح احساس ہوا، قریش کی سیاسی شہرت، سیاسی حیثیت بری طرح مجروح ہوئی۔ ان کی شام کی تجارتی شاہراہ غیر محفوظ ہو گئی۔ اسلام کی مرکزیت اور مدینہ کی مملکت مستحکم ہو گئی۔

عرب قبائل کوئی قدم اٹھانے سے پہلے سوچنے پر مجبور ہو گئے۔ یہود مدینہ معیشت، عسکری اور مادی وسائل کی بناء پر اپنے آپ کو برتر تصور کرتے تھے۔ اس فتح نے ان کے حوش و حواس معطل کر دیئے۔ مسلمانوں کو اپنے لئے زبردست خطرہ محسوس کرنے لگے۔

حواشی غزوہ بدر

1۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي، باب غزوۃ تبوك عن کعب بن مالك

2۔ رسول رحمت: 27

3۔ ایضاً

4۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي، باب ذکر النبي صلي اللہ علیه وسلم من یقتل ببدر عن ابن مسعود

5۔ جامع ترمذي، باب ماجاء في المشورۃ عن ابي هریرہ

6۔ سورۃ الانفال: آیت 7،8

7۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي، باب إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ ، عن ابي مسعود

8۔ صحیح مسلم، باب غزوۃ بدر عن انس

9۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي، باب إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ ، و کتاب التفسیر سورۃ المائدۃ عن ابي مسعود

10۔ ابوداؤد، باب في بعث العیون

11۔ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب ثبوت الجنة للشهید

12۔ ابن ماجه، باب الاستعانة بالمشرکین عن ام المومنین عائشه

13۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد باب کراهة الاستعانة بکافر عن عائشه

14۔ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ باب ثبوت الجنة للشهید عن انس

15۔ صحیح مسلم، باب غزوۃ بدر عن انس رضي اللہ عنه

16۔ رسول رحمت: ص 276، اردو دائرہ معارف اسلامیه 153/4 سیرت النبی شبلی نعمانی 315/1

17۔ ابن ماجه باب السرايا، صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب عدة اصحاب بدر عن براء

18۔ صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب الامداد بالملائكة في غزوة بدر

19۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب عدة اصحاب بدر عن براء

20۔ صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب ثبوت الجنة للشهيد عن انس

21۔ صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة بدر عن انس۔ ابوداؤد، باب في الاسير ينال منه و يضرب ويعزر

22۔ سورة الانفال: آیت 42

23۔ سورة آل عمران: آیت 123

24۔ صحيح بخاري، كتاب الوكالة عن عبدالرحمٰن بن عوف

25۔ سورة الانفال: آیت 44

26۔ سورة الانفال آیت 12، صحيح مسلم، باب الامداد بالملائكة عن عمر رضي الله عنه۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ ، عن ابن عباس، كتاب التفسير، سورة القمر

27۔ سورة الانفال: آیت 9 28۔ سورة الانفال: آیت 15،16

29۔ سورة الانفال: آیت 45 تا 47

30۔ صحيح بخاري، كتاب الجهاد۔ ابوداؤد، باب في سل السيوف

31۔ صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب ثبوت الجنة للشهيد

32۔ سنن ابي داؤد، باب في سل السيوف

33۔ سورة آل عمران: آیت 13

34۔ سورۃ الحج، آیت 19 تا 24، صحیح بخاري، کتاب التفسیر عن ابي ذر، وکتاب المغازي و صحیح مسلم، کتاب التفسیر

35۔ صحیح بخاري، کتاب التفسیر عن ابي ذر۔ وصحیح مسلم، کتاب التفسیر

36۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي عن عبدالرحمٰن بن عوف و کتاب الفرض الخمس باب من لم یخس الاسلاب، و صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب استحقاق القاتل سلب القتیل

37۔ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب ثبوت الجنة للشهید عن انس

38۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي عن ابي هریرہ

39۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي عن زبیر

40۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي عن ابي هریرہ رضي الله عنه، باب غزوۃ الرجیع

41۔ سورۃ الانفال: آیت 12،13

42۔ ایضاً: آیت 48

43۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب الامداد بالملائکة في غزوۃ بدر (عن عمر)

44۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي، باب شهود الملائکة بدراً (عن ابي عباس)

45۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي، باب شهود الملائکة بدراً (عن ابن عباس)

46۔ سورۃ الانفال: آیت 17

47۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي، باب قتل ابي جهل عن انس و ابن مسعود في باب شهود الملائکة بدراً عن انس۔ وصحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب فضل قتل ابي جهل عن انس

48۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي، باب قتل ابي جهل عن ابي طلحه

49۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، ابواب غزوة بدر، باب قتل ابي جهل عن ابي طلحه۔صحيح مسلم، كتاب الجنة والنار

50۔ صحيح بخاري، كتاب التفسير، سورة آل عمران، باب وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ عن اسامة 51۔ صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب الكسوة للاساري عن جابر

52۔ صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب امداد الملائكة عن عمر رضي الله عنه

53۔ صحيح بخاري، كتاب فرض الخمس، باب ما من النبي صلي الله عليه وسلم عن جبير رضي الله عنه

54۔ سنن ابي داؤد، باب في فداء الاسير بالمال عن ابن عباس رضي الله عنه

55۔ صحيح بخاري، كتاب العتق و فضله، بَابُ إِذَا أُسِرَ أَخُو الرَّجُلِ أَوْ عَمُّهُ هَلْ يُفَادَى عن انس

56۔ ابوداؤد، باب في فداء الاسير بالمال عن عائشه 57۔ سورة الانفال: آيت 67 تا

69 58۔ صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب امداد الملائكة في غزوة بدر عن عمر

59۔ سورة الانفال: آيت 19 60۔ سورة الانفال: آيت 39، 40

61۔ سورة الانفال: آيت 1، صحيح مسلم، باب من فضل سعد بن ابي وقاص و كتاب الجهاد، باب الانفال

62۔ ايضاً: آيت 41

63۔ سنن ابي داؤد، باب في الغلول إذا كان يسيرا يتركه الإمام ولا يحرق رحله عن عبدالله

64۔ ابوداؤد

65۔ صحيح بخاري، كتاب فرض الخمس عن علي رضي الله عنه و كتاب المغازي، باب شهود الملائكة و كتاب البيوع، باب بيع الحطب والكلا و صحيح مسلم، كتاب الاشربة، باب تحريم الخمر عن علي رضي الله عنه

جنگ بنو نضیر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یثرب آمد کے بعد یہود مدینہ حسد کی آگ میں جلنے لگے، آپ اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔

ارشاد ربانی ہے: (ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۖ وَمَن يُشَاقِّ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿﴾)

(1) "(یہودیوں پر جنگ کی آفت اس لئے نازل ہوئی کہ) یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کیا کرتے تھے۔ اور جو شخص بھی اللہ کی (یعنی اللہ کے دین کی) مخالفت کرے تو (وہ سمجھ لے) کہ بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔" حکم عدول قوموں کی سزا یقیناً اللہ کا عذاب ہوتا ہے، ہر قوم جو اللہ اور اس کے رسول کے خلاف برسرپیکار ہوئی وہ صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ گئی۔ جو قوم بھی اللہ کے دین کے غالب کرنے والوں کو مغلوب کرنے کی کوشش کرتی ہے قدرت انہیں عذاب میں مبتلا کر دیتی ہے۔

منافقین، یہود مدینہ کی سازشوں میں برابر کے شریک تھے بلکہ یہودیوں کو مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ کرنے والے دراصل یہی منافقین ہی تھے۔ جنہوں نے بظاہر تو اسلام قبول کر لیا اور حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے اور حقیقتاً ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہ تھا۔

قرآن حکیم نے انہیں منافقوں کے بارے میں فرمایا:

(أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِن قُوتِلْتُمْ لَنَنصُرَنَّكُمْ) (2)

"کیا تم نے ان منافقوں کو نہیں دیکھا جو اپنے کافر بھائیوں سے جو اہل کتاب ہیں، کہا کرتے ہیں کہ اگر تم جلا وطن کئے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل چلیں گے اور تمہارے بارے میں کسی کا کہنا نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ ہوئی تو تمہاری مدد کریں گے۔

اللہ رب العزت نے مومنوں کو یہودیوں اور منافقوں کے خطرناک عزائم سے بروقت آگاہ کیا، اور مسلمانوں کی ہمت بندھائی کہ فکر مت کرو منافقین تمہارے خلاف میدان جنگ میں ہرگز نہ آسکیں گے۔

(وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿﴾ لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ وَلَئِن قُوتِلُوا لَا يَنصُرُونَهُمْ وَلَئِن نَّصَرُوهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنصَرُونَ ﴿﴾)

(3) "اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔ اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے۔ اور اگر ان سے جنگ ہوئی تو ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر مدد کریں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ پھر ان کو کہیں سے بھی مدد نہ ملے گی۔" اللہ نے مسلمانوں کی ہمت بندھائی، یہودیوں اور منافقین کی دلی کیفیت کھول کر ان پر بیان فرمادی تا کہ یہ لوگ ہمت نہ ہار بیٹھیں۔

لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرًى مُّحَصَّنَةٍ أَوْ مِن وَرَاءِ جُدُرٍ ۚ بَأْسُهُم بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ ۚ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُونَ ﴿﴾ (4)

"(مسلمانو) تمہاری ہیبت ان کے دلوں میں خدا سے بھی بڑھ کر ہے۔ یہ اس لئے کہ یہ سمجھ نہیں رکھتے۔ یہ سب جمع ہو کر بھی تم سے نہیں لڑ سکتے، مگر بستیوں کے قلعوں میں (پناہ لے کر) یا دیواروں کی اوٹ میں (مستور ہو کر) ان میں آپس میں شدید عداوت ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ یہ اکٹھے اور ایک جان ہیں مگر ان کے دل ایک دوسرے سے پھٹے ہوئے ہیں۔

یہ اس لئے کہ ان میں عقل نہیں (عقل ہوتی؟ تو آپس میں پھوٹ نہ ہوتی) اللہ نے مقابلہ سے قبل ہی مسلمانوں کو بنو نضیر سے ہونے والی جنگ اور اس کے نتائج کے بارے میں آگاہ کر دیا تھا۔ کہ تم فکر مت کرو فتح و کامرانی تمہاری قدم بوسی کرے گی اور یہودیوں کے وقار کو خاک میں ملا دیا جائے اور تمہیں ابدی اور دائمی عزت مل جائے گی۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿كَمَثَلِ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ۖ ذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿﴾﴾ (5)

"ان کا حال ان لوگوں کا سا ہے جو ان سے کچھ ہی پیشتر اپنے کاموں کی سزا کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ اور (ابھی) ان کے لئے دکھ دینے والا عذاب (تیار ہے)" جب یہودیوں اور منافقوں کی سازشیں پایہ تکمیل تک پہنچ گئیں تو یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر نے جنگ کی ابتداء کی

(6) یہودیوں کے اس قبیلہ کے نام پر ہی اس جنگ کا نام جنگ بنو نضیر رکھا گیا۔ یہودیوں کے قبیلے بنو قینقاع اور بنو قریظہ اس جنگ میں شریک تھے۔ (7) اللہ رب العزت نے تو پہلے ہی بتلا دیا تھا کہ یہودی قلعہ بند ہوں گے۔ منافقین نے انہیں کسی قسم کی بھی امداد فراہم نہ کی۔

﴿وَظَنُّوا أَنَّهُم مَّانِعَتُهُمْ حُصُونُهُم مِّنَ اللَّهِ﴾ (8)

"اور وہ لوگ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ان کے قلعے ان کو خدا (کے عذاب) سے بچالیں گے۔ مسلمانوں نے بحکم الٰہی جنگی نقطہ نظر سے کچھ کھجوروں کے درخت کاٹ ڈالے اور کچھ نذر آتش کر دیئے اور کچھ کو ویسے ہی چھوڑ دیا۔ (9)

﴿مَا قَطَعْتُم مِّن لِّينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ ﴿﴾﴾ (10)

"(مومنو) کھجور کے جو درخت تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا سو خدا کے حکم سے تھا اور مقصود یہ تھا کہ وہ نافرمانوں کو رسوا کرے۔" معلوم ہوتا ہے پیغمبر خدا میدان جنگ ہو یا حالت امن، اس میں اپنی من مانی نہیں کیا کرتے تھے، بلکہ وہی کام کرتے جس کا آپ کو اللہ کی جانب سے حکم ہوتا تھا۔ جب خدائی فوج نے درختوں کو نذر آتش کیا تو مداح رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت کی زبان سے بے ساختہ یہ شعر نکلا۔

وَهَانَ عَلَى سَرَاةِ بَنِي لُؤَيٍّ

حَرِيقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيرُ

سرداران نبی لوی (یعنی قریش) کے لئے باعث شرم ہے کہ بویرہ میں آگ لگ رہی ہے جس کی چنگاریاں دور دور تک جارہی ہیں (لیکن اس کے باوجود قریش اپنے دوستوں کی مدد نہیں کرتے) قریش کی طرف سے ابوسفیان بن حارث نے جواب میں دو شعر کہے:

أَدَامَ اللهُ ذَلِكَ مِنْ صَنِيعٍ

وَحَرَّقَ فِي نَوَاحِيهَا السَّعِيرُ

سَتَعْلَمُ أَيُّنَا مِنْهَا بِنُزْهٍ

وَتَعْلَمُ أَيُّ أَرْضَيْنَا تَضِيرُ

"اللہ یہ آگ ہمیشہ جلائے رکھے اور اس کے اطراف جہنم چلتی رہے۔ جلد ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون اس آگ سے دور ہے اور کون سی زمین کو نقصان پہنچتا ہے۔"

(11) بدباطن قوم یہود نے جنگ تو چھیڑ دی لیکن مقابلہ کرنے کی جراءت نہ کر سکے۔ اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو بغیر لڑائی کئے فتح و کامرانی سے نوازا۔(وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٦﴾) (12)

"اور لیکن اللہ اپنے پیغمبروں کو جن پر چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔" فتح کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کو جلا وطن کر دیا۔ ان کے ساتھ بنو قینقاع کو بھی مدینہ منورہ سے نکال دیا۔ قبیلہ بنو قریظہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان فرمایا انہیں مدینہ میں رہنے کی اجازت دے دی۔(13)

﴿هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِن دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ ۚ مَا ظَنَنتُمْ أَن يَخْرُجُوا ۖ وَظَنُّوا أَنَّهُم مَّانِعَتُهُمْ حُصُونُهُم مِّنَ اللَّهِ فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا ۖ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ ۚ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُم بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ ۞ وَلَوْلَا أَن كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۞﴾ (14) ”وہی ہے جس نے اہل کتاب کافروں کو پہلے ہی ہلے میں ان کے گھروں سے نکال باہر کیا۔ تمہیں ہر گز یہ گمان نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور وہ بھی سمجھے بیٹھے تھے کہ ان کی گڑھیاں انہیں اللہ سے بچالیں گی مگر اللہ ایسے رخ سے ان پر آیا جدھر کا خیال بھی نہ کیا گیا تھا۔ اس نے ان کے دلوں پر رعب ڈال دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خود اپنے ہاتھوں سے بھی اپنے گھروں کو برباد کر رہے تھے اور مومنوں کے ہاتھوں سے بھی برباد کروا رہے تھے۔ پس عبرت حاصل کرو، اے دیدہ بینا رکھنے والو!

اگر اللہ نے ان کے حق میں جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو دنیا ہی میں انہیں عذاب دے ڈالتا، اور آخرت میں تو ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے ہی۔“ جب بھی کوئی قوم جہاد کی غرض سے نکلتی ہے اور ان کا مطمع نظر اعلاء کلمۃ اللہ ہو تو قدرت ان کی اعانت و نصرت ضرور فرماتی ہے اور انہیں بے آسراء و بے سہارا ہر گز نہیں چھوڑتی۔ قوم یہود جنہیں اپنی دولت اور دفاعی نظام پر گھمنڈ تھا۔

مدینہ کے اندر گڑھیاں بنا کر رہتے تھے۔ ان کے لئے یہ وسائل فتنہ کی صورت اختیار کر گئے، بجائے اس کے کہ وہ خداداد نعمتوں کی قدر کرتے، انہوں نے کفران نعمت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ماننے والوں کو رسوا کرنے کے منصوبے بناتے رہتے تھے۔

ان کے ذہن کے کسی گوشے میں بھی یہ بات نہ تھی کہ ہمارے خلاف کوئی ایکشن لیا جاسکتا ہے۔ آخر وہ قوم حرکت میں آتی ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر موت وحیات کی بیعت کی تھی، انہیں مجبور کر دیتی ہے کہ تم یہاں سے چلے جاؤ تم اس لائق نہیں کہ یہاں رہ سکو۔ تمہاری بربادی کے فیصلے ہو چکے ہیں۔ آخر وہی منکر رسالت اپنے ہی ہاتھوں سے مکانوں کو مسمار کرتے ہیں۔ کیا اللہ نے ان یہودیوں کو قیامت تک کے لئے درس عبرت نہیں بنا دیا تھا؟ آج امت مسلمہ منقبت و ذلت میں گھری ہوئی ہے۔ دنیا میں کوئی قوم بھی اس قدر مظلوم نہیں جس قدر یہ امت مرحومہ ہے۔ مسلمان پوری دنیا میں مٹ رہے ہیں قوم یہود پورے عروج پر ہے۔ آج قوموں کے مقدر کے فیصلے اس مغضوب اور ضال قوم کے ہاتھوں میں ہیں۔ اس صفحہ ہستی پر کوئی صاحب اقتدار ان کی مرضی کے خلاف دم نہیں مار سکتا۔ مسلمانو! کیا تمہیں یہودیوں کی بستیاں اجڑتی نظر آرہی ہیں؟ کل کی بات ہے جب انہیں والی بطحاء کے سامنے قیدی مجرموں کی صورت پابہ زنجیر پیش کیا گیا۔ اور وہ بے بس کھڑے تھے انہیں اپنے جرائم کا یقین تھا۔ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم عبادہ بن صامت منصف تھے۔ عبادہ کہہ رہے تھے:

”اے بنو قینقاع! تم مدینہ چھوڑ دو۔ گھریلو اشیاء صرف جس قدر لے جاسکتے ہو اٹھالے جاؤ، البتہ آلات حرب ساتھ نہیں لے جاسکتے۔“ انہوں نے گھروں کی کھڑکیاں اور دروازے تک اکھیڑ لئے۔ حضرت عبادہ بن صامت نے انہیں مدینہ سے باہر ذباب نامی پہاڑ تک پہنچایا اور وہ شام کی طرف چل دیئے۔ ایک مرتبہ قوم یہود سرزمین حجاز میں مدینہ اور خیبر کے گلی کوچے میں ذلیل ورسوا ہوئے۔

ان کے گھر بار اجڑ گئے عزتوں اور رفعتوں نے ان کے گھروں سے کوچ کر لیا۔ رحمتوں اور عزتوں نے مسلمانوں کے گھروں میں ڈیرے ڈال دیئے۔ یہ سب کچھ جہاد کی برکتوں کے موجب تھا۔

مسلمانو! آج تمہیں پہاڑ پکارتے ہیں، بر و بحر دعوت عمل دے رہے ہیں، دیبل کی بندرگاہ کسی محمد بن قاسم کی تلاش میں ہے۔ اور سمندروں کی موجیں کسی طارق بن زیاد کی کھوج میں ہیں۔ کشمیری عوام، بوسنیا، اور فلپائن کے باشندے ضیاء الحق کے تدبر کے متلاشی ہیں۔ کلکتہ اور دہلی کے بازار حسن میں بیٹھنے والیاں وہی مسلمان بیٹیاں جنہیں تم ہندوستان چھوڑ آئے تھے۔ مسلمانو! وہ تمہاری ہی بیٹیاں ہیں تم ذرا انہیں پہچاننے کی کوشش تو کرو وہ تمہارے ہی خون ہیں ان کی آہوں اور چیخوں سے تمہارے دل کیوں نہیں پھٹتے؟ مسلمانو! اٹھا کفار، یہود وہنود کی قوت کو پاش پاش کر دو اگر تم آج نہ اٹھے تو تم دنیا سے مٹ جاؤ گے۔ مسجد اقصیٰ اور بابری مسجد تمہیں کبھی معاف نہیں کریں گی۔ جہاد کے بغیر ممکن ہی نہیں کہ تم دنیا و آخرت کی فلاح پا جاؤ۔ قرآن کی روشنی میں دیکھئے جنگ کے کیا نتائج مرتب ہوتے ہیں۔

(وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ ۝) (15) ''اور یہ کہ وہ نافرمانوں کو رسوا کرلے۔'' (أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا) (16)

اہل کتاب کی جلا وطنی: (يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُم) (17) گھروں کی بربادی ان کے اپنے ہی ہاتھوں سے: (وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ) (18)
مومنین کی خوش حالی یہودیوں کی بہت سی املاک مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں۔ کیونکہ یہ املاک بغیر لڑائی کے مسلمانوں کے ہاتھ آئیں اس لئے ان کو مجاہدین میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ان املاک کا مصرف قرآن نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

(وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ مَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ ۚ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝) (19)

''اور جو مال اللہ نے ان کے قبضے سے نکال کر اپنے رسول کی طرف پلٹا دیئے وہ ایسے مال نہیں ہیں جن پر تم نے اپنے گھوڑے اور اونٹ دوڑائے ہوں، بلکہ اللہ اپنے رسولوں کو جن پر چاہتا ہے، تسلط عطا فرما دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ بستیوں کے لوگوں سے اپنے رسول کی طرف پلٹا دے وہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور رشتے داروں اور یتامیٰ اور مساکین اور مسافروں کے لئے ہے تاکہ وہ تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔ جو کچھ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دے اس سے رک جاؤ۔

اللہ سے ڈرو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ (نیز وہ مال) ان غریب مہاجرین کے لئے ہے جو اپنے گھروں اور جائیدادوں سے نکال باہر کئے گئے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت پر کمربستہ رہتے ہیں۔ یہی راست باز لوگ ہیں۔ (اور وہ ان لوگوں کے لئے بھی ہے) جو ان مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی ایمان لا کر دارالہجرت میں مقیم تھے۔ یہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آئے ہیں اور جو کچھ بھی ان کو دے دیا جائے ان کی کوئی حاجت تک یہ اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے۔

(وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۰﴾) (20)

(اور وہ ان لوگوں کے لئے بھی ہے) جو ان اگلوں کے بعد آئے ہیں، جو کہتے ہیں کہ ہم "اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان سب بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لئے کوئی بغض نہ رکھ، اے ہمارے رب، تو بڑا مہربان اور رحیم ہے۔"

یہ مال جو بطور فی (یعنی بغیر جنگ) کے حاصل ہوا تھا، اس میں سے کچھ مال خالصتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا۔ پھر بھی اس میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بہت کچھ دیا۔

باقی جو بچتا اس میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کو پورے سال کا خرچ دے دیا کرتے تھے۔ اس کے بعد جو بچتا تھا اس کو اللہ کے راستے میں خرچ کر دیا کرتے تھے، اس سے سامان جنگ خریدتے تھے (21) ان اموال میں باغ فدک بھی شامل تھا۔ فدک کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ ہاں اس مال میں سے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی ازواج مطہرات وغیرہ) اپنے گزارے کے لئے لے سکتے ہیں۔ (22) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ یا تفسیر کا وہ واقعہ جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باغ فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا، بالکل لغو ہے۔ انصار نے کھجوروں کے جو باغات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحویل میں دے رکھے تھے، بنو نضیر کی فتح کے بعد وہ باغات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو واپس کر دیئے۔ (23)

حواشی جنگ بنو نضیر

1۔ سورۃ الحشر: آیت 4

2۔ ایضاً: آیت 11

3۔ سورۃ الحشر: آیت 11،12

4۔ ایضاً: آیت 13،14

5۔ سورۃ الحشر: آیت 5

6۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب حديث بني نضير عن ابن عمر رضي الله عنه و صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب جواز قطع الاشجار

7۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب حديث بني نضير عن ابن عمر

8۔ سورۃ الحشر: آیت 2

9۔ كتاب المغازي، باب حديث بني نضر

10۔ سورۃ الحشر: آیت 5۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب حديث بني نضير

11۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب حديث بني نضير عن ابن عمر، ابن ماجہ میں ابن عمر سے اوپر والے دونوں شعر مروی ہیں

12۔ سورۃ الحشر: آیت 6

13۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب حديث بني نضير

14۔ سورۃ الحشر: آیت 2، 3

15۔ سورۃ الحشر: آیت 5

16۔ ایضاً: 2

17۔ ایضاً: 2

18۔ ایضاً: 2

19۔ ایضاً 6 تا 9

20۔ سورۃ الحشر : آیت 10

21۔ صحیح مسلم ، کتاب الجھاد ، باب حکم الفي

22۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي، باب حدیث بني نضیر عن ابي بکر و صحیح مسلم ، کتاب الجھاد ، باب قول النبي صلي اللہ علیہ وسلم ما ترکنا فھو صدقة

23۔ کتاب فرض الخمس، باب کیف قسم النبي صلي اللہ علیہ وسلم قریظة عن انس و کتاب المغازي صحیح بخاري

جنگ اُحد

بدر کی شکست نے اہل مکہ کو آتش زیر پا کر دیا تھا۔ کوئی ایسا گھرانہ باقی نہ رہا تھا جہاں ماتم بپا نہ ہو۔ کسی کا والد، کسی کا جگر گوشہ، کسی کا بھائی یا کوئی نہ کوئی رشتہ دار ضرور بدر کی بھینٹ چڑھ چکا تھا، جو سردار گرفتار ہوئے ذلت سے دوچار تھے ان کا سر بہا اڑھائی لاکھ درہم دینا پڑا۔

تازہ ترین واقعہ یوں رونما ہوا کہ کفار مکہ نے عراق کے راستے تجارت بحال کرنا چاہی تو وہاں بھی مسلمانوں نے چھاپہ مارا اور ایک لاکھ درہم کی مالیت کی چاندی ہاتھ سے جاتی رہی نہ یہ راستہ محفوظ نہ وہ راستہ۔ لے دے کر اب تجارت حبشہ اور یمن کے راستے باقی رہ گئی تھی۔

حبشہ سے تجارت میں شام کے مقابلے میں بہت کم منافع تھا۔ قریش کی سیادت ہر حیثیت سے متاثر ہو رہی تھی۔ دینی اعتبار سے یوں کہ عرب کی ایک بڑی تعداد بت پرستی سے برگشتہ ہونے لگی۔ یہ کعبہ کے متولیوں کی دینی برتری پر ایک ضرب کاری تھی، معاشرتی نقطہ نظر سے اسلام نے غلام کو آزاد کر کے مساوی درجہ دے کر اخوت کی لڑی میں پرو دیا تھا، خونی رشتے کاٹ کر دینی رشتہ مستحکم کر دیا۔ کفار کی عسکری برتری اور افرادی قوت کا بھرم میدان بدر میں کھل چکا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کیسے کیسے سورما مارے گئے۔

نہ اسلحہ کی برتری کام آئی اور نہ ہی کثرت تعداد، یہ سب عناصر مل کر قریش کے سیاسی اثر ورسوخ کو ٹھیس پہنچا رہے تھے۔ حبشہ کے بادشاہ نے ان کی بات نہ سنی اور مسلمانوں کو اپنے ہاں باعزت طور پر ٹھہرایا بلکہ خود بھی اسلامی قافلے کا ایک فرد بن گیا، اوس و خزرج جو عرصہ دراز سے یہودیوں کی سازشوں کا شکار تھے، امن و سلامتی کے متلاشی تھے، انہوں نے مسلمانوں کو اپنے ہاں مستقل طور پر آباد کیا اور مدینہ مسلمانوں کے لئے ایک اسلامی ریاست کی حیثیت اختیار کر گیا۔

مسلمان یہاں پھل پھول رہے تھے۔ اہل مکہ اور سرداران قریش کے لئے یہ صورت حال بے حد پریشان کن اور راتوں کی نیند اڑانے والی تھی۔ سینے پر سانپ لوٹ رہا تھا، آہوں میں نفرت کا کالا دھواں اور انتقال کی آگ روشن تھی، مکہ کا ہر فرد محسوس کر رہا تھا کہ اگر جلد از جلد مسلمانوں کو نیچا نہ دکھایا

گیا تو پھر قریش کی رہی سہی عزت اور وقار بھی خاک میں مل جائے گا۔ مشرکین مکہ نے پورے جوش و خروش کے ساتھ مدینہ پر حملہ کر دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ﴾ (1) "اور کافر تم پر جوش کے ساتھ حملہ کر دیں گے۔" حملے کا مقصد مسلمانوں سے جنگ بدر کا بدلہ لینا تھا جیسا کہ ابوسفیان کے الفاظ سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ "آج بدر کا بدلہ ہے" اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خوشخبری و تسلی دی اور ان کی ہمت افزائی فرمائی۔ قرآن حکیم میں ہے:

﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿﴾﴾ (3) "اور اللہ نے جنگ بدر میں بھی تمہاری مدد کی تھی اور اس وقت بھی تم بے سروسامان تھے۔ پس اللہ سے ڈرو (اور ان احسانوں کو یاد کرو) تاکہ شکر کرو۔"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی محاذ جنگ پر مسلمانوں کو پوری طرح اطمینان دلایا۔ قرآن حکیم میں ہے:

﴿إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَن يَكْفِيَكُمْ أَن يُمِدَّكُمْ رَبُّكُم بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنزَلِينَ ﴿﴾ بَلَىٰ ۚ إِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ﴿﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُم بِهِ ۗ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴿﴾﴾ (4) "جب تم مومنوں سے یہ کہہ (کر ان کا دل بڑھا) رہے تھے کہ کیا یہ کافی نہیں کہ پروردگار تین ہزار فرشتے نازل کر کے تمہیں مدد دے۔

ہاں اگر تم دل کو مضبوط رکھو اور (اللہ سے) ڈرتے رہو اور کافر تم پر جوش کے ساتھ دفعتاً حملہ کر دیں تو پروردگار پانچ ہزار فرشتے جن پر نشان ہوں گے تمہاری مدد کو بھیجے گا۔ اور اس مدد کو تو اللہ تمہارے لئے (ذریعہ) بشارت بنایا۔ یعنی اس لئے کہ تمہارے دلوں کو اس سے تسلی حاصل ہو۔ ورنہ مدد تو اللہ ہی کی ہے جو غالب (اور) حکم والا ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (5) "اور (اس وقت کو یاد کرو) جب تم صبح کو اپنے گھر سے روانہ ہو کر ایمان والوں کو لڑائی کے لئے مورچوں پر (موقع بہ موقع) متعین کرنے لگے۔"

جب آپ اُحد کے میدان میں پہنچے تو آپ کے ساتھیوں میں سے کچھ (جو منافق تھے) مدینہ واپس چلے آئے (انہوں نے جنگ میں شرکت نہیں کی بلکہ مومنین کی ہمت شکنی کا سبب بے) مومنوں کے دو قبیلے بنو سلمہ اور بنو حارثہ بزدلی اور پست ہمتی کا شکار ہوئے۔ قرآن میں ہے:

﴿إِذْ هَمَّت طَّائِفَتَانِ مِنكُمْ أَن تَفْشَلَا وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿﴾﴾ (6) "اس وقت تم میں سے دو جماعتوں نے جی چھوڑ دینا چاہا مگر اللہ ان کا مددگار تھا اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔"

جو منافقین مدینہ چھوڑ کر چلے گئے ان کے متعلق صحابہ کرام میں دو گروہ ہو گئے۔ ان میں سے ایک کہتا تھا کہ ہم منافقین سے جنگ کریں گے، دوسرا کہتا تھا کہ ہم ان سے جنگ نہیں کریں گے۔ اللہ نے بصورت خفگی ارشاد فرمایا:

(فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ وَاللَّهُ أَرْكَسَهُم بِمَا كَسَبُوا) (7) "(اے مومنو!) تو کیا سبب ہے کہ تم منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہو رہے ہو حالانکہ اللہ نے ان کو ان کے کرتوتوں کے سبب اوندھا کر دیا ہے۔" جنگ کی صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازوں کا ایک پیدل دستہ ایک جگہ متعین فرمایا۔ یہ دستہ پچاس تیر اندازوں پر مشتمل تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دستہ پر حضرت عبداللہ بن جبیر کو امیر بنایا۔ ان لوگوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم یہاں سے نہ ہٹنا اگرچہ تم یہ دیکھو کہ ہماری فتح ہوگئی ہے اور ہم نے دشمن کو پامال کر دیا ہے۔ جب تک میں تم کو خود نہ بلواؤں اور اگر تم دیکھو کہ دشمن ہم پر غالب آگئے ہیں اور پرندے ہمارے جسموں کو نوچ کرلے جارہے ہیں پھر بھی تم یہاں سے نہ ہٹنا اور ہماری مدد کے لئے نہ آنا حتیٰ کہ میں خود تم کو نہ بلواؤں۔ (8) حضرت براء کا بیان ہے اللہ نے کفار کو شکست فاش دی میں نے مشرکین کی عورتوں کو دیکھا کہ وہ میدان جنگ سے بھاگنے کے لئے پہاڑوں پر چڑھنے لگیں۔ عبداللہ بن جبیر سے ان کے تیر انداز ساتھیوں نے کہا عبداللہ تمہارے اصحاب دشمنوں پر غالب آگئے ہیں۔ اب تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو آگے بڑھ کر مال غنیمت لے لو۔ عبداللہ بن جبیر نے کہا تم بھول گئے ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کہا تھا، انہوں نے کہا خدا کی قسم ہم تو جائیں گے اور مال غنیمت کا مال لیں گے وہ گئے اللہ نے ان کے منہ پھیر دیئے اور ان کو شکست ہوئی۔ (9) اُحد پہاڑ مسجد نبوی سے کوئی ساڑھے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ مدینہ کے شمالی مضافات میں کوئی چار یا پانچ میل کے رقبہ میں خط مستقیم مشرق سے مغرب کی طرف پھیلا ہوا ہے اس کے اطراف چکر لگایا جائے تو پوری مسافت پانچ میل کی بنتی ہے۔ مدینہ سے دیکھو تو یہ پہاڑ سرخ رنگ کا نظر آتا ہے۔ جس پر کوئی سبزہ وغیرہ نہیں دکھائی دیتا۔ قرب وجوار کے پہاڑی سلسلوں میں یہ الگ تھلگ پہاڑ ہے۔

اس کا سلسلہ ہائے کوہ میں منفرد ہونا اس نام کی وجہ تسمیہ ہے۔ پہاڑ پر کئی مقامات ایسے ہیں جہاں بارش کا پانی قدرتی طور پر حوض کی طرح جمع ہو جاتا ہے۔ احد کے جنوبی سمت میں بیچ میں ایک نعل نما حصہ ہے۔ اس کی زمین اونچی ہے۔

دامن جبل کے میدان کے بعد وادی قناۃ ہے۔ وادی قناۃ میں بہنے والا دریا عاقول کی قدرتی جھیل کو لبریز کرتا ہوا ینسوع کے قریب بحر احمر میں جا گرتا ہے۔ بارش میں اس دریا کا بہاؤ مشرق سے مغرب کی سمت ہوتا ہے۔ وادی قناۃ کے اس طرف ایک چھوٹی سی پہاڑی جبل العینین (دو چشموں کی پہاڑی) واقع ہے۔ چونکہ اس کے شمال میں دو چشمے تھے اس لئے یہ نام پڑ گیا۔

اسی مقام پر لڑائی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس تیر اندازوں کو متعین فرما دیا تھا۔ جب سے اس کا نام "جبل الرماۃ" یعنی تیر اندازوں کی پہاڑی پڑ گیا۔ جب دونوں فوجیں میدان احد میں اتر آئیں اور ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہو گئیں تو کفار کی طرف سے سباع نامی ایک شخص مقابلہ کرنے کے لئے نکلا۔ اس نے کہا مجھ سے کون مقابلہ کرے گا؟ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مقابلہ کے لئے نکلے اور کہا "اے سباع! اے ام انمار کے بیٹے (جو عورتوں کے ختنے کیا کرتی تھی) کیا تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتا ہے؟" یہ کہہ کر اس پر حملہ کر دیا اور گزشتہ کل کی طرح اسے ختم کر دیا۔ (10) باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی۔ مسلمانوں نے اللہ کے وعدہ کے مطابق کفار کو دھڑا دھڑ قتل کرنا شروع کر دیا۔

(وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُم) (11) "اور بے شک اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دیا جب تم اس کے حکم سے انہیں قتل کرتے تھے۔" (مِّن بَعْدِ مَا أَرَاكُم مَّا تُحِبُّونَ) (12) "اس کے بعد اللہ تمہیں دکھا چکا تھا تمہاری پسندیدہ چیز۔"

کفار شکست کھا کر بھاگنے لگے۔ ان کی عورتوں کی حالت نہایت ناگفتہ بہ تھی۔ پنڈلیوں سے دامن اٹھائے تیزی سے پہاڑ کی طرف بھاگ رہی تھیں اور پنڈلیاں کھل جانے کی وجہ سے ان کی پازیبیں نظر آرہی تھیں۔ حضرت عبد اللہ بن جبیر کے دستہ کے لوگوں نے جب یہ دیکھا تو کہنا شروع کر دیا "مال غنیمت، مال غنیمت" (یہ کہہ کر وہ مال غنیمت لوٹنے کے لئے جانے لگے) حضرت عبد اللہ بن جبیر نے انہیں بہت سمجھایا کہ (ایسانہ کرو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ یہاں سے نہ ہلنا، اور کیا تم بھول گئے ہو کہ تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا ہم تو ضرور مال غنیمت لوٹیں گے۔ غرض یہ کہ انہوں نے عبد اللہ بن جبیر کا کہنا نہ مانا اور مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔

(13) صحابہ کرام نے کمزوری کا مظاہرہ کیا اور حکم رسول کی تعمیل میں اختلاف کیا اور بالآخر نافرمانی کر بیٹھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(حَتَّىٰ إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُم) (14) "یہاں تک کہ تم نے بزدلی دکھائی (اور اپنے) کام میں اختلاف کیا اور تم نے نافرمانی کی۔" ان میں بعض دنیا کی طلب میں گرفتار ہو گئے اور مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔

(مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا) (15) "تم میں سے کوئی دنیا کا ارادہ کرتا تھا۔" بعض لوگوں نے نافرمانی نہیں کی اور نہ ہی وہ دنیا کی طلب میں مبتلا ہوئے بلکہ مورچوں میں ڈٹے رہے اور آخرت کی طلب میں لگے رہے۔

(وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ) (16) "اور کوئی تم میں آخرت چاہتا تھا۔" بہر حال طالبان دنیا کی اس نافرمانی کا وبال سب پر پڑا۔ اللہ نے بطور سزا کے مسلمانوں کو مصیبت میں مبتلا کر دیا۔ "لِيَبْتَلِيَكُمْ" (17) "تاکہ وہ تمہاری آزمائش کرے" کافروں کی طرف سے مسلمانوں کا منہ پھیر دیا۔" "ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ" (18) "پھر اللہ نے تمہارا منہ ان سے پھیر دیا۔" اس افراتفری میں مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچا۔ سب سے پہلے حضرت جابر کے والد شہید ہو گئے۔ (19) جب مسلمان کفار کی شکست خوردہ فوج کا تعاقب کر رہے تھے تو ابلیس لعین چلا چلا کر مسلمانوں سے کہنے لگا: "اے اللہ کے بندو پیچھے کی خبر تو لو" مسلمان یہ سمجھے کہ کفار نے پیچھے سے حملہ کر دیا ہے، آگے والے پیچھے کی طرف مڑے اور اپنے ہی آدمیوں سے لڑنے لگے، آپس میں گتھم گتھا ہو گئے اور ایک دوسرے کو پہچاننا مشکل ہو گیا۔

حضرت یمان رضی اللہ عنہ پر مسلمان ٹوٹ پڑے، ان کے لڑکے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بہت چلائے کہ یہ تو میرے والد ہیں لیکن کسی نے ایک نہ سنی اور حضرت یمان کو شہید کر دیا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تمہیں معاف کرے۔ (20) اس پریشانی کے عالم میں کچھ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ ان کی اپنی غلطی کے سبب شیطان نے انہیں کمزور کر دیا اور وہ بزدل ہوئے۔ ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا پریشانی اور افراتفری کا عالم ہو سکتا ہے کہ جب اپنوں ہی کی تلواریں ایک دوسرے کا سر قلم کرنا شروع کر دیں ایسے وقت میں یقیناً ہر شخص اپنے آپ کو بچانے کی

کوشش کرے گا۔ یہ بھاگنے والے اسی پیدل دستے کے افراد تھے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جبیر کی ماتحتی میں متعین فرمایا تھا۔(21) میدان جنگ سے پیٹھ پھیرنے والوں کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ﴾ (22) "جو لوگ تم میں سے (اُحد کے دن) جب کہ (مومنوں اور کافروں کی) دو جماعتیں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئیں (جنگ سے) بھاگ گئے۔ تو ان کے بعض افعال کے سبب شیطان نے ان کو پھسلا دیا۔" یہ لوگ بھاگے ہی چلے جا رہے تھے، مڑ کر نہیں دیکھتے تھے حالانکہ رسولِ خدا میدان جنگ میں کھڑے انہیں آوازیں دے رہے تھے، صحابہ پر دہشت طاری تھی انہوں نے کچھ بھی نہ سنا اس لئے کہ ان پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ قرآن حکیم میں ہے:

﴿إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوُونَ عَلَىٰ أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ﴾ (23) "جب تم لوگ دور بھاگے جاتے تھے اور کسی کو پیچھے پھر کر نہیں دیکھتے تھے اور رسول اللہ تم کو تمہارے پیچھے کھڑے بلا رہے تھے کہ خدا نے تم کو غم پر غم پہنچایا تاکہ جو چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہی یا جو مصیبت تم پر واقع ہوئی اس سے کم اندوہناک نہ ہو۔" اس افراتفری کے عالم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف بارہ آدمی رہ گئے۔(24) ایک گروہ کے خیالات اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمائے ہیں:

﴿وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۖ يَقُولُونَ هَل لَّنَا مِنَ الْأَمْرِ مِن شَيْءٍ ۗ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ ۗ يُخْفُونَ فِي أَنفُسِهِم مَّا لَا يُبْدُونَ لَكَ ۖ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هَاهُنَا ۗ قُل لَّوْ كُنتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ ۖ وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾

(25) "اور ایک گروہ تھا (منافقوں کا) جو اپنی جانوں کے غم میں پڑے ہوئے تھے اور وہ اللہ پر ناحق بدگمانی کرتے تھے جاہلیت کی سی بدگمانی۔ وہ کہتے تھے کہ کیا اس کام میں ہمارے لئے بھی کچھ ہے؟ آپ فرما دیں۔ بے شک سب کام اللہ ہی کے لئے ہے۔ چھپاتے ہیں اپنے دلوں میں وہ چیز جو تم پر ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کاش ہمارا کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ کئے جاتے۔ فرما دیجئے اگر تم اپنے گھروں میں (بھی) ہوتے تو جن لوگوں کا قتل کیا جانا لکھا جا چکا تھا وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف ضرور نکل آتے اور (یہ) اس لئے (ہوا) کہ اللہ تمہارے دلوں کی بات آزمائے اور (شیطانی وسوسوں سے) تمہارے دلوں کو صاف کر دے اور اللہ دلوں کی بات خوب جانتا ہے۔"

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ وہ ہتھیار پہنے ہوئے تھا۔ اس نے کہا "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں لڑوں یا اسلام قبول کروں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام لاؤ پھر لڑو۔ وہ شخص مسلمان ہو گیا۔ پھر وہ جنگ کرتا رہا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے عمل کم کیا اور اجر بہت پایا۔(26) ابوہریرہ کہتے ہیں کہ عمرو بن اقیش نے لوگوں سے ایام جاہلیت کا سود لینا تھا، اس نے اسلام قبول کرنا ناپسند کیا حتیٰ کہ وہ لوگوں سے اپنا سود وصول کر لے کیونکہ اسلام لانے سے سود ساقط ہو جاتا ہے۔ پھر وہ جنگ کے دن آئے، پوچھا: "میرے چچا کے بیٹے کہاں ہیں" لوگوں نے کہا: "اُحد میں" پوچھا: "فلاں کہاں ہے" پھر اس نے کہا: "فلاں کہاں ہے" لوگوں نے کہا: "اُحد میں"

انہوں نے زرہ پہنی اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے، پھر وہ ان کی طرف اُحد میں چل دیئے۔ جب مسلمانوں نے اسے اُحد کی طرف آتے ہوئے دیکھا کہا عمرو تم ہم سے دور رہو۔ اس نے کہا:

میں ایمان لایا، پھر وہ لڑتے لڑتے زخمی ہو گئے، اسے زخمی حالت میں ان کے گھر پہنچا دیا گیا۔ حضرت سعد بن معاذ ان کے پاس آئے، انہوں نے اس کی ہمشیرہ سے کہا: اپنے بھائی سے پوچھو تم کیوں لڑے، اپنی قوم کی غیرت سے یا غصے سے یا اللہ کے لئے غصہ کر کے لڑے، انہوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کے لئے غصہ کر کے لڑا تھا، پھر وہ فوت ہو گئے اور جنت میں گئے حالانکہ انہوں نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی۔ (27) حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ "بدر کے روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی لڑائی میں شریک نہ ہو سکا، اگر اللہ نے آئندہ جنگ کا موقع دیا تو اللہ دیکھے گا کہ میں کیا کرتا ہوں" جنگ اُحد میں مسلمانوں میں انتشار کی سی کیفیت پیدا ہوئی تو کہنے لگے: "اے اللہ جو کچھ مسلمانوں نے کیا میں تجھ سے اس کی معافی چاہتا ہوں اور جو کچھ مشرکین نے کیا ہے اس سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔ پھر اپنی تلوار لے کر آگے بڑھے۔ حضرت سعد بن معاذ سے ملاقات ہوئی۔ کہنے لگے اے سعد رضی اللہ عنہ! تم کہاں جا رہے ہو مجھے تو اُحد پہاڑ کے سامنے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔ پھر وہ آگے بڑھے، لڑے اور شہید ہو گئے۔ (28) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہوئے لڑ رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکش سے تیر نکال کر حضرت سعد کو دیئے اور فرمایا: "اے سعد رضی اللہ عنہ! تم پر میرے ماں باپ قربان تیر چلائے جاؤ۔" حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو آدمی تھے جو بڑی شدت کے ساتھ آپ کی طرف سے جنگ کر رہے تھے۔ وہ سفید کپڑوں میں ملبوس تھے میں نے ان کو نہ کبھی اس سے پہلے دیکھا تھا اور نہ ہی کبھی بعد میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جبرئیل اور میکائیل تھے۔ (29)

جنگ شدت سے جاری تھی۔ دوران جنگ بعض اوقات ایسے بھی آئے کہ ان میں رسول اللہ کے پاس سوائے سعد رضی اللہ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ کے کوئی نہیں رہا۔ (30) کوئی لڑتا ہوا کہیں نکل گیا اور کوئی کہیں۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُحد کی لڑائی کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر دو زرہیں تھیں، یہ پہنے ہوئے آپ ایک چٹان پر چڑھنے کے لئے اٹھے مگر چڑھ نہ سکے۔ آپ نے اپنے نیچے طلحہ کو بٹھایا اور ان پر چڑھ کر چٹان پر پہنچے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ طلحہ نے واجب کر لیا (یعنی اس کے لئے جنت واجب ہو گئی) (31) حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کے لئے اپنے ہاتھ کو سپر بنا لیا (ان تیروں سے جو تیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آ رہے تھے ان کو اپنے ہاتھ پر روکتے رہے) حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بہت بڑے تیر انداز تھے۔ کمان کو بڑی شدت کے ساتھ کھینچتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے ہاتھ سے دو کمانیں ٹوٹ گئیں۔

اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے گزرتا اور اس کے ترکش میں تیر موجود ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے فرماتے کہ ان تیروں کو ابو طلحہ کے لئے چھوڑ جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی گردن اونچی کر کے بار بار کفار کی طرف دیکھتے۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ عرض کرتے:

میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونچے ہو کر نہ دیکھیں، ایسا نہ ہو کہ کوئی تیر آپ کو لگ جائے (میں تو چاہتا ہوں) "تیر میرے سینے پر لگے نہ کہ آپ کے سینے پر۔" (33) غزوہ اُحد میں جب مسلمانوں کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ نکلے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم انصاریوں کے ساتھ ایک کونہ میں تھے! ان میں طلحہ بن عبید اللہ بھی تھے۔ مشرکین نے انہیں اِس خیال سے گھیرا کہ وہ تھوڑے سے آدمی ہیں، لہٰذا انہیں مار دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر ارشاد فرمایا! ان کی طرف سے کون جہاد کرے گا! طلحہ نے عرض کیا: میں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے حال پر رہو۔ ایک انصاری شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں، تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ، تو پھر وہ لڑا یہاں تک کہ وہ شہید ہو گیا۔ بعد ازاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قوم کی طرف سے کون جہاد کرے گا۔

طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھہرا رہ، پھر ایک انصاری نے کہا کہ میں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ، وہ لڑا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ بعد ازاں حضور مسلسل فرماتے رہے اور ایک ایک مرد انصاری لڑائی کے لئے نکلتا چلا گیا! اور شہید ہوتا رہا، یہاں تک کہ فقط حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور طلحہ باقی رہ گئے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اب جہاد کون کرے گا؟ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں، بعد ازاں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بھی گیارہ اشخاص کی طرح جہاد فرمایا، حتیٰ کہ آپ کے دست مبارک پر ایک ضرب لگی اور ان کی انگلیاں کٹ گئیں، آپ نے کلمہ درد کہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: جب تجھے زخم لگا تھا تو اگر اس وقت بسم اللہ کہتا تو فرشتے تجھے اٹھا لیتے اور لوگ دیکھتے رہتے، بعد ازاں اللہ رب العزت نے مشرکوں کو پھیر دیا۔ (34) جب جنگ شدت اختیار کر گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تلوار ہاتھ میں لے کر فرمایا اور یہ تلوار مجھ سے کون لیتا ہے؟ سب نے ہاتھ پھیلا دیئے۔ ہر ایک نے کہا میں لیتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کون اسے لے کر اس کا حق ادا کرے گا؟ یہ سن کر سب پیچھے ہٹ گئے (انہیں خدشہ ہوا کہ وہ کہیں اس کا حق ادا نہ کر سکیں) حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ سماک بن خرشہ نے کہا: "میں اسے لے کر اس کا حق ادا کروں گا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار انہیں دے دی، انہوں نے تلوار لے کر کفار پر پوری طاقت کے ساتھ حملہ کیا اور بہت سے کافروں کے سر پھاڑ دیئے۔ (35) کوئی ابو دجانہ کو دیکھتا تو موت کے منہ میں آنکھیں ڈال کر لڑنے کا مطلب سمجھتا کہ آپ کس قدر دلیری اور جواں مردی کے ساتھ دشمنوں کی صفوں میں گھس گئے، دشمنوں کی کثرت کو خاطر میں نہ لائے۔ ماتھے پر سرخ پٹی باندھ لی۔

یہ سرخ پٹی مشرکوں کے لئے موت کی پگڑی تھی۔ جو دشمن بھی سامنے آیا اسے واصل جہنم کیا۔ ان کی معرکہ آرائی نے کفار میں ہلچل مچا دی۔ انہوں نے شمشیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کر دیا ان کی زبان پر یہ رجز تھے۔ "میں وہی ہوں جس سے میرے حبیب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے درختوں کے قریب پہاڑ کے دامن میں عہد و پیمان لیا تھا! میں کھڑے ہو کر آخری صف تک مقابلہ کرتا رہوں گا، اللہ اور اس کے رسول کی تلوار برابر چلاتا رہوں گا" آپ صفوں کو چیرتے ہوئے کفار کی گردنوں سے کھیلتے ہوئے آخری صف تک پہنچ گئے۔

کیا دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص کفار کو مسلمانوں کے خلاف لڑائی کے لئے ابھار رہا ہے۔ تیزی سے اس کی طرف لپکے تلوار لہرائی تو چیخ اٹھی میں عورت ہوں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پوری جراءت وجواں مردی کے ساتھ لڑ رہے تھے، انہوں نے جنگ بدر میں طعیمہ بن عدی بن خیار کو قتل کیا تھا۔ طعیمہ کے بھتیجے جبیر بن مطعم نے چاہا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے انتقال لے، اس نے اپنے غلام وحشی سے کہا تھا، اگر تم میرے چچا طعیمہ کے بدلہ میں حمزہ کو قتل کر دو تو تمہیں آزاد کر دوں گا۔ آزادی کی لالچ میں وحشی جنگ اُحد میں شریک ہوئے اور پتھر کے پیچھے چھپ کر حضرت حمزہ کی گھات میں بیٹھ گئے۔ لڑتے لڑاتے جب حضرت حمزہ وحشی کے قریب سے گزرے تو وحشی نے اپنا ہتھیار پھینک کر مارا اور ان کی ناف کے نیچے پھالا رکھ کر اس زور سے دبایا کہ ان کے دونوں کولہوں کے پار ہو گیا۔

زخم اتنا شدید تھا کہ حضرت حمزہ جانبر نہ ہو سکے اور ان کی وفات ہو گئی۔(26) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس جنگ میں شدید زخمی ہوئے۔ آپ کا سامنے والا ایک دانت بھی ٹوٹ گیا۔ شدت ضرب سے سر مبارک پر خود ٹوٹ گیا اور چہرہ انور بھی زخمی ہو گیا(37) اور خون بہنے لگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم خون صاف کرتے جاتے فرمار ہے تھے۔ وہ قوم کیونکر فلاح پا سکتی ہے جو اپنے نبی کے چہرے کو رنگین کر دے۔ حالانکہ وہ تو انہیں کے رب کی طرف بلا رہا ہے۔ اللہ نے فرمایا اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فکر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے اور یہ لوگ مسلمان ہو جائیں، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ ان کو عذاب میں مبتلا کر دے کیونکہ وہ ظالم ہیں۔(38) گھمسان کا رن پڑا، مشرکین نے اپنی تمام قوتوں کو بدر کا بدلہ لینے کے لئے اُحد میں جھونک دیا تھا۔

مسلمان شدید آلام ومصائب میں گھر گئے، جلیل القدر صحابہ شہید ہوئے، جس کی وجہ سے مسلمانوں کو بے پناہ صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی ایک جماعت پر غنودگی طاری کر دی، غنودگی کی وجہ سے دہشت اور گھبراہٹ دور ہو گئی، صحابہ کرام پھر تروتازہ ہو گئے۔

(ثُمَّ أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّن بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُّعَاسًا يَغْشَىٰ طَائِفَةً مِّنكُمْ ۖ (39) "پھر خدا نے غم ورنج کے بعد تم پر تسلی نازل فرمائی (یعنی) نیند کہ تم میں سے ایک جماعت پر طاری ہو گئی۔" اس غنودگی کے عالم میں ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے دو تین مرتبہ تلوار گر پڑی، وہ اٹھاتے تھے اور وہ پھر گر پڑتی تھی۔(40) مشرکین میں ایک شخص، جس نے کچھ مسلمانوں کو آگ میں جلایا تھا، اس کو میدان جنگ میں دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے فرمایا: "تیر مارو" انہوں نے حکم کی تعمیل میں بے پھل کا تیر اسے مارا۔

اور وہ تیر اس شخص کے پہلو میں لگا۔ تیر لگتے ہی وہ گر پڑا اور اس کا ستر کھل گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے قتل کی بڑی خوشی ہوئی۔ آپ اتنا مسکرائے یہاں تک کہ آپ کی کچلیاں نظر آنے لگیں۔(41) حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیم اور ان کے ساتھ انصار کی اور عورتوں کو ساتھ لے جا کر جہاد کیا کرتے تھے۔

یہ عورتیں پیاسوں کو پانی پلاتیں، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ (42) بخاری شریف میں ہے "صحابہ کرام کافی زخمی ہو چکے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا اپنے دامن اٹھائے ہوئے اس حال میں تھیں کہ ان کی پازیبیں دکھائی دے رہی تھیں، اپنی پیٹھ پر مشکیں اٹھا اٹھا کر لاتیں، اور زخمی لوگوں کے منہ میں پانی ڈالتی تھیں۔ جب مشکیں خالی ہو جاتیں تو پھر جا کر بھر لاتیں۔

حضرت ربیع بنت معوذ اور دوسری مسلمان عورتیں بھی زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں، ان کی خدمت اور مرہم پٹی کر رہی تھیں، زخمیوں اور مقتولین کو مدینہ منتقل کر رہی تھیں۔ (43) اسی اثناء میں جنگ رک گئی۔ ابو سفیان پہاڑ پر چڑھے اور کہا: "کیا اس قوم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان کو جواب مت دو" ابو سفیان نے کہا: "اس قوم میں ابو بکر بن ابی قحافہ ہیں؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جواب مت دو" پھر ابو سفیان نے کہا: "کیا اس قوم میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں؟" اس کے بعد ابو سفیان نے کہا: "بے شک یہ سب لوگ شہید ہو گئے، اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے" یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکل گئے "اے اللہ کے دشمن تو غلط کہتا ہے۔

اللہ نے تیرے غمگین کرنے والوں کو بچا لیا ہے۔" ابو سفیان نے کہا: "ہبل (بت) کی جے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ کہو اللہ بلند و برتر ہے" ابو سفیان نے کہا: "ہماری مددگار عزی (دیوی) ہے اور تمہاری کوئی عزی نہیں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہو "ہمارا مولیٰ اللہ ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں" ابو سفیان نے کہا یہ جنگ بدر کا بدلہ ہے، لڑائی ڈول کی طرح ہوا کرتی ہے (کبھی کسی کا نقصان اور کبھی کسی کا) پھر ابو سفیان نے کہا: "تم مقتولین کے اعضاء کٹے ہوئے پاؤ گے، میں نے اس کا حکم نہیں دیا تھا میرے ساتھیوں نے اپنی مرضی سے یہ کام کیا ہے، البتہ میں اسے برا نہیں سمجھتا۔" (44) اس جنگ میں اگرچہ مومنوں کو کافی نقصان پہنچا لیکن انہوں نے میدان جنگ کو نہیں چھوڑا۔

کچھ لوگوں نے یہ افواہ پھیلا دی کہ مشرکین دوبارہ جمع ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ﴾ (45) "(جب) ان سے لوگوں نے آکر بیان کیا کہ کفار نے تمہارے (مقابلے) کے لئے (لشکر کثیر) جمع کیا ہے تو ان سے ڈرو۔ تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور کہنے لگے ہم کو اللہ کافی ہے۔"

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر سنی کہ کفار پھر حملہ کرنے والے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون کفار کا تعاقب کرے گا؟ اگرچہ مومنین کافی زخمی ہو چکے تھے، تاہم ستر آدمی فوراً تیار ہو گئے، جن میں ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، ان لوگوں کے متعلق اللہ نے ارشاد فرمایا:

﴿الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِن بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ﴾ (46) "جنہوں نے باوجود زخم کھانے کے اللہ اور رسول کے حکم کو قبول کیا۔ جو لوگ ان میں نیکوکار اور پرہیزگار ہیں ان کے لئے بڑا ثواب ہے۔" صحابہ کرام

نے کفار کا تعاقب کیا تو وہ بھاگ گئے۔ مومنوں کو ڈرایا گیا کہ کافر پھر از سر نو منظم ہو کر تم پر حملہ کرنے والے ہیں، لیکن صحابہ کرام اس پروپیگنڈہ سے متاثر ہوئے اور نہ ہی وہ ڈرے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ دوبارہ حملہ آور ہوئے تو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں ان کا مقابلہ کروں گا۔ اللہ نے مومنوں کو آئندہ بھی اسی قسم کا مظاہرہ کرنے کی ہدایت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴾ (47) "یہ (خوف دلانے والا) تو شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے تو اگر تم مومن ہو تو ان سے مت ڈرنا، اور مجھ ہی سے ڈرتے رہنا۔"

اگرچہ دوران جنگ مسلمانوں کو کافی مصائب کا سامنا کرنا پڑا بالآخر فتح ان ہی کی ہوئی، کفار میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مسلمان میدان جنگ میں ڈٹے رہے، پھر کفار کا تعاقب کیا۔

﴿لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنقَلِبُوا خَائِبِينَ ﴾ (48) "(یہ خدا نے) اس لئے (کیا) کہ کافروں کی ایک جماعت کو ہلاک یا انہیں ذلیل و مغلوب کر دے کہ (جیسے آئے تھے ویسے ہی) ناکام واپس جائیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔ ﴿وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ ﴾ (49) "اور کافروں کو نابود کر دے"۔

اس جنگ میں ستر مسلمان شہید ہوئے (50) چند ایک کے علاوہ سب انصار تھے۔ (51) اس جنگ میں حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے۔ انہیں ایک چادر میں کفنایا گیا، وہ اتنی چھوٹی تھی کہ اگر سر ڈھانکتے تو پیر کھل جاتے اور اگر پیر ڈھانکتے تو سر کھل جاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سر ڈھانک دو اور پاؤں پر گھاس ڈال دو۔ (52) حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے لوائے نبوی کو گرنے نہ دیا تھا۔ دشمن افراتفری کے عالم میں اسلامی جھنڈے کو لہراتے دیکھ کر سانپ کی طرح بل کھا رہا تھا۔ آخر عبد اللہ بن قمیہ سے رہا نہ گیا۔

وہ پے در پے ان پر حملے کرنے لگا۔ کوئی ان کی پامردی اور جانبازی دیکھتا کہ اسلامی پھریرا کسی طور سر نگوں نہیں ہو رہا تھا۔ ابن قمیہ گھوڑے پر سوار تھا اور پینترے بدل بدل کر علمبردار پر حملے کر رہا تھا۔ ایک موقع پر اس کی تلوار حضرت مصعب کے داہنے ہاتھ پر پڑی اور ہاتھ کہنی سے کٹ گیا۔ انہوں نے لوائے نبوی کو بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ قمیہ چراغ پا ہو گیا۔ گھوڑا پھیر کر پھر تلوار ماری، اب کے دوسرا ہاتھ بھی کہنی سے جدا ہو گیا، مجاہد نے دونوں کٹی ہوئی کہنیوں میں اسلامی جھنڈے لے کر تھام کر سینہ سے چمٹا لیا۔ ابن قمیہ نے دیکھا کہ پھریرا اسی شان سے بلند ہے تو دور سے گھوڑا دوڑاتا آیا۔ زور سے نیزے کو ان کے سینہ میں اتار دیا۔

ان کے قدم لڑکھڑائے پرچم سرنگوں ہونے لگا تو بڑھ کر ان کے بھائی ابو الروم نے علم تھام لیا۔ حضرت انس بن نضر بھی اس جنگ میں شہید ہوئے، ان کے بدن پر نیزے، تلوار اور تیر کے اسی سے زیادہ نشان تھے۔ ان کی حالت ایسی ہو گئی تھی کہ پہچانے نہیں جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کی بہن ربیع رضی اللہ عنہا نے انگلیوں کے پوروں کو دیکھ کر انہیں پہچانا۔ (53) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد عبد اللہ بھی اس جنگ میں شہید ہوئے، کفار نے ان کے اعضاء کاٹ دیئے تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور بار بار ان کے چہرہ کو کپڑا اہٹاہٹا کر دیکھتے رہے۔ صحابہ نے انہیں منع کیا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں کیا۔ جب حضرت عبداللہ کو دفن کرنے کے لئے اٹھایا گیا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی پھوپھی بھی اپنے بھائی کی لاش کو دیکھ کر رونے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ کون ہے؟"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: "یہ عمرو کی بیٹی ہے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان پر مت رو(بلکہ خوش ہو کہ) فرشتے ان پر اپنے پروں سے اس وقت تک سایہ کئے رہے جب تک وہ اٹھائے نہ گئے" (اللہ نے ان کو بڑااعزاز بخشا ہے) (54) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اُحد کی لڑائی کا دن آیا(اور مسلمان شہید ہوئے) تو میری پھوپھی میرے والد کو ہم لوگوں کے قبرستان میں دفن کرنے کے لئے لائیں، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے ندادی کہ شہیدوں کو ان کے شہید ہونے کی جگہ واپس لے جاؤ۔(55) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء کی تدفین شروع کی تو دودو آدمیوں کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر قبر میں رکھا۔ ہر قبر میں ایک بغلی بھی بنوائی گئی۔ جب آپ دفن کرتے تو دریافت فرماتے کہ ان میں سے کون قرآن مجید کا زیادہ عالم تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا جاتا تو آپ اسے بغلی قبر میں رکھتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تمام شہداء خون میں لتھڑے ہوئے دفن کئے گئے، نہ ہی انہیں غسل دیا گیا اور نہ ہی ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ دفن کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں قیامت کے دن ان لوگوں پر گواہ ہوں گا" (56) حضرت ہشام بن عامر فرماتے ہیں کہ اُحد کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں شکایت کی گئی کہ زخم زیادہ ہیں(یعنی مقتولین خون میں لت پت ہیں ان کا کیا کیا جائے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبریں کھودو اور انہیں کشادہ رکھو۔ احسان کرو اور دو دو تین تین کو ایک قبر میں دفن کرو۔ اور جس کے پاس قرآن زیادہ ہو(یعنی قرآن زیادہ یاد ہو اور سب سے زیادہ اچھا پڑھنے والا ہو) اسے (قبلہ کی طرف) آگے بڑھو۔

وہاں میرے باپ کا بھی انتقال ہو گیا تو وہ بھی دو شخصوں کے آگے رکھے گئے۔(57) حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے بھائی اُحد کے دن شہید کئے گئے تو اللہ نے ان کی روحوں کو سبز چڑیوں کے پیٹ میں کر دیا، وہ بہشت کی نہروں پر پھرتی ہیں اور اس کے میوے کھاتی ہیں اور سونے کی قندیلوں میں بسیرا اور ٹھکانہ کرتی ہیں۔

عرش کے سایہ میں جب ان روحوں نے اپنے کھانے پینے اور سونے کی خوشی حاصل کی، تو کہا کون ہے جو ہماری طرف سے ہمارے بھائیوں کو یہ خبر پہنچائے کہ ہم بہشت میں زندہ ہیں اور کھاتے پیتے ہیں تاکہ وہ بہشت حاصل کرنے میں بے رغبتی نہ کریں اور لڑائی کے وقت سستی نہ کریں تو اللہ نے فرمایا میں انہیں تمہاری خبر پہنچاؤں گا پھر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا﴾ (58) جنگ اُحد میں مسلمانوں کا شدید نقصان ہوا، اللہ نے ان کے غم کو دور کرنے کے لئے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝ إِن يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ ۚ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَاءَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝ وَلِيُمَحِّصَ ا

اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ ﴿﴾ أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنكُمْ وَيَعْلَمَ
الصَّابِرِينَ ﴿﴾ وَلَقَدْ كُنتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِن قَبْلِ أَن تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ ﴿﴾ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ
خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ۗ
وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشَّاكِرِينَ ﴿﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَن تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ كِتَابًا مُّؤَجَّلًا ۗ وَمَن يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا
وَمَن يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا ۚ وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ ﴿﴾ وَكَأَيِّن مِّن نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا
أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ﴿﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّا أَن قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا
ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿﴾ فَآتَاهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ
الْآخِرَةِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ فَتَنقَلِبُوا
خَاسِرِينَ ﴿﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلَاكُمْ ۖ وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِينَ ﴿﴾ سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللّٰهِ مَا لَمْ
يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا ۖ وَمَأْوَاهُمُ النَّارُ ۚ وَبِئْسَ مَثْوَى الظَّالِمِينَ ﴿﴾) (59)

"اگر تمہیں زخم لگے تو تمہارے دشمنوں کو بھی اسی طرح زخم پہنچے اور ان دنوں کو ہم پھیرتے رہتے ہیں لوگوں کے درمیان۔ اور تا کہ اللہ جدا کر دے ایمان والوں کو اور بنالے تم میں سے (کچھ لوگوں کو) شہید اور اللہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور اس لئے کہ اللہ مسلمانوں کو خالص کر دے اور کفار کو مٹا دے۔ کیا تم نے گمان کر لیا ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے تمہارے مجاہدین اور صبر کرنے والوں کو (ان کے غیروں سے) ممتاز نہیں کیا۔ بے شک تم موت کی تمنا کرتے تھے اس کے ملنے سے پہلے تو اب تم نے اسے دیکھ لیا اور وہ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور نہیں ہیں محمد مگر رسول۔ ان سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو الٹے پاؤں پھرے گا تو وہ اللہ کو نقصان نہیں پہنچائے گا، اور عنقریب اللہ شکر گزاروں کو (نیک) بدلہ عطا فرمائے گا۔

اور کسی جاں کے لئے حکم الٰہی کے بغیر موت نہیں۔ (سب کی) اجل لکھی ہوئی ہے اور جو دنیا کا نیک بدلہ چاہے ہم اس میں سے اسے دیں گے اور جو آخرت کا بدلہ چاہے ہم اس میں سے اسے دیں گے، عنقریب ہم (اچھا) بدلہ دیں گے شکر کرنے والوں کو۔ اور کتنے ہی نبی ہوئے جن کی ہمراہی میں بکثرت اللہ والوں نے قتال کیا تو وہ سست نہ ہوئے ان مصیبتوں کی وجہ سے جو اللہ کی راہ میں انہیں پہنچیں اور نہ وہ کمزور ہوئے نہ دبے اور اللہ صبر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

اور ان کا کہنا صرف یہی تھا کہ اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے اور ہمارے کام میں ہماری زیادتیاں (بھی) اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں پر ہماری مدد فرما۔ تو اللہ نے انہیں دنیا کا انعام دیا اور آخرت کے ثواب کی خوبی دی اور نیکی کرنے والوں کو اللہ پسند کرتا ہے۔

اے ایمان والو! اگر تم نے کافروں کو کہا مانا تو وہ تمہیں الٹے پاؤں پھیر دیں گے پھر تم نقصان اٹھا کر پلٹ جاؤ گے۔ بلکہ اللہ تمہارا مددگار ہے اور وہ سب سے بہتر مدد کرنے والا ہے۔ ہم ابھی کافروں کے دلوں میں رعب ڈالیں گے اس لئے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ اس چیز کو شریک کیا جس کی اس نے

کوئی سند نہیں اتاری اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بہت برا ٹھکانہ ہے ظالموں کا۔" اے مومنو! اگر تمہیں یہ خیال ہو کہ اللہ نے جنگ اُحد میں اپنی نصرت و مدد کا وعدہ پورا نہیں فرمایا تو سن لو،

(وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُم بِإِذْنِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُم مِّن بَعْدِ مَا أَرَاكُم مَّا تُحِبُّونَ) (60)

"اور بے شک اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا جب تم اس کے حکم سے انہیں قتل کرتے تھے یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی دکھائی اور اپنے کام میں اختلاف کیا اور تم نے نافرمانی کی اس کے بعد کہ اللہ تمہیں دکھا چکا تھا تمہاری پسندیدہ چیز۔"

پھر آئندہ کے لیے ارشاد فرمایا:

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًّى لَّوْ كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿﴾ وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿﴾ وَلَئِن مُّتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُونَ ﴿﴾) (61)

"اے ایمان والو! کافروں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے اپنے بھائیوں کے متعلق کہا جب انہوں نے سفر کیا یا کسی لڑائی میں گئے (اور لقمہ اجل بن گئے) اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کئے جاتے تاکہ اللہ اس بات کو ان کے دلوں میں حسرت (کا سبب) بنادے اور (حقیقت یہ ہے کہ) اللہ (ہی) جلاتا اور مارتا ہے اور تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھ رہا ہے۔

اور البتہ اگر تم اللہ کی راہ میں قتل کئے جاؤ یا تمہیں موت آجائے تو یقیناً اللہ کی مغفرت اور رحمت بہتر ہے اس (دنیاوی دولت) سے جسے وہ جمع کرتے ہیں اور اگر تمہیں موت آجائے یا قتل کئے جاؤ تو ضرور تم اللہ کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔" اس جنگ میں بعض مومنین سے غلطی ہوئی، دنیا طلبی نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی پر اُبھارا۔ ان کی غلطی کی وجہ سے مومنین کو کافی نقصان پہنچا۔ نافرمانی کرنے والوں نے ہمت ہار دی اور میدان جنگ سے بھاگنے لگے، اللہ نے ان کی اس غلطی کو معاف فرما دیا۔

(وَلَقَدْ عَفَا عَنكُمْ) (62) "اور بے شک اس نے تمہیں معاف کر دیا۔" (وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ) (63) "اور بے شک اللہ نے انہیں معاف کر دیا۔" پھر اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ بھی انہیں معاف فرما دیں اور ان کے لئے رب العزت سے بخشش کی دعا کریں۔ (فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿﴾) (64) "آپ انہیں معاف کر دیں اور ان کے لئے بخشش مانگیں اور (ضروری) کاموں میں ان سے مشورہ لیں پھر جب (کسی کام کا) آپ پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ پر بھروسہ کریں (اور اسے کر گزریں)۔ بے شک اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔" پھر مسلمانوں کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

(إِن يَنصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۶۰﴾) (65)

"(اے مسلمانو!) اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غلبہ نہیں پا سکتا اور اگر وہ تمہیں بے سہارا چھوڑ دے تو پھر ایسا کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کر سکے اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔"

اے مومنو! یہ کتنا زبردست احسان ہے کہ اس نے تمہیں معاف کر دیا اور اے مومنو! اس نے تم پر صرف یہی احسان عظیم نہیں کیا بلکہ وہ بہت احسان کر چکا ہے اور سب سے بڑا احسان تو یہ ہے کہ اس نے تم میں ایک رسول مبعوث فرمایا۔

(لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۱۶۴﴾) (66)

"اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر جو بھیجا ان میں رسول انہی کا، پڑھتا ہے ان پر آیتیں اس کی اور پاک کرتا ہے ان کو شرک وغیرہ سے اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور کام کی بات اور وہ تو اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔"

پھر مومنین کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تم پر بدر میں مصیبت نازل ہوئی، حالانکہ اس سے دوگنی مصیبت تمہارے ہاتھوں کفار کو پہنچ چکی تھی، تم پکار اٹھے کہ یہ ناگہانی مصیبت ہم پر کہاں سے آگئی۔ فرمایا اے نبی ان سے کہہ دو کہ یہ تمام مصیبت تمہاری شامت اعمال کا نتیجہ تھی۔ قرآن حکیم میں ہے:

(أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ) (67)

کیا جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچی اس حال میں کہ اس سے دگنی تم انہیں پہنچا چکے ہو (پھر بھی) تم نے کہا کہ یہ مصیبت کہاں سے آئی؟ کہہ دیجئے وہ تمہاری طرف سے آئی۔ پھر اللہ نے اس مصیبت کی وجہ بیان فرمائی:

(وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۶۶﴾) (68)

"اور دونوں لشکروں کے ملنے کے دن تم پر جو مصیبت آئی وہ اللہ کے حکم سے تھی اور اس لئے کہ مومنوں کو (منافقوں سے) ممتاز کر دے۔"

منافقین میدان جنگ سے چلے آئے تھے جنگ کے بعد مومنوں نے ان منافقوں سے پوچھا کہ:

﴿وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوِ ادْفَعُوا ۖ قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ ۗ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۚ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ﴾ (69)

"اور ان سے کہا گیا آؤ اللہ کی راہ میں لڑو، یا (دشمن کو) دفع کرو وہ بولے اگر ہم جانتے کہ لڑائی ہو گی تو ضرور تمہارے ساتھ جاتے وہ اس دن ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے۔ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جسے وہ چھپاتے ہیں۔ وہ (منافق) جنہوں نے اپنے (شہید) بھائیوں کے حق میں کہا جبکہ خود بیٹھ رہے۔ اگر وہ ہماری بات مانتے تو قتل نہ ہوتے۔

فرما دیجئے تم اپنی جانوں سے مال کو ٹال دو اگر تم سچے ہو۔" منافقین نے مومنوں کی شہادت کی اہمیت کو گھٹانے کے لئے بہت کچھ کہا جیسا کہ اوپر والی آیت میں مذکور ہے۔ انہوں نے اپنے نفاق کو چھپانے کے لئے، کثیر تعداد میں مسلمانوں کے قتل ہو جانے کو ان کی اپنی کوتاہیوں اور غلط منصوبہ بندی کا نتیجہ قرار دیا۔ پھر اللہ نے شہدائے اُحد کے بارے میں فرمایا۔

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴾ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴾ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ﴾

(70) "اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ وہ خوش ہیں اس پر جو انہیں اللہ نے اپنے فضل سے دیا اور اپنے پچھلوں کے متعلق جو ابھی ان سے نہیں ملے یہ بشارت پا کر خوش ہوتے ہیں کہ ان پر (بھی) نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ خوشیاں مناتے ہیں اللہ کی نعمت اور اس کے فضل پر کہ اللہ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔"

اللہ نے فرمایا کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ مومن اور منافق اکٹھے رہ سکیں بلکہ منافقوں کو مسلمانوں سے بالکل الگ تھلگ کر کے رکھ دوں گا۔ منافق بھول جائیں کہ ان کا نفاق چھپا رہے گا۔

﴿مَّا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ﴾ (71) "(اے لوگو!) اللہ ایمان والوں کو اس حال پر نہ چھوڑے گا جس پر تم ہو یہاں تک کہ جدا کر دے ناپاک کو پاک سے۔"

جنگ بدر اور اُحد کے نتائج نے ثابت کر دیا تھا کہ صبر و تقویٰ کے بغیر نصرت و کامرانی حاصل نہیں ہو سکتی۔ جنگ بدر کے موقع پر دونوں قوتیں موجود تھیں، اس لئے مسلمانوں کی مٹھی بھر تعداد نے دشمن کی بہت بڑی تعداد کو شکست فاش دی۔ لیکن جنگ اُحد میں ایک گروہ نے کمزوری دکھائی، وہ صبر و تقویٰ کی آزمائش میں پورا نہ اترا نتیجہ یہ نکلا کہ نقصان ہوا۔ سورۃ آل عمران میں (جہاں اُحد کا ذکر آیا) متعدد اصولی مہمات واضح کر دی گئی ہیں۔ جنگ اُحد کے موقع پر کثرت رائے سے یہ بات قرار پا گئی تھی کہ شہر سے نکل کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ مسلمان نکلے۔ منافقوں نے لوگوں کو بہکانا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ دو قبیلے بد دل ہو گئے۔

اس طرح ابتداء ہی سے صبر اور تقویٰ کی روح کمزور پڑ گئی۔ اس کا نتیجہ وہی ہونا تھا جو آخر پیش آیا۔ ضمناً اس حقیقت کی طرف اشارہ کہ ظلم و کفر کرنے والوں کو بد اعمالیاں کتنی ہی سخت کیوں نہ ہوں، لیکن ہادی و مصلح کو ان کی ہدایت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے اور نہ رحمت و بخشش کی طلب کے سوا کوئی اور جذبہ اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے۔ بخشا یانہ بخشا خدا کا کام ہے اور اسی پر چھوڑ دینا چاہیے۔ جنگ اُحد میں خود پیغمبر اسلام پر دشمنوں نے پے در پے حملے کئے اور انہیں ہلاک کر ڈالنا چاہا۔ تاہم خدا نے پسند نہیں کیا کہ دشمنوں کی ہدایت و بخشش کی طلب کے سوا کوئی جذبہ ان کے قلب میں پیدا ہوا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) اے پیران دعوت! جو ٹھوکر تمہیں اُحد میں لگی ہے۔ اگر چاہتے ہو کہ اس سے عبرت پکڑو تو چاہیے کہ ان آلودگیوں سے پاک و صاف ہو جاؤ جو تمہارے دلوں میں کمزوری کا روگ پیدا کرنے والی ہیں۔

از انجملہ مال و دولت کی حرص ہے۔ جب تک یہ روگ دلوں میں موجود ہے، جان فروشی کی سچی روح پیدا نہیں ہو سکتی۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاص گھاٹی پر جو نقشہ جنگ میں بڑی اہمیت رکھتی تھی ایک جماعت متعین کر دی تھی اور کہہ دیا تھا کہ اس جگہ سے نہ ہلیں، لیکن جب مسلمانوں کے فتح مندانہ مقابلہ نے دشمنوں کے پاؤں اکھاڑ دیئے تو یہ جماعت (بجز دس آدمیوں کے) مال غنیمت لوٹنے کی طمع میں بے قابو ہو گئی اور مورچہ چھوڑ کر لوٹ مار شروع کر دی۔ دشمنوں نے جب یہ حال دیکھا تو فوراً پلٹ پڑے اور بے خبری میں حملہ کر دیا۔

یہی حادثہ ہے جس نے مسلمانوں کی فتح شکست میں بدل دی تھی۔ چونکہ مورچہ چھوڑنے والوں کی لغزش کا اصلی سبب مال و دولت کی طمع تھی اور مال و دولت کی طمع کا ایک بڑا آلہ سود کا لین دین تھا اس لئے خصوصیت کے ساتھ یہاں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ سود در سود کی وجہ سے بڑی بڑی رقمیں قرض داروں کے سر چڑھ گئی تھیں، قدرتی طور پر ان کا چھوڑنا لوگوں پر شاق گزرتا تھا۔ بس حکم الٰہی ہوا کہ تمہارے دلوں کے تزکیہ کے لئے اس بات میں سب سے بڑی آزمائش ہے۔ سود در سود کی وجہ سے کتنی ہی رقم قرض داروں پر نہ چڑھ گئی ہو، اسے یک قلم چھوڑ دو۔ علاوہ بریں جنگ اُحد کی شکست کا اصلی سبب یہی تھا کہ نظام و اطاعت یعنی ڈسپلن کی روح پوری طرح پیدا نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے ضروری تھا کہ اب کسی بات پر زور دیا جائے، جس کی فوری تعمیل میں اطاعت و فرمانبرداری کی پوری پوری آزمائش ہو جائے۔

ظاہر ہے کہ یہ آزمائش سود لینے کی ممانعت سے زیادہ اور کسی بات میں نہیں ہو سکتی تھی۔ سود کی حرمت سے قرض خواہوں کو ایک ایسی بات چھوڑ دینی پڑتی جسے صدیوں سے اپنا حق سمجھتے آئے تھے اور ان کے مال و دولت کی افزائش کا یہ سب سے بڑا ذریعہ تھا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ فرمایا: تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) سے خطاب، موعظت اور منصب امامت کی بعض اصولی مہمات۔ یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تمہارے دل میں نرمی اور مزاج میں شفقت ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو لوگوں کے دل تمہاری طرف سے بے اختیار نہ کھنچتے جس طرح اب کھنچ رہے ہیں۔ جنگ اُحد میں ایک گروہ کی لغزش بڑی ہی سخت لغزش تھی تاہم تمہاری شفقت کا مقتضا یہی ہے کہ عفو و درگزر سے کام لو۔ تمہارا طریق کار یہ ہونا چاہیے کہ صلح و جنگ کا کوئی معاملہ بغیر مشورے کے انجام نہ پائے۔ اس بارے میں دستور العمل یہ ہے کہ پہلے جماعت سے مشورہ کرو پھر مشورہ کے بعد کوئی اک بات ٹھان لی تو اس پر مضبوطی کے ساتھ جم جاؤ۔ شوریٰ اپنے محل اور وقت میں ضروری ہے۔ عزم اپنے محل اور وقت میں۔ جب تک مشورہ نہیں کیا ہے، کوئی نکتہ چینی اور

کوئی مخالفت اسے متزلزل نہیں کر سکتی۔(72) امام کے لئے ضروری ہے کہ جماعت سے مشورہ کرے، لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ امام صاحب عزم ہو۔

جنگ اُحد کا معاملہ منافقوں کے لئے جو مخلص مسلمانوں کے ساتھ ملے جلے زندگی بسر کر رہے تھے ایک فیصلہ کن آزمائش تھا۔ اس موقع پر ان کا نفاق پوری طرح کھل گیا۔ جنگ کے ابتدائی مشورے سے لے کر جنگ کے بعد تک کوئی موقع ایسا نہیں آیا کہ فتنہ پروری سے باز رہے ہوں۔ جب کثرت رائے سے یہ بات قرار پائی کہ شہر سے باہر نکل کر مقابلہ کرنا چاہیے تو لوگوں کو بہکانے لگے کہ باہر نکل کر لنا موت کے منہ میں جانا ہے۔ جب ان سے کہا گیا کہ اچھا شہر کی مدافعت کرو تو طرح طرح کے بہانے کرنے لگے۔ کہتے تھے ہمیں امید نہیں کہ لڑائی کی نوبت آئے۔

اگر امید ہوتی تو ضرور تیاری کرتے۔ پھر جب لوگوں کی کمزوری اور نافرمانی سے شکست ہو گئی تو انہیں فتنہ و شرارت کا نیا موقع ہاتھ آگیا۔ کبھی کہتے یہ سب کچھ اسی لئے ہوا کہ ہماری بات نہیں مانی گئی۔ کبھی کہتے روز روز کی لڑائیوں سے کیا فائدہ؟ نجات اسی میں ہے کہ دشمنوں کو راضی کر لیا جائے۔ مقصود یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کے دلوں میں مایوسی اور ہراس پیدا کر دیں، اور ان کی کوئی بات بھی ٹھیک طور پر نہ بن جائے۔ اُحد کے میدان سے جاتے ہوئے دشمن کہہ گئے تھے کہ آئندہ سال پھر آئیں گے اور آخری فیصلہ کر کے جائیں گے۔

دوسرے سال جب وہ وقت آیا تو مسلمان تیار ہو کر باہر نکلے، لیکن دشمنوں کا کوئی پتانہ تھا۔ انہیں مکہ سے نکلنے کی جراءت ہی نہ ہوئی۔ مسلمان چند دن تک انتظار کر کے خوش دل اور کامیاب واپس آگئے لیکن اس موقع پر منافقوں نے دشمنوں سے مل کر ہر طرح کی شرارتیں کیں۔ دشمن چاہتے تھے کہ ڈر جانے کی ذلت ان کے حصے میں نہ آئے، مسلمانوں کے حصے میں آئے اور یہ جبھی ہو سکتا تھا کہ مسلمان جنگ کے لئے آمادہ نہ ہوں، چنانچہ مسلمانوں کو خوفزدہ کرنے کے لئے مخبر بھیجے گئے اور بہت سی افواہیں مشہور کر دی گئیں۔

منافق انہیں پھیلاتے اور مسلمانوں کو سرگرمی سے باز رکھنا چاہتے تھے۔ یہاں ان تمام باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور منافقوں کو آخری مہلت دی گئی ہے کہ اپنی منافقانہ روش سے باز آجائیں ورنہ وہ وقت آگیا ہے کہ ان کے چہروں پر سے نفاق کا پردہ اٹھا دیا جائے گا۔ ان آیات میں منافقوں کی جو نفسیاتی حالت دکھائی گئی ہے وہ کوئی مخصوص صورت حال نہیں۔ اگر غور کرو گے تو معلوم ہو جائے گا کہ جماعت کے کمزور اور متذبذب افراد ہمیشہ ایسی ہی صورت پیدا کر دیا کرتے ہیں۔ جس طرح جنگ بدر کی فتح مندی سے مسلمانوں کی تربیت مدنظر تھی، اسی طرح جنگ اُحد کی عارضی شکست میں بھی تربیت کا پہلو پوشیدہ تھا۔ ایک دوڑنے والے کی مشق کے لئے صرف یہی کافی نہیں ہوتا کہ وہ بے روک ٹوک دوڑتا چلا جائے بلکہ اس کی بھی ضرورت ہوتی ہے کہ ایک دو مرتبہ گر کر گرنے اور سنبھلنے کا سبق بھی سیکھ لے۔

بدر کی فتح مندی نے استعداد و سعی کی برکتیں دکھا دی تھیں۔ ضرورت تھی کہ اب کمزوری و تغافل کے نتائج کا بھی تجربہ ہو جائے۔ چنانچہ اُحد کے حادثہ نے یہ مقصد پورا کر دیا۔ بدر کی فتح مندی اور تائید الٰہی کی بشارتوں نے بہت سے مسلمانوں میں ایک طرح کی بے پروائی اور غفلت پیدا کر دی تھی۔ وہ سعی و تدبیر کی کاوشوں سے بے حس ہو گئے تھے اور سمجھنے لگے تھے کہ ہم کوشش کریں یا نہ کریں ہر حال میں ہمارے لئے فتح ہی ہے۔

اس طرح کی خام خیالیاں ابتدائی فتح مندیوں کے بعد پیدا ہو جایا کرتی ہیں، لیکن یہ ایک خطرناک حالت تھی اس کا نتیجہ غفلت و غرور تھا اور ضروری تھا کہ اس کی نشو ونما روک دی جائے۔ پس اُحد کے تجربوں نے مسلمانوں کو بتلا دیا کہ خدا کی تائید و نصرت کا وعدہ برحق ہے، لیکن اس کے تمام کاموں کی طرح اس کی تائید و نصرت کے بھی سنن و قوانین ہیں اور ضروری ہے کہ انہی کے مطابق نتائج بھی ظہور میں آئیں جو جماعت کمزوری و غفلت میں مبتلا ہو جائے گی، صبر و ثبات میں پوری نہیں اترے گی اور جو اطاعت و نظام میں کچی ہو گی وہ خدا کی تائید و نصرت کی مستحق نہیں ہو سکتی۔

جب مسلمانوں کی بڑی تعداد مضطرب ہو کر بھاگنے لگی تو پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) چند جانثاروں کے حلقہ میں کھڑے پکار رہے تھے۔ خدا کے بندو میری طرف آؤ، میری طرف آؤ۔ تم کہاں بھاگے جا رہے ہو؟ ان آیات میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ جو لوگ ایمان و اخلاص میں پکے تھے اور محض صورت حال کے فوری اثر نے انہیں گھبرا دیا تھا۔ وہ پیغمبر اسلام کی آواز سنتے ہی چونک اٹھے۔

انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے اچانک ایک مدہوشی کی سی حالت طاری ہو گئی اور اس مدہوشی میں سارا خوف و ہراس فراموش ہو گیا۔ چنانچہ وہ فوراً پلٹے اور نہ صرف دشمنوں کو میدان جنگ سے بھگا ہی دیا، بلکہ حمراء الاسد نامی مقام تک جو مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے، ان کے تعاقب میں بڑھتے چلے گئے لیکن جو لوگ دل کے کچے یا منافق تھے، انہیں اپنی جانوں کی فکر لگی رہی۔ وہ کہتے تھے جو کچھ ہوا، اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ اگر خدا فتح و نصرت دیتا تو ایسی حالت کیوں پیش آتی؟ قرآن کہتا ہے یہ عہد جاہلیت یعنی عرب کے قبل از اسلام زمانے کے سے خیالات ہیں اور ان دلوں میں نہیں گزر سکتے، جو اسلام کی تعلیم سے روشن ہو چکے ہیں۔ بلاشبہ فتح و نصرت اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے لیکن وہ فتح و نصرت انہی کو دیتا ہے جو صبر تقویٰ میں پکے ہوتے ہیں۔

اصل کام اعلائے حق اس موقع سے فائدہ اٹھا کر تمہیں ایسی راہ پر لگانا چاہتے ہیں کہ راہ حق سے بے دل ہو جاؤ۔ وہ تمہیں دشمنوں کی کثرت و طاقت کے افسانے سنا کر مرعوب کرنا چاہتے ہیں، لیکن اگر تم راہ حق میں ثابت قدم رہے اور انسانی طاقتوں کی جگہ اللہ کی کارسازی و رفاقت پر بھروسا رکھا تو وہ وقت دور نہیں جب تمہاری ہیبت سے ان کے دل کانپ اٹھیں گے۔

اس اصل عظیم کی طرف اشارہ کہ جن لوگوں کے سامنے اعتقاد و ہدایت کی کوئی روشن اور ثابت حقیقت نہیں ہوتی اور خدا کو چھوڑ کر اعتماد و پرستش کے بہت سے ٹھکانے بنا لیتے ہیں، ان میں عزم و یقین کی وہ روح پیدا نہیں ہو سکتی، جو اہل حق و ایمان کے لئے مخصوص ہے۔ وہ جب کبھی کسی ایسی جماعت کے مقابلے میں نکلیں جو ایمان و یقین کی روح سے معمور ہو گی تو خواہ کتنی ہی طاقت و شوکت رکھتے ہوں لیکن کبھی اسے مرعوب نہیں کر سکیں گے۔ نزول قرآن کے وقت مسلمانوں میں جو طاقت پیدا کی گئی تھی اس کے مقابلے میں مشرکین عرب کا یہی حال تھا۔

وہ تعداد میں بہت اور سر و سامان میں طاقتور تھے، مگر ایمان و یقین کی روح سے محروم تھے۔ مسلمان تعداد میں بہت تھوڑے اور سر و سامان سے محروم تھے مگر ایمان و یقین کی روح سے معمور تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ قلت کی ہیبت سے کثرت کے دل کانپ اٹھے اور مٹھی بھر انسانوں نے عرب کی پوری آبادی کو شکست دے دی۔ منافقین تمہیں جنگ اور اس کی شکست یاد دلا کر ڈرا رہے ہیں تا کہ آئندہ دشمنوں کے مقابلے کی جراءت نہ کرو، لیکن تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اُحد کے میدان میں جو کچھ پیش آیا اس کی کیا حقیقت ہے؟

خدا کا وعدہ نصرت اس موقع پر بھی پورا ہوا تھا دشمنوں کے قدم اکھڑ گئے تھے لیکن جب تم نے عین حالت جنگ میں حکم رسول کی نافرمانی کی اور ایک گروہ مال غنیمت لوٹنے کی طمع میں مورچہ چھوڑ کر تتر بتر ہو گیا تو میدان جنگ کی ہوا پلٹ گئی اور فتح ہوتے ہوتے شکست ہو گئی۔ پس یہ جو کچھ ہوا، دشمنوں کی طاقت و کثرت سے نہیں ہوا، جس سے منافق تمہیں ڈرا رہے ہیں بلکہ تمہاری نافرمانی اور بے ہمتی سے ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ دشمنوں کی طاقت و کثرت سے مرعوب ہو، بلکہ یہ ہونا چاہئے کہ اپنے اندر صبر و تقویٰ کی سچی روح پیدا کرو۔

تمہیں جنگ اُحد میں جو ٹھوکر لگی ہے تو چاہئے کہ اس سے عبرت پکڑو اور آئندہ کے لئے اپنے اعمال کی نگہداشت کرو۔ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ اس کوفت میں ایسے کھو جاؤ کہ آئندہ کے لئے ہمت ہار بیٹھو۔ یہ جنگ کا میدان ہے کبھی ایک فریق جیتتا ہے اور کبھی دوسرے کی باری آتی ہے۔ بدر میں تمہاری چوٹ ان پر لگی تھی، اُحد میں ان کی چوٹ تم پر لگ گئی لیکن کئی جماعتوں کی کشمکش کی تاریخ میں ایک دو میدانوں کی ہار جیت کیا اہمیت رکھتی ہے؟ اصل چیز جو سوچنے کی ہے وہ تمہارے دلوں کی ایمانی قوت ہے۔

اگر تمہارے اندر ایمان کی سچی روح موجود ہے تو پھر دنیا میں رفعت و سربلندی صرف تمہارے ہی لئے ہے۔ علاوہ بریں یہ حادثہ اگرچہ بظاہر شکست ہے لیکن بہ باطن چند در چند مصلحتیں اور حکمتیں رکھتا ہے۔ ازاں جملہ یہ کہ کھرے کھوٹے کی آزمائش ہو گئی۔ جو منافق اور کچے دل کے آدمی اسلامی جمعیت میں ملے ہوئے تھے ان کے چہرے بے نقاب ہو گئے اور از انجملہ یہ کہ لوگوں کو جنگ کے نازک اور فیصلہ کن معاملات کا تجربہ ہو گیا۔ تجربے اور مشاہدے کے بعد ان کے قدم زیادہ محتاط ہو جائیں گے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ بعض مسلمانوں کے دلوں میں کمزوریاں پیدا ہو گئی تھیں، وہ اس ٹھوکر کے لگنے سے دور ہو گئیں اور ان کا عزم و ایمان زیادہ مضبوط اور بے داغ ہو گیا۔ (73)

حواشی جنگ اُحد

1۔ سورۃ آل عمران: آیت 125

2۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي

3۔ سورۃ آل عمران: آیت 123

4۔ سورۃ آل عمران: آیت 124 تا 126

5۔ آل عمران: آیت 121

6۔ آل عمران: آیت 122، صحیح بخاري، کتاب المغازي عن جابر

7۔ سورۃ النساء، صحیح بخاري، کتاب المغازي و کتاب التفسیر عن زید بن ثابت

8۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي، باب غزوۃ احد عن براء و کتاب الجهاد، باب ما یکرہ من التنازع في الحرب

9۔ سنن ابي داؤد، باب الکمناء عن براء

10۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي عن وحشي رضي اللہ عنه

11۔ آل عمران: آیت

152 12۔ نفس المرجع

13۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي، باب غزوۃ احد و کتاب الجهاد، باب ما یکرہ عن التنازع في الحرب عن براء
14۔ سورۃ آل عمران: آیت 152

15۔ نفس المرجع

16۔ نفس المرجع

17۔ ایضاً 18۔ ایضاً

19۔ صحیح بخاري، کتاب الجنائز، باب هل یخرج المیت

20۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي عن عائشه

21۔ صحیح بخاري، باب مایکرہ من التنازع في الحرب

22۔ سورۃ آل عمران: آیت 155

23۔ ایضاً: آیت 155

24۔ صحیح بخاري، کتاب الجهاد، باب مایکرہ التنازع عن براء

25۔ سورۃ آل عمران: آیت 154

26۔ صحیح بخاري، کتاب الجهاد، باب عمل صالح قبل القتال عن براء

27۔ ابوداؤد، باب في من یسلم و یقتل مکانه في سبیل الله تعالیٰ عن ابي هریرہ

28۔ صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب ثبوت الجنة للشهید عن انس

29۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب في قتال جبرئیل

30۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي عن طلحة و سعد و ابواب المناقب

31۔ ترمذي، باب ماجاء في الدرع

32۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي عن قیس و ابواب المناقب

33۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي و ابواب المناقب عن انس و صحیح مسلم، باب غزوة النساء مع الرجال

34۔ سنن نسائي، بَابُ: مَا يَقُولُ مَنْ يَطْعَنُهُ الْعَدُوُّ عن جابر بن عبدالله

35۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل عن انس

36۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي عن وحشي

37۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي عن سهل

38۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد عن انس

39۔ سورۃ آل عمران: آیت 154

40۔ صحیح مسلم، باب غزوة النساء مع الرجال

41۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل سعد بن ابي وقاص

42۔ ترمذي شريف، باب ماجاء في خروج النساء في الحرب

43۔ صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب مداوة النساء والجرح و باب رد النساء الجرمي عن ربيع

44۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي و كتاب الجهاد باب ما يكره من التنازع في الحرب عن براء

45۔ سورۃ آل عمران: آیت 173

46۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب الَّذِينَ اسْتَجَابُوا عن عائشه

47۔ سورۃ آل عمران: آیت 175

48۔ سورۃ آل عمران: آیت 127

49۔ ایضاً: آیت 141

50۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي و كتاب الجهاد، باب لاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا عن براء

51۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي عن انس

52۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي عن خباب و عبدالرحمٰن بن عوف و باب هجرة النبي صلي الله عليه وسلم عن خباب و صحيح مسلم، باب في كفن الميت عن خباب

53۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي عن خباب و صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب ثبوت الجنة للشهيد

54۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة أُحد و كتاب الجنائز

55۔ جامع ترمذي، باب ماجاء في دفن الشهداء

56۔ صحيح بخاري، باب من يقدم في اللحد عن جابر

57۔ ترمذي، باب ماجاء في دفن الشهداء

58۔ ابوداؤد، باب في فضل الشهادة عن ابن عباس

59۔ سورۃ آل عمران: آیت 139 تا 151

60۔ سورۃ آل عمران: آیت 152

61۔ سورۃ آل عمران: آیت 156 تا 158

62۔ سورۃ آل عمران: آیت 152

63۔ ایضاً ایضاً 155

64۔ ایضاً ایضاً 159

65۔ ایضاً 160

66۔ سورۃ آل عمران: آیت 164

67۔ ایضاً 165 68۔ ایضاً 166

69۔ سورۃ آل عمران: آیت 167 168

70۔ ایضاً 169 تا 171

71۔ سورۃ آل عمران: آیت 179

72۔ رسول رحمت ابو الکلام آزاد، صفحہ 316 تا 318

73۔ رسول رحمت ابو الکلام آزاد، صفحہ 316 تا 321

حادثہ رجیع

جنگ اُحد کے بعد حادثہ رجیع پیش آیا۔ دشمنوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور پامال کرنے کے لئے اپنی کوششیں تیز تر کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ناپاک عزائم سے پوری طرح آگاہ رہتے تھے۔

اسی سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیوں کا ایک دستہ کافروں کی جاسوسی کے لئے روانہ فرمایا اور حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ انصاری کو جو کہ عاصم بن عمر بن خطاب کے نانا تھے ان پر امیر مقرر کیا۔

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ جب وہ مقام مطلوبہ پر پہنچے جو عسفان اور مکہ کے درمیان ہے تو ان کی خبر ہذیل کے ایک قبیلہ کو جس کا نام بنو لحیان تھا پہنچی۔ بنو لحیان نے ان مومنین کے مقابلہ کے لئے سو دو آدمیوں کو روانہ کیا۔ جو سب تیر انداز تھے۔ مومنین کو تلاش کرنے کے لئے وہ ان کے قدموں کے نشانات پر چلتے گئے۔ جب انہوں نے مومنین کی کھائی ہوئی کھجوریں جو مدینہ سے زاد راہ کے طور پر لائے تھے دیکھیں تو کہنے لگے یہ تو مدینہ کی کھجوریں ہیں۔ غرض یہ کہ وہ نشانات قدم پر چلتے ہوئے مومنین کے پاس پہنچ گئے۔

جب حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے انہیں دیکھا تو وہ پہاڑ کی چوٹی پر چلے گئے۔ کفار نے انہیں گھیر لیا اور ان سے کہا پہاڑ سے اتر آؤ اور اپنا ہاتھ ہمیں دے دو (یعنی گرفتاری پیش کر دو) ہم تم سے عہد کرتے ہیں کہ تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے۔

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ کی قسم میں کافروں کی امان میں نہیں اتروں گا'' یہ کہہ کر دعا کی ''اے اللہ! ہماری خبر اپنے نبی کو پہنچا دے'' کافروں نے تیر مارنے شروع کئے۔ دونوں طرف سے باقاعدہ جنگ ہوتی رہی یہاں تک کہ کافروں نے حضرت عاصم اور ان کے ساتھ چھ آدمیوں کو شہید کر دیا۔ تین آدمی جو بچے وہ کافروں کے عہد و پیمان پر بھروسہ کرکے پہاڑ سے نیچے اتر آئے۔

منجملہ ان کے حضرت خبیب انصاری اور حضرت زید بن دثنہ تھے۔ جب کفار نے ان پر قابو پا لیا تو اپنی کمانوں کی تنابیں کھول کھول کر انہیں باندھ دیا۔ حضرت خبیب اور حضرت ابن دثنہ کے علاوہ جو تیسرے صحابی تھے، انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا'' یہ ان لوگوں کی پہلی وعدہ خلافی ہے۔ اللہ کی قسم! میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا، معلوم ہوتا ہے کہ ان کا قتل کرنے کا ارادہ ہے، انہوں نے کفار کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ کافروں نے ان کو کھینچا اور اس بات پر مجبور کیا کہ وہ ان کے ساتھ چلیں، لیکن وہ نہ مانے۔ کافروں نے انہیں وہیں شہید کر دیا۔

اب وہ خبیب اور حضرت ابن دثنہ کو لے کر چلے یہاں تک کہ ان دونوں کو مکہ مکرمہ میں لے جا کر فروخت کر دیا۔ حضرت خبیب کو حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف کے بیٹوں نے خرید لیا۔ اس لئے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے ہاں قید رہے۔ جب وہ لوگ ان کے قتل کے لئے جمع ہوئے تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے حارث کی بیٹی سے استرا مانگا تاکہ اس سے جسم کی صفائی کر سکیں۔ لڑکی نے استرا انہیں دے دیا۔

اسی اثناء میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے اس لڑکی کے بیٹے کو اپنی گود میں لے لیا۔ اس لڑکی کو خبر نہیں ہوئی۔ جب اس نے اپنے بچہ کو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے زانو پر بیٹھا ہوا دیکھا اور یہ دیکھا کہ حضرت خبیب کے ہاتھ میں استرا ہے تو وہ ڈر گئی۔ حضرت خبیب نے اس کے چہرہ سے اس کی گھبراہٹ کو پہچان لیا۔ انہوں نے اس لڑکی سے کہا "کیا تمہیں اس بات کا خوف ہے کہ میں اسے قتل کر دوں گا۔ نہیں، میں ایسا نہیں کروں گا، وہ لڑکی کہتی ہے کہ میں نے خبیب سے بہتر قیدی نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم! میں نے ان کے ہاتھ میں انگور کا خوشہ دیکھا، وہ اس کو کھا رہے تھے، حالانکہ وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے، مکہ مکرمہ میں اس زمانہ میں کوئی پھل نہیں آرہا تھا، وہ رزق اللہ کی طرف سے تھا اور اللہ ہی نے خبیب رضی اللہ عنہ کو دیا تھا، پھر کافر حضرت خبیب کو لے کر حدود حرم کے باہر گئے تا کہ انہیں قتل کریں۔ حضرت خبیب نے ان سے کہا: مجھے اتنی مہلت دو کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ کافروں نے انہیں چھوڑ دیا، انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی، اس کے بعد کہا اگر تم یہ خیال نہ کرتے کہ مجھے قتل کا خوف ہے تو میں طویل نماز پڑھتا۔ پھر اس طرح دعا کی: "اے اللہ! ان کو گن لے، ان کو علیحدہ علیحدہ مار اور ان میں سے کسی کو نہ چھوڑ۔" پھر یہ شعر پڑھے:

ولستُ أُبالي حِينَ أُقتَلُ مُسلِمًا

على أيِّ شِقٍّ كانَ للهِ مَصرعي

وذَلكَ في ذاتِ الإلهِ وإنْ يَشَأْ

يُبارِكْ على أَوْصالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

"جبکہ میں اسلام پر قتل کیا جارہا ہوں تو مجھے اس بات کی پرواہ نہیں کہ میں کس پہلو پر گرتا ہوں۔ یہ مصیبت تو اللہ کی راہ میں پہنچ رہی ہے اور اگر اللہ چاہے تو کٹے ہوئے اعضاء کے ٹکڑوں میں برکت عطا فرمائے۔" اس کے بعد حارث کے بیٹے نے انہیں شہید کر دیا۔ حضرت خبیب ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے ہر اس مسلم کے لئے جو قید کر کے قتل کیا جائے۔

دو رکعت مسنون کر دیں (کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس فعل کو برقرار رکھا اور ناپسند نہیں فرمایا) اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم بن ثابت کی دعا قبول فرمائی جو انہوں نے شہادت کے دن مانگی تھی اور اپنے نبی کو ان کی خبر پہنچا دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اس واقعہ سے مطلع فرمایا۔

کفار قریش میں سے چند لوگوں نے حضرت عاصم کے قتل کا یقین نہیں کیا، لہٰذا انہوں نے چند آدمی روانہ کئے تا کہ وہ ان کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ کر لے آئیں جس سے یہ پہچانا جائے کہ واقعی وہ قتل ہو گئے۔ کیونکہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر میں ان کے ایک سردار کو قتل کیا تھا، لہٰذا وہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کے قتل کے بہت زیادہ متمنی تھے۔ جب قریش کے بھیجے ہوئے آدمی وہاں پہنچے، حضرت عاصم کی لاش پر بھڑیں چھتہ کی طرح چھا گئیں۔ بھڑوں نے ان کی لاش کو محفوظ کر دیا اور کافر اس بات پر قادر نہ ہو سکے کہ ان کے جسم کا کوئی ٹکڑا کاٹ سکیں۔(1)

حواشی

1۔صحیح بخاري، كتاب الجهاد، باب هل يستأسر الرجل عن ابي هريره، كتاب المغازي، ابواب غزوة بدر، باب غزوة الرجيع

واقعہ بیئر معونہ

سنہ 4ھ ز حل، د کوان، عصیہ اور بنو لحیان کے لوگوں نے (بظاہر مسلمان بن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ایسے آدمی طلب کئے جو (تبلیغی جدوجہد میں) ان کی مدد کر سکیں اور ان کو قرآن وسنت کی تعلیم بھی دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر قراء کو جو کہ بڑے ہی فضلاء اور بزرگوار تھے، منتخب فرمایا اور ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔

ان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ماموں یعنی حضرت ام سلیم کے بھائی حضرت حرام بن ملحان اور ایک لنگڑے قاری بھی شامل تھے۔ یہ لوگ دن کے وقت لکڑیاں چن کر لاتے اور ان کو بیچ کر اصحاب صفہ اور فقراء کے لیے کھانا خریدتے، رات کو قرآن حکیم پڑھتے (دین) حاصل کرتے اور نماز (تہجد) پڑھا کرتے تھے۔ مدینہ منورہ سے روانہ ہونے کے بعد جب یہ لوگ بیئر معونہ کے مقام پر پہنچے تو ان لوگوں نے بدعہدی کی۔ جو عہد انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا اسے توڑ دیا۔

حضرت حرام رضی اللہ عنہ کو جب ان کی بدعہدی کا علم ہوا تو دو آدمیوں کے ساتھ آگے بڑھ گئے۔ کچھ دور جا کر انہوں نے اپنے ساتھیوں سے جن میں ایک لنگڑے تھے، کہا: ''تم دونوں میرے قریب چلتے رہنا جب تک کہ میں ان کے پاس پہنچوں۔ اگر کافروں نے مجھے امن دے دیا تو تم میرے قریب ٹھہرے رہنا اور اگر مجھے مار ڈالا تو تم اپنے ساتھیوں کے پاس چلے جانا۔ یہ کہہ کر حضرت حرام رضی اللہ عنہ کافروں کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کیا تم مجھے امن دیتے ہو تاکہ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچاؤں۔ انہوں نے امن دے دیا۔ حضرت حرام نے تقریر شروع کی۔ ان لوگوں نے ایک شخص کو اشارہ کیا۔

اس نے پیچھے سے آکر حضرت حرام کو نیزہ مارا اور ان کے جسم کے پار کر دیا۔ حضرت حرام رضی اللہ عنہ نے اپنا خون لے کر اپنے منہ اور سر پر مل لیا اور کہا ''فزت ورب الکعبۃ'' قسم ہے کعبہ کے رب کی میں اپنی مراد کو پہنچ گیا۔ کفار نے دو کے علاوہ باقی تمام مومنین کو شہید کر دیا۔ مومنین یہ کہتے رہے کہ ہم لڑنے نہیں آئے ہیں۔ لیکن انہوں نے ایک نہیں سنی۔ شہید ہونے والوں میں حضرت عروہ بن اسماء بن صلت اور منذر بن عمر رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ دو مسلمان جو بچ گئے تھے ان میں سے ایک لنگڑے قاری تھے۔

یہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے اور بچ کر نکل آئے، دوسرے حضرت عمرو بن امیہ ضمری تھے جن کو کافروں نے گرفتار کر لیا۔ عامر بن طفیل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نامراد لوٹا تھا اس سازش میں ملوث تھا۔ جب حضرت عمرو بن امیہ گرفتار کر کے اس کے پاس لائے گئے تو اس نے ایک

لاش کی طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ کون ہے۔ حضرت عمرو نے کہا: "یہ عامر بن فہیرہ ہیں" عامر بن طفیل نے کہا: "میں نے دیکھا کہ وہ قتل ہونے کے بعد آسمان کی طرف اٹھائے گئے بڑی دیر تک ان کی لاش آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہی پھر وہ زمین پر رکھ دی گئی" یہ وہی عامر بن فہیرہ ہیں جو سفر ہجرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس واقعہ کی خبر پہنچی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مطلع کیا اور فرمایا: "تمہارے ساتھی مصیبت میں مبتلا ہوئے" شہادت کے بعد انہوں نے اپنے رب سے دعا مانگی "اے ہمارے رب! ہمارے بھائیوں کو ہماری اور اپنی رضامندی کی خبر پہنچا دے" اللہ تعالیٰ نے ان کا حال صحابہ کو بتا دیا وحی کے یہ الفاظ تھے۔

(بلغوا عنا قومنا انا لقینا ربنا فرضي عنا وارضانا)

"ہماری طرف سے ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچا دو کہ بے شک ہم اپنے رب سے ملے۔ وہ ہم سے راضی ہوا اور ہم اس سے راضی ہیں۔" وحی کے یہ الفاظ قرآن مجید کی آیت کے طور پر تلاوت کئے جاتے تھے۔ بعد میں بحکم الٰہی ان کی تلاوت منسوخ کر دی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ سے اتنا سخت صدمہ ہوا کہ آپ ایک ماہ تک صبح کی نماز میں رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھتے رہے۔

آپ عرب کے ان قبیلوں پر بد دعا کرتے تھے جنہوں نے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی بدعہدی کی صورت میں کی تھی۔ عامر بن طفیل کو طاعون ہو گیا، اس نے کہا یہ اونٹ کی غدود کی طرح ایک غدود ہے، میرا گھوڑا لاؤ وہ گھوڑے پر سوار ہوا اور گھوڑے کی پشت پر ہی مر گیا۔(1)

حواشی

1۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي، باب غزوة الرجیع بئر معونة عن انس و عن عائشه۔ صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب ثبوت الجنة للشهید

غزوہ بنو مصطلق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنو مصطلق پر حملہ کیا۔ راستہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر کو کسی کام کے لیے روانہ کیا۔ جب وہ واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سواری پر) نماز پڑھ رہے تھے۔ (حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں) انہوں نے کچھ بات کہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھوں سے اشارہ کیا (انہوں نے بات بند کر دی آپ نماز پڑھتے رہے) رکوع و سجود کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر جھکا دیا کرتے تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کی آواز آ رہی تھی" جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نماز پڑھ رہا تھا اس لئے جواب نہ دے سکا اچھا بتاؤ تم نے وہ کام کر لیا؟" (1) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو ساتھ

لے کر بنو مصطلق پر اچانک حملہ کر دیا، انہیں آپ کے آنے کی خبر نہ ہوئی۔ جب آپ ان کے پاس پہنچے تو وہ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑنے والوں کو قتل کر دیا اور باقی کو قید کر لیا۔

ان قیدیوں میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ (2) بعض لوگوں کو عورتوں کی خواہش ہوئی لیکن انہوں نے یہ نہ چاہا کہ ان کی لونڈیاں حاملہ ہوں لہٰذا انہوں نے عزل کا ارادہ کیا۔ پھر انہوں نے سوچا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر عزل کیوں کریں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عزل نہ کرنے میں تمہارا کوئی حرج نہیں چونکہ جو جان قیامت تک پیدا ہونے والی ہے وہ پیدا ہو کر رہے گی۔" (3) کچھ عرصہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ خفیہ طور پر زندہ گاڑنا ہے" گویا اس کی ممانعت فرما دی۔ (4) مہاجرین میں ایک شخص بہت ہی ظریف الطبع تھا۔ اس نے مذاق میں ایک انصاری کی پیٹھ پر تھپڑ مار دیا۔ انصاری کو غصہ آ گیا۔ اس نے انصار کو آواز دی۔ اس نے مہاجرین کو آواز دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آوازیں سن کر اپنے خیمہ سے باہر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ ایام جاہلیت کی سی پکار کیسی؟ یہ کیا لوگوں کا حال ہے؟" صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری کیفیت سنائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس پکار کو (ہمیشہ کے لئے) ترک کر دو۔ یہ خبیث پکار ہے۔" (5) ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان جنگ ہی میں تھے کہ حضرت زید بن ارقم نے عبد اللہ بن ابی منافق کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ "جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں ان کو کچھ نہ کچھ دیا کرو (جب انہیں کچھ ملے گا تو وہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر) بھاگ جائیں گے۔

مہاجرین نے ہم سے فریاد رسی کی تھی (ہم نے انہیں ٹھکانہ دیا لیکن یہ ہمارے ہی سر پر چڑھ گئے) اب ہم یہ کریں گے کہ مدینہ پہنچ کر جو عزت والا ہے وہ ذلیل آدمی کو (مدینہ سے) نکال دے گا" حضرت زید بن ارقم نے اس بات کا ذکر اپنے چچا سے یا حضرت عمر سے کیا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو بلایا۔ حضرت زید نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ پھر آپ نے عبد اللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلایا اور ان سے اس واقعہ کی تحقیق کی۔ تمام منافقین نے قسمیں کھا کر انکار کر دیا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کی تکذیب کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سچا سمجھ لیا اور حضرت زید بن ارقم کی بات غلط سمجھا۔

حضرت زید کو اس بات سے شدید صدمہ ہوا۔ وہاں سے اٹھ کر وہ اپنی منزل میں جا کر بیٹھ گے اور کچھ دیر بعد سو گئے۔ جب ان کے چچا کو معلوم ہوا تو وہ ان کے پاس آئے۔ حضرت زید کو غمگین دیکھ کر انہوں نے کہا: تمہاری یہ کیفیت غالباً اس لئے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں جھوٹا سمجھا اور تم پر خفگی کا اظہار کیا۔ ابھی کچھ دیر گزری نہیں تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلایا۔

جب حضرت زید رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ نے تمہاری تصدیق کر دی ہے"

(إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ ﴿﴾ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَطُبِعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ﴿﴾ وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ ۖ وَإِن يَقُولُوا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۖ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۖ يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۚ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۖ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿﴾)

"جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو (ضرور) کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک ضرور آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناً ضرور آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافق ضرور جھوٹے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا ہے پھر لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا۔ بے شک وہ بہت ہی برے کام کر رہے ہیں۔

یہ اس وجہ سے کہ وہ (زبان سے) ایمان لائے پھر انہوں نے (دل کا) کفر ظاہر کیا۔ تو ان کے دلوں پر مہر کر دی تو وہ کچھ نہیں سمجھ سکتے اور اے مخاطب جب تو انہیں دیکھے تو ان کے قد و قامت تجھے پسندیدہ نظر آئیں اور اگر وہ بات کریں تو ان کی بات تو غور سے سنے گا گویا کہ وہ لکڑی کی شہتیریں ہیں دیوار کے سہارے کھڑی کی ہوئیں۔ ہر اونچی آواز کو وہ اپنے اوپر سمجھتے ہیں وہی (سخت زہریلے) دشمن ہیں۔ تو ان سے بچتے رہو ان پر اللہ کی ماہ کہاں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ چونکہ آپ رحمۃ للعالمین تھے۔ آپ نے اس ناطے منافقین کو بلوایا۔ تاکہ ان کے لئے اللہ سے بخشش کی دعا مانگیں۔

منافقین نے متکبرانہ انداز میں اپنے سر مٹکا دیئے۔ اللہ نے ان کے اس متکبرانہ اور معاندانہ رویئے کو قرآن میں یوں بیان فرمایا:

(وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُم مُّسْتَكْبِرُونَ ﴿﴾ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿﴾ هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنفَضُّوا ۗ وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ ﴿﴾ يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۚ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿﴾)

"اور جب ان سے کہا جائے اللہ کے رسول تمہارے لئے مغفرت طلب کریں (تو از راہ تمسخر) اپنے سر مٹکاتے ہیں۔ اور آپ انہیں دیکھتے ہیں کہ تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں ان پر یکساں ہے کہ آپ ان کے لئے معافی چاہیں یا ان کے لئے معافی نہ چاہیں۔ اللہ انہیں ہر گز معاف نہ فرمائے گا بے شک اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔ وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ نہ خرچ کرو ان لوگوں پر جو رسول اللہ کے پاس ہیں یہاں تک کہ یہ سب منتشر ہو جائیں گے اور اللہ ہی کی ملک ہیں آسمانوں اور زمینوں کے خزانے مگر منافق نہیں سمجھتے۔ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹ سکے تو عزت والے ذلت والوں کو وہاں سے ضرور نکال دیں گے۔ حالانکہ عزت تو صرف اللہ کے رسول اور ایمان والوں کے لئے ہے لیکن منافق نہیں جانتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجئے کہ اس خبیث عبد اللہ بن ابی کی گردن اڑادوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رہنے دو لوگ کہیں گے کہ کیسے رسول ہیں کہ اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔ (8)

حواشی غزوہ بنو مصطلق

1۔ صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب تحریم الکلام في الصلوٰۃ عن جابر

2۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب جواز الاغارۃ عن ابن عمر

3۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي، باب غزوۃ بني مصطلق عن ابي سعید

4۔ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب جواز الغیلۃ عن جرامۃ

5۔ صحیح بخاري، کتاب التفسیر، سورۃ المنافقون

6۔ سورۃ المنافقون: آیت 1 تا 4

7۔ ایضاً: آیت 5 تا 8

8۔ صحیح بخاري، کتاب التفسیر، عورۃ المنافقون عن زید بن ارقم

غزوہ خندق سنہ 4ھ

اس غزوہ کو غزوہ خندق اس لئے کہتے ہیں کہ اس موقع پر خندق کھود کر مدینہ کی حفاظت کی گئی تھی۔ غزوہ احزاب اس لئے کہتے ہیں کہ کئی گروہ مسلمانوں کے خلاف جتھابنا کر قوی اتحاد کی صورت اختیار کر گئے (الکفر ملۃ واحدۃ) وجوہات: ادھر مشرکین مکہ اپنے سرداروں کے قتل پر بڑے غمگین اور پریشان حال تھے۔

کیونکہ وہ معاشی طور پر بھی بہت پریشان تھے۔ ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد یہود کے لئے بھی سوہان روح بنی ہوئی تھی۔ انہیں اپنی قیادت و سیادت جاتی ہوئی نظر آرہی تھی۔ ان کی معیشت بھی تباہ ہو رہی تھی۔ بنو قینقاع اور بنو نضیر مدینہ سے جلا وطن ہو چکے تھے۔ ان کی زمینیں اور جائیداد سب ہی ان کے ہاتھ سے نکل گئے۔

کیونکہ یہ لوگ اپنے مستقبل سے سخت پریشان تھے۔ اس لئے انہوں نے منصوبہ بندی کی کہ اگر اس موقع پر مسلمانوں کا قلع قمع نہ کیا گیا پھر ان سے نبٹنا مشکل ہو جائے گا انہوں نے سارے عرب کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے خزانوں کے منہ کھول دیئے۔ حیؓ بن اخطب، سلام بن ابی حقیق، کنانہ بن ربیع،

سلام بن مشکم، ابی عمارہ، غرض کہ یہودیوں کے بڑے بڑے سردار سب ہی ایک وفد کی صورت میں مکہ گئے۔ قریش مکہ کو مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کیا اور انہیں اپنی طرف سے ہر طرح کے تعاون کی یقین دہانی کرائی۔

جنگ کا مقصد صرف مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانا تھا۔ قرآن میں ہے:

﴿یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿﴾﴾ (1) "وہ اپنے منہ سے پھونکیں مار کر اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے خواہ کافر کتنا ہی برا منائیں۔"

کافروں نے اسی مقصد کی خاطر مدینہ پر حملہ کیا۔ جس کے نتیجہ میں جنگ خندق ہوئی، جنگ خندق جنگ اُحد کے ٹھیک ایک سال بعد ہوئی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کے حملہ کرنے کی خبر ملی تو سب سے پہلا کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا کہ مومنین کی مردم شماری کرائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جو لوگ اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں ان کے نام لکھ کر لاؤ۔ اس حکم کی تعمیل میں ایک ہزار پانچ سو مردوں کے نام لکھے گئے۔ (2) مدینہ منورہ پر جنگ کے بادل منڈلا رہے تھے، ہر وقت کھٹکا سا لگا رہتا تھا کہ کسی وقت بھی حملہ ہو جائے گا۔ ایک رات ایسا ہوا کہ مدینہ کے باہر سے خوفناک آواز آئی۔ تمام اہل مدینہ گھبرا گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا عاریتاً لیا جو بہت سست رفتار تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہو کر مدینہ کے باہر دیکھنے کے لئے گئے (کہ یہ کیسی آواز ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کے بعد اور لوگ بھی تیار ہو گئے اور اس آواز کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آتے ہوئے ملے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں تلوار لٹکی ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں، گھبراؤ نہیں، کوئی خطرہ نہیں، میں دیکھ کے آ رہا ہوں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ہم نے آپ کے گھوڑے کو مثل دریا کے تیز پایا۔ اس کے بعد وہ گھوڑا کسی گھوڑے سے پیچھے نہ رہتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح تن تنہا آدھی رات کو اس آواز کی طرف چلے جانا بہادری کی زبردست علامت ہے۔ اس لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر تھے۔ (3) حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کے آنے کی خبر سن کر ابو طلحہ کے ایک گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اس گھوڑے کو مندوب کہا جاتا تھا۔ باہر نکل کر دیکھا تو خوف و گھبراہٹ کی کوئی چیز نہ پائی۔ تو آ کر فرمایا کہ کوئی گھبراہٹ کی بات نہ تھی میں نے اس گھوڑے کو واقعی دریا کی طرح تیز دوڑایا تھا۔ ایک رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے باہر گشت کرتے ہوئے کافی دیر تک جاگتے رہے۔

جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو فرمایا: "کاش آج رات کو میرے صحابہ میں سے کوئی صالح شخص میری چوکیداری کرتا" حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ سنے تو فوراً ہتھیار پہن کر حاضر ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیار کی آواز سنی تو فرمایا: "یہ کون ہے؟"

حضرت سعد نے کہا: ''میں سعد بن ابی وقاص ہوں، میں آپ کی چوکیداری کرنے آیا ہوں'' یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اطمینان سے سو گئے۔(4) جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کے حملہ کرنے کا یقین ہو گیا تو مردم شماری کے بعد دوسرا حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیا کہ مدینہ کے ارد گرد خندق کھودی جائے۔ صحابہ نے خندق کھودنی شروع کر دی، خندق میں مٹی نکال کر وہ اپنی پیٹھوں پر لادتے تھے اور پھر اسے باہر لے جا کر ڈال دیتے تھے۔(5) مہاجرین اور انصار اس کام میں مشغول تھے۔ ان کے پاس نہ غلام تھے نہ مزدور کہ وہ اس کام کو سرانجام دیتے، صبح کا وقت تھا، سردی کا دن تھا۔ صحابہ کرام خندق کھود رہے تھے کہ اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حالت دیکھی کہ فاقہ سے دوچار ہیں۔ لیکن محنت و مشقت کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللھم ان العیش عیش الآخرۃ فاغفر للانصار والمھاجرۃ''۔ ترجمہ: ''اے اللہ! عیش تو درحقیقت آخرت کا عیش ہے۔

اے اللہ! انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں صحابہ کرام یہ پڑھتے تھے۔(ترجمہ) ''ہم وہ ہیں کہ جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کی کہ ہم جب تک باقی رہیں گے ہمیشہ جہاد کرتے رہیں گے۔ ہم وہ ہیں کہ جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کی کہ ہم جب تک زندہ ہیں ہمیشہ جہاد کرتے رہیں گے۔ ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کی ہے کہ ہم جب تک زندہ ہیں (جہاد کرتے رہیں گے) ہمیشہ اسلام پر قائم رہیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جواب میں فرماتے ہیں:

(اللّٰهُمَّ إِنَّه لا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الآخِرَة... فَبَارِكْ فِي الأَنْصَارِ وَالمُهَاجِرَة)

(ترجمہ) ''اے اللہ! کوئی عیش (حقیقی) نہیں سوائے آخری کے عیش کے (اے اللہ) انصار اور مہاجرین کو عزت عطا فرما۔ اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح فرماتے۔''

(اللھم لا عیش الا عیش الآخرۃ۔۔۔ فاصلح الانصار والمھاجرۃ)

(ترجمہ) ''اے اللہ کوئی عیش (حقیقی) نہیں سوائے آخرت کے عیش کے (اے اللہ) انصار اور مہاجرین کی اصلاح فرما۔'' بخاری کے الفاظ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اگرچہ بھوکے تھے (لیکن بڑے اطمینان و حوصلہ کے ساتھ) محض اللہ کی رضاجوئی کی خاطر وہ یہ تمام مصیبتیں برداشت کر رہے تھے (کبھی ایسا ہوتا کہ) لوگ ایک مٹھی جو لاتے، پھر وہ بدبودار روغن میں پکائے جاتے اور قوم کے سامنے رکھ دیئے جاتے۔ کھاتے وقت جو حلق میں ناگوار بھی معلوم ہوتے اور ان میں بدبو بھی آتی تھی۔(6) تاہم چاروناچار انہیں کھانا پڑتا تھا۔ خندق کھودتے کھودتے اتفاقاً ایک چٹان نکل آئی (وہ اتنی سخت تھی کہ کسی سے نہ ٹوٹی) لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر عرض کیا کہ ایک چٹان (ایسی) نکل آئی ہے (کہ کسی طرح نہیں ٹوٹتی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں خود آ کر اسے توڑ تا ہوں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں روانہ ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے۔ تین روز سے کسی نے بھی کھانا نہ کھایا تھا۔ ایسے عالم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کھینچ کر کدال ماری، کدال مارتے ہی وہ چٹان ریزہ ریزہ ہو گئی۔(7) جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھوکے ہیں تو خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے گھر جانے کی اجازت دیجئے۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی۔

اجازت حاصل کر کے وہ اپنی بیوی کے پاس آئے۔ بیوی سے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ میں صبر نہیں کر سکتا۔ تمہارے پاس (کھانے کے لئے) کچھ ہے۔ بیوی نے کہا: "میرے پاس کچھ جو اور ایک بکری کا بچہ ہے" یہ کہہ کر انہوں نے تھیلی میں سے جو نکالے جو حجم میں صرف ایک صاع تھے۔ انہوں نے انہیں پیسنا شروع کر دیا۔

حضرت جابر نے بکری کے بچے کو ذبح کیا، گوشت کو پتیلی میں ڈال کر پکنے کے لئے آگ پر رکھ دیا، جو پیسنے کے بعد ان کی بیوی آٹا گوندھنے لگیں۔ حضرت جابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلانے روانہ ہوئے۔ بیوی نے کہا:

"مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کے سامنے رسوانہ کرنا" حضرت جابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور چپکے سے کہا: "اے اللہ کے رسول! میرے پاس کچھ کھانا ہے، آپ ایک دو آدمیوں کے ساتھ تشریف لے چلئے" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "کتنا کھانا ہے" حضرت جابر نے کھانے کی تعداد بتائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "

یہ تو بہت ہے اور بڑا پاکیزہ ہے۔ جاؤ اپنی بیوی سے کہو میرے آنے سے پہلے پتیلی نہ اتاریں نہ روٹی پکائیں اگر تنور میں روٹیاں لگا دی ہوں تو انہیں نہ اتاریں" یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے فرمایا: "اے خندق والو! جابر رضی اللہ عنہ نے کھانا پکایا ہے لہٰذا جلدی چلو" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرماتے ہی مہاجرین اور انصار سب چلنے کے لئے تیار ہو گئے۔

حضرت جابر فوراً اپنی بیوی کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: "وائے افسوس! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام مہاجرین اور انصار کے ساتھ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں خندق کھود رہے ہیں تشریف لا رہے ہیں۔ بیوی نے کہا کیا تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تھا کہ "کھانا کس قدر ہے" حضرت جابر نے کہا: "ہاں" اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جابر کے پاس پہنچ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "کیا تم نے وہ کام جس کے متعلق میں نے کہا تھا کر لیا۔" حضرت جابر کی بیوی نے کہا: "ہاں" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹے اور برتن میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا کی۔ پھر حضرت جابر کی بیوی سے فرمایا کہ ایک روٹی پکانے والی کو بلاؤ جو تمہارے ساتھ روٹی پکائے اور تم پتیلی سے سالن بھی نکالتے جانا۔ یہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے کہا:

اندر چلے آؤ اور ایک دوسرے سے مزاحمت نہ کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھانا کھلانا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روٹی توڑتے اور گوشت اس پر رکھ کر لوگوں کو کھانے کے لئے دے دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی پتیلی میں سے سالن اور تنور سے روٹی نکالتے تھے۔

نکالنے کے بعد فوراً پتیلی اور تنور کو ڈھانک دیتے۔ اس طرح آپ روٹی سالن لوگوں کے سامنے رکھتے اور جب وہ فارغ ہو جاتے تو دستر خوان اٹھا لیتے اور پھر دوسروں کے سامنے بچھا دیتے۔ یہی ہوتا رہا یہاں تک کہ سب کا پیٹ بھر گیا۔

پتیلی سے ابھی سالن ابل رہا تھا آٹے کی روٹیاں پک رہی تھیں لیکن وہ کم نہ ہوا تھا۔ ایک ہزار آدمی کھا چکے تھے لیکن کھانا ابھی باقی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر کی بیوی سے فرمایا کہ تم بھی کھاؤ اور تحفہ اوروں کے ہاں بھی بھیجو کیونکہ ہم سب ہی بھوکے ہیں۔(8) جبل اُحد کا مشرقی و مغربی رخ ہے۔ یہ خندق مقام شیخین سے شروع ہو کر جبل سلع کے مغربی حصہ تک کھودی گئی۔ بعد میں مزید بڑھا کر بطحان اور وادی رانونا کے مقام اتصال تک پہنچائی گئی، یہ لمبائی ساڑھے تین میل ہوتی ہے۔ چوڑائی اتنی تھی کہ گھڑ سوار کے لئے بھی اس پر سے جست لگانا ناممکن تھا گہرائی اتنی تھی کہ تری نکل آئی۔ علامہ شبلی نے گہرائی پانچ گز لکھی ہے۔ خندق کھودنے کے لئے جبل سلع کے دامن میں پڑاؤ ڈالا گیا۔ سرخ چمڑے کا خیمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لگایا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بہ نفس نفیس خندق کھودنے میں شریک تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی مٹی اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔ اور باوجود اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ پر بکثرت بال تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال اور شکم مبارک خاک سے چھپ گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ابن رواحۃ کے یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

اللهمّ لولا أنت ما اهتدينا ولا تصدّقنا ولا صلّينا

فأَنْزِلَنْ سَكِينةً علينا وثبّت الأقدام إن لاقينا

إنّ الأعداءَ قد بغوا علينا إذا أرادوا فتنةً أبينا

"اے اللہ! اگر تیرا فضل نہ ہوتا تو ہم ہدایت یاب نہ ہوتے۔ نہ صدقے دیتے، نہ نماز پڑھتے، ہم پر تسکین نازل فرما اور اگر دشمن سے ہمارا مقابلہ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ، بے شک ان لوگوں نے ہم پر زیادتی کی ہے، اگر یہ فتنہ کا ارادہ کریں گے تو ہم ایسا نہ ہونے دیں گے اور آخری لفظ ابینا ابینا کے ساتھ اپنی آواز کو بلند فرماتے۔(9) خندق تیار ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی تیاری شروع کر دی اور ہتھیار وغیرہ پہن لئے۔ (10) ادھر مسلمان خندق کی کھدائی سے فارغ ہوئے، ادھر کفار کے لشکر جوق در جوق پہنچنا شروع ہو گئے۔ ایک عرصہ سے جنگ کا خطرہ محسوس کیا جا رہا تھا۔ بالآخر قرآن کہتا ہے:

﴿إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ﴾ (11) "جب کافروں کی فوجیں تم پر آپہنچیں۔" قرآن مجید کے لفظ "احزاب" سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ متعدد فوجیں تھیں جنہوں نے یکبارگی مدینہ منورہ پر حملہ کیا تھا۔ مسلمانوں نے اپنے بچوں اور عورتوں کو حضرت حسان کے قلعہ میں محفوظ کر دیا(12) یہ الفاظ صرف مسلم کی روایت میں ہیں۔

﴿إِذْ جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ۝﴾ (13)

"جب کافر تم پر چڑھ آئے، تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے اور جب آنکھیں پھری کی پھری رہ گئیں اور دل منہ کو آنے لگے اور تم اللہ کے متعلق مختلف گمان کرنے لگے۔ وہ مکان تھا جہاں مسلمانوں کی آزمائش کی گئی اور وہ نہایت سختی سے ہلا دیئے گئے۔" رات کا وقت تھا۔ ہوا تیز چل رہی تھی۔ سردی کی شدت تھی کہ عین اس عالم میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی شخص ہے جو کافروں کی خبر لائے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو میری معیت نصیب فرمائے گا" سب خاموش رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی فرمایا۔

پھر سب خاموش رہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ سے فرمایا: "اٹھو اور جا کر کفار کی خبر لاؤ، دیکھو انہیں مجھ پر نہ اکسانا" حضرت حذیفہ نے حکم کی تعمیل کی۔ اتنی سخت سردی کے باوجود انہیں ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا وہ گرم حمام میں چلے جا رہے ہیں۔

یہاں تک کہ وہ کفار کی فوجوں تک پہنچ گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ابوسفیان اپنی پیٹھ سینک رہے ہیں۔ انہیں دیکھتے ہی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے تیر کمان پر چڑھایا اور انہیں مارنے کا ارادہ کیا۔ وہ تیر مارنے ہی والے تھے کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یاد آیا کہ "انہیں مجھ پر نہ اکسانا" لہٰذا انہوں نے تیر نہ مارا وہ کہتے ہیں کہ اگر میں تیر مارتا تو ضرور ابوسفیان کے لگتا، الغرض کفار کی جاسوسی کے بعد حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ وہاں سے واپس ہوئے اور انہیں پھر وہی محسوس ہوا کہ وہ گرم حمام میں چل رہے ہیں جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور سب حال بیان کر چکے تو پھر سردی محسوس ہونے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا ایک فاضل کمبل اوڑھا دیا۔

جسے اوڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کمبل اوڑھ کر صبح تک سوتے رہے۔ جب صبح صادق ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے بہت زیادہ سونے والے اٹھ جاؤ" (14) کفار کی کثرت سے منافقین گھبرا گئے۔ اللہ نے ان کے کردار اور بدنیتی کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

﴿وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ﴿﴾ وَإِذْ قَالَت طَّائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا ۚ وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۖ إِن يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ﴿﴾ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِم مِّنْ أَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا إِلَّا يَسِيرًا ﴿﴾ وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا اللَّهَ مِن قَبْلُ لَا يُوَلُّونَ الْأَدْبَارَ ۚ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا ﴿﴾ قُل لَّن يَنفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِن فَرَرْتُم مِّنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذًا لَّا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿﴾ قُلْ مَن ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُم مِّنَ اللَّهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۚ وَلَا يَجِدُونَ لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿﴾﴾

(15) (ترجمہ) "اور جب کہا منافقوں نے اور ان لوگوں نے جن کے دلوں میں (شک کی) بیماری تھی کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے (فتح) کا وعدہ نہیں کیا تھا مگر دھوکہ دینے کے لئے اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے مدینہ والو تمہارے ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہیں تو تم واپس چلے جاؤ اور ان میں سے ایک گروہ نے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے یہ کہہ کر اجازت مانگی بے شک ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ غیر محفوظ نہ تھے وہ تو بھاگنا ہی چاہتے تھے۔ اور اگر مدینہ کے اطراف سے ان پر فوجیں داخل کر دی جاتیں پھر ان سے شرک طلب کیا جاتا وہ ضرور ان کی مراد پوری کر دیتے اور

اس میں تاخیر نہ کرتے مگر بہت تھوڑی اور بے شک وہ اس سے پہلے اللہ سے ضرور عہد کر چکے تھے کہ پیٹھ پھیر کر نہ بھاگیں گے اور اللہ کے ساتھ کیا عہد ضرور پوچھا جائے گا۔ فرما دیجئے تمہیں بھاگنا ہر گز نفع نہ دے گا اگر تم موت یا قتل سے بھاگو اور اس وقت تم فائدہ نہ پہنچاؤ گے مگر تھوڑا۔

فرما دیجئے تمہیں کون بچائے گا اللہ سے اگر وہ تمہیں تکلیف پہنچانا چاہے یا تم پر رحمت کا ارادہ فرمائے وہ اپنے لئے اللہ کو چھوڑ کر کسی کو حمایت کرنے والا نہ پائیں گے اور نہ کوئی مدد گر۔" منافقوں نے مومنوں کے ایمان میں تذبذب پیدا کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ان کی حوصلہ شکنی کی پوری کوشش کی تاہم منافقین کی تمام کاوشیں بے سود و بے کار ہی ثابت ہوئیں بلکہ مسلمان پوری استقامت کے ساتھ ایمان کی شاہراہ پر گامزن رہے جونہی انہوں نے کفار کو میدان جنگ میں آتے ہوئے دیکھا تو پکار اٹھے:

﴿وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ﴿﴾ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ﴿﴾ لِّيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ إِن شَاءَ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿﴾﴾ (16)

(ترجمہ) "اور جب مسلمانوں نے (کافروں کے) لشکر دیکھے (تو) کہنے لگے یہ ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ فرمایا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا اور اس نے ان کے لئے نہ زیادہ کیا۔ مگر ایمان (کی قوت) اور مان لینے کو۔ ایمان والوں میں سے کچھ ایسے (قوی) مرد ہیں۔ جنہوں نے سچا کر دیا اس عہد کو جو اللہ سے کیا تھا تو ان میں سے کوئی (جہاد میں شریک ہو کر) اپنی نذر پوری کر چکا۔ اور ان میں سے کوئی انتظار کر رہا ہے اور انہوں نے (اپنے وعدہ میں کچھ بھی) ردوبدل نہیں کیا۔ تاکہ اللہ سچوں کو ان کے سچ کا (بہترین) اجر عطا فرمائے اور منافقوں کو عذاب دے اگر چاہے یا (انہیں توبہ کی توفیق عطا فرما کر) ان پر رجوع برحمت ہو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔"

میدان جہاد میں اترتے وقت مسلمانوں کو اللہ کی طرف سے نصرت پر پورا یقین رکھنا چاہیے۔ کفار کی کثرت سے ہر گز خائف نہیں ہونا چاہیے۔ تلواروں کے سائے تلے اس کی طرف سے مدد کا امیدوار ہونا چاہیے کہ وہ ذات مجھے ضائع نہ کرے گی۔ جنگ احزاب میں آنے والے صحابہ کرام جذبہ ایمانی سے پوری طرح سرشار تھے۔ قدرت نے ہوائیں چلا چلا کر ان کی مدد فرمائی چونکہ کائنات کی ہر چیز پر اسی کی ذات کا تصرف ہے۔ جنگ شروع ہوئی مسلمان بے جگری سے لڑتے رہے۔ اس کے برعکس منافقین نے جنگ سے پہلو تہی اختیار کی۔ بلکہ دوسروں کو بھی جنگ سے روکنے کی کوششیں کرتے رہے۔ قرآن حکیم نے منافقین کے بارے میں فرمایا:

﴿قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمُعَوِّقِينَ مِنكُمْ وَالْقَائِلِينَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا ۖ وَلَا يَأْتُونَ الْبَأْسَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿﴾ أَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۖ فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَىٰ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُم بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۚ أُولَٰئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿﴾﴾ (17) "بے شک اللہ جانتا ہے تم میں سے ان لوگوں کو جو (جہاد سے) روکتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر ہماری طرف آ جاؤ اور یہ لوگ لڑائی میں نہیں آتے مگر بہت کم۔ تمہارے حق میں بخیل ہو کر پھر جب خوف (کا موقع) آ جائے تو آپ انہیں دیکھتے کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھنے لگتے ہیں

کہ ان کی آنکھیں گھومتی ہیں جیسے کسی پر موت کی غشی طاری ہو، پھر جب وہ خوف دور ہو جائے تو تمہیں تکلیف پہنچائیں تیز زبانوں سے، حرص کرتے ہوئے (غنیمت کے) مال پر وہ لوگ (پہلے ہی سے) ایمان نہیں لائے تو اللہ نے ان کے عمل ضائع کر دیئے اور یہ اللہ پر کچھ مشکل نہیں۔"

ایک نوجوان مسلم بھی اس جنگ میں شریک تھے۔ ان کی نئی نئی شادی ہوئی تھی وہ روزانہ دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اپنے گھر آیا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے حسب معمول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنے ہتھیار لے جاؤ کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ بنو قریظہ کہیں تمہیں نقصان نہ پہنچائیں" انہوں نے تعمیل کی اور اپنے ہتھیار لے کر روانہ ہوئے۔ جب گھر پہنچتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کی بیوی دروازہ کے دونوں کواڑوں کے درمیان کھڑی ہیں۔

انہوں نے غیرت سے اپنا نیزہ انہیں مارنے کے لئے اٹھایا۔ بیوی نے کہا اپنے نیزہ کو سنبھالو اور اندر جا کر دیکھو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میں کیوں باہر کھڑی ہوں۔ وہ نوجوان صحابی اندر گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بڑا سانپ کنڈلی مارے ہوئے بستر پر بیٹھا ہے۔ انہوں نے اس پر نیزہ اٹھایا اور نیزہ میں اس کو پرو لیا۔ پھر اندر سے نکلے اور نیزہ مکان کے صحن میں گاڑ دیا۔ وہ سانپ اس پر لوٹ پوٹ ہوتا رہا۔ پھر یہ نہ معلوم ہو سکا کہ وہ سانپ پہلے مرا یا وہ نوجوان مسلمان۔ صحابہ کرام نے اس نوجوان کی موت کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی اور سارا واقعہ بیان کیا۔ پھر عرض کیا اے اللہ کے رسول! اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ اسے زندہ کر دے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ساتھی کے لئے مغفرت کی دعا کرو۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ میں کچھ جن رہتے ہیں جو مسلمان ہو گئے ہیں لہٰذا جب کسی سانپ کو دیکھو تو تین دن تک اسے خبردار کرو، اگر اس کے بعد بھی وہ دکھائی دے تو اسے مار ڈالو اس لئے کہ وہ شیطان بھی کافر (جن) ہے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جاؤ اپنے بھائی کو دفن کرنے کا انتظام کرو"۔ (18)

مذکورہ بالا واقعہ میں اس نوجوان کو جو نصیحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے گھر جاتے وقت کی تھی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کا قبیلہ بنو قریظہ بھی خفیہ طور پر کفار کے ساتھ ملا ہوا تھا اور عملاً کفار کی مدد کر رہا تھا۔

(الَّذِينَ ظَاهَرُوهُم مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ) (19) "جن اہل کتاب نے ان (دشمنِ اسلام) کی مدد کی تھی۔" مدینہ منورہ کے باہر مشرکین تھے، جنہوں نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کر رکھا تھا اور اندرون شہر یہودی اور منافقین سازش میں لگے ہوئے تھے۔

انتہائی خطرناک حالات تھے جن سے مومنین دوچار تھے۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کون جا کر بنو قریظہ کی خبر لائے گا؟" حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: "میں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس قوم کی خبر کون لائے گا؟" حضرت زبیر نے پھر عرض کیا: "میں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر (رضی اللہ عنہ) ہیں۔"

الغرض حضرت زبیر رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے۔ صحابہ کرام کے بچے جو حضرت حسان کے قلعہ میں محفوظ تھے ان میں عبداللہ بن زبیر اور عمر بن ابی سلمہ بھی تھے۔ یہ دونوں بچے باری باری ایک دوسرے پر چڑھ کر باہر کا نظارہ کرتے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے دو تین مرتبہ اپنے والد کو ہتھیار لگائے ہوئے بنو قریظہ کی بستی میں آتے جاتے دیکھا۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بنو قریظہ کی جاسوسی کر کے واپس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام حال سنایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر میرے ماں باپ قربان ہو جائیں۔ (20) جنگ شدت سے جاری تھی، ایک دن تو اتنی مہلت بھی نہ مل سکی کہ مسلمان نماز عصر پڑھتے۔ چونکہ ابھی تک صلوٰۃِ خوف کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔

سورج غروب ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کفار قریش کو برا بھلا کہتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: "اے اللہ کے رسول میں عصر کی نماز پڑھنے نہ پایا تھا کہ سورج غروب ہو گیا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کی قسم میں نے بھی نہیں پڑھی، اللہ ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے جنہوں نے ہمیں بیچ والی نماز پڑھنے کی مہلت نہ دی۔"

یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا پھر سب صحابہ بطحان کے مقام پر گئے۔ سب نے وضو کیا، پھر سب نے سورج غروب ہونے سے پہلے نماز عصر پڑھی اس کے بعد نماز مغرب پڑھی۔ (21) دوران جنگ قریش کے ایک شخص نے جس کو حبان بن عرقہ کہا جاتا تھا۔ حضرت سعد بن معاذ کو ایک تیر مارا، تیر ان کی رگ اکحل اور سینہ میں لگا۔

اکحل ہاتھ کی بیچ کی رگ کو کہتے ہیں۔ وہ شدید زخمی ہو گئے۔ (22) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے دست مبارک سے داغ دیا۔ زخم پر ورم آ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ داغ دیا۔ حضرت ابی بن کعب بھی رگ ہفت اندام میں تیر لگنے سے زخمی ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس ایک طبیب کو بھیجا۔ طبیب نے ان کی فصد کی اور پھر داغ دیا۔ (23) کچھ عرصہ بعد آپ نے داغ دینے سے منع فرما دیا۔ لڑائی نے طول کھینچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا کی کہ اے اللہ! کتاب کے اتارنے والے۔ جلدی حساب لینے والے، ان افواج کو شکست دے۔

اے اللہ ان کو شکست دے اور ان کو جھنجھوڑ ڈال۔ (24) دعاؤں کے سننے والے نے اپنے رسول کی دعا سن لی۔ جاڑے کی سخت رات کو طوفان برق و بار ان پر نمودار ہوا، جھکڑ چلنے لگے۔ ریت اڑنے لگی۔ دشمنوں کے خیمے اڑ گئے۔ طنابیں ٹوٹ گئیں، اونٹ بھاگ گئے۔ گھوڑے بدک گئے۔ چولہے الٹ گئے۔ خاک ہی خاک۔ ہنگامہ مچ گیا۔ میدان محشر کا نقشہ کھینچ گیا۔ اللہ نے اپنے اس احسان کو جتلایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ﴿٩﴾﴾ (25) "اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب کافروں کی فوجیں تم پر آ پہنچیں تو ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور (فرشتوں کے) لشکر جنہیں تم نے نہ دیکھا اور اللہ تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھتا ہے۔"

حضرت جبرئیل اور دوسرے فرشتے ہتھیار پہنے ہوئے مومنین کی مدد کے لئے میدان جنگ میں آ گئے۔ لڑتے لڑتے حضرت جبرئیل کا سر خاک سے چھپ گیا۔(26) نصرت الٰہی سے کافروں کے پیر اُکھڑ گئے۔ اللہ نے کفار کو خوب اچھی طرح ذلیل کیا۔

((وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا ۚ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيزًا ﴿﴾)) (سورۃ الاحزاب: آیت 25)

"اللہ نے کافروں کو (مدینہ سے نامراد) لوٹا دیا۔ ان کے دلوں کی جلن کے ساتھ کہ انہیں کچھ بھی بھلائی ہاتھ نہ آئی۔ اور اللہ نے ایمان والوں کی کفایت فرمادی قتال سے۔ اللہ بڑی قوت والا، بڑی عزت والا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے بادصبا سے مدد دی گئی اور قوم عاد کو بادبور سے ہلاک کیا گیا تھا۔ پھر فرمایا اب ہم کفار پر حملہ کریں گے۔ کفار ہم پر حملہ نہ کر سکیں گے۔(28) تاریخ شاہد ہے کہ پھر کفار حملہ نہ کر سکے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کے سوا کوئی الٰہ (معبود)

نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس نے اپنے لشکر کو غالب کیا اپنے بندے کی مدد کی اور اس اکیلے نے افواج کفار کو مغلوب کیا، اللہ کے بعد کوئی چیز نہیں۔ (اللہ ہی سب کو محیط ہے اور وہی سب کے بعد باقی رہنے والا ہے) کس شان سے اللہ کے نبی توحید کا اعلان کر رہے ہیں۔ فتح و کامرانی کو اپنی قوت اور کوشش کا نتیجہ قرار نہیں دیتے۔ آندھی کو اتفاقی چیز نہیں سمجھتے بلکہ ان تمام چیزوں کو اللہ کی نصرت و قدرت کا کرشمہ سمجھتے ہیں۔ جنگ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیار کھول دیئے اور غسل فرمایا۔(29)

منافقین کی بدحواسی اور خواہش

کافروں کے تمام لشکر ناکام واپس لوٹ گئے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

(يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا ۖ وَإِن يَأْتِ الْأَحْزَابُ يَوَدُّوا لَوْ أَنَّهُم بَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُونَ عَنْ أَنبَائِكُمْ ۖ وَلَوْ كَانُوا فِيكُم مَّا قَاتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا ﴿٢٠﴾) (الاحزاب: آیت 20)

"دشمنوں کے بھاگ جانے کے بعد بھی وہ گمان کر رہے ہیں کہ کافروں کے لشکر نہیں گئے۔ وہ لشکر (دوبارہ) آ جائیں تو وہ چاہیں گے کہ کاش وہ گنواروں میں جا رہیں (اور) تمہاری خبریں پوچھا کریں اور اگر وہ لوگ تم میں ہوتے تو (کافروں سے) جنگ نہ کرتے مگر بہت کم۔" حیی کو خود بنی قریظہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ وہ رات کے وقت بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے گھر پہنچا۔

اس نے دروازہ تک نہ کھولا تین بار کی کوشش کے بعد اس سے ملنے میں کامیاب ہوا۔ کعب نے کہا تو بڑا منحوس ہے اپنے قبیلہ کی تباہی کا باعث بنا اور اب ہمیں برباد کرنا چاہتا ہے۔ ہمارا مسلمانوں سے معاہدہ ہے اور ہم امن اور خوشحالی کے ساتھ ہیں۔ اس خبیث نے مذہبی واسطے دے کر اتنے زبردست لشکر

کی آمد اور مسلمانوں کے قلع قمع کے ایسے سبز باغ دکھائے کہ بنی قریظہ نے عہد نامہ ختم کرڈالا۔ جنگ خندق کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیار اتار دیئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہتھیار اتارنے کے بعد حضرت جبرئیل اپنے سر سے خاک جھاڑتے ہوئے آئے اور کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیار اتار دیئے۔ اللہ کی قسم ہم نے تو ابھی نہیں اتارے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کی طرف چلیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کہاں؟" حضرت جبرئیل نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا۔(30) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا: "بنو قریظہ کی طرف چلو اور تم میں سے کوئی عصر کی نماز نہ پڑھے جب تک بنو قریظہ (کی بستی) نہ پہنچ جائے، صحابہ روانہ ہوئے۔

بعض لوگوں کو نماز عصر کا وقت راستہ میں آگیا ان میں سے بعض نے کہا ہم نماز نہیں پڑھیں گے جب تک بنو قریظہ (کی بستی) نہ پہنچ جائیں۔ بعض نے کہا نہیں ہم تو نماز راستہ ہی میں پڑھیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ نہیں تھا (کہ نماز قضا ہو جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء تو یہ تھا کہ ہم وہاں پہنچنے میں عجلت سے کام لیں) جب ان لوگوں کی ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں سے کسی کو برا نہیں کہا۔(31) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو قریظہ کی بستی میں پہنچے۔ فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ فرشتوں کے لشکر کے چلنے سے کوچہ غنم میں گرد اڑتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی(32) جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ بنو قریظہ خفیہ طور پر مشرکین کی مدد کر رہے تھے۔ یہ وہی بنو قریظہ ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ کرم بنو نضیر کے ساتھ جلاوطن نہیں کیا تھا۔ انہوں نے احسان فراموشی کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور مومنین سے (خفیہ طور پر) جنگ کی۔(33) بحکمِ الٰہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ کیا۔ جونہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ کیا تو اللہ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے:

(وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ) (سورۃ الاحزاب: آیت 26) "اور ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا۔" قرآن مجید نے واضح الفاظ میں ذکر فرمایا ہے کہ بنو قریظہ نے بیرونی حملہ آوروں کی امداد کی تھی۔ اور اسی وجہ سے انہیں ان کے قلعوں سے نکال دیا گیا۔

(وَأَنزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُم مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِن صَيَاصِيهِمْ)

جن اہل کتاب نے ان دشمنان اسلام کی مدد کی تھی اللہ نے ان کے قلعوں سے انہیں اتار لیا۔ گویا کہ بنو قریظہ نے جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جب بیرونی حملہ آور اپنی کامیابی سے مایوس ہو گئے تو ان حالات میں وہ فوراً محاصرہ چھوڑ کر اپنے شہر کی طرف روانہ ہو گئے اور بنو قریظہ تن تنہا اپنے قلعوں میں جا بیٹھے۔ مسلمانوں نے انہیں ان کے قلعوں سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ قلعوں سے اترتے وقت انہوں نے یہ شرط منظور کر لی کہ ان کے حق میں جو فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں وہ انہیں قبول ہو گا۔(34) لیکن بعد میں انہوں نے حضرت سعد بن معاذ کے فیصلہ پر اترنے کو ترجیح دی(35) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست کو قبول کر لیا اور حضرت سعد کو حکم بنا دیا۔(36) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔ حضرت سعد گدھے پر سوار ہو کر حاضر ہوئے جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا: "اپنے سردار کے استقبال کے لئے جاؤ" حضرت سعد مسجد میں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ لوگ تمہارے فیصلہ پر اترے ہیں" حضرت سعد نے کہا: "میرا فیصلہ یہ ہے کہ ان کے لڑنے والے قتل کر دیئے جائیں، ان کی عورتوں

کو اور بچوں کو قیدی بنالیا جائے اور ان کے اموال تقسیم کر لئے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم نے اللہ بادشاہ (حقیقی) کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔" (37) حضرت سعد بن معاذ کے فیصلہ کے مطابق مسلمانوں نے لڑنے والے مردوں کو قتل کر دیا اور باقی کو قیدی کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہودیوں کے مال و متاع اور زمینوں کا وارث بنا دیا۔

(فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا ﴿۲۶﴾) (سورۃ الاحزاب: آیت 26)

"ایک گروہ کو تم قتل کرتے ہو اور ایک گروہ کو تم اپنا قیدی بناتے ہو۔"

(وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۷﴾) (سورۃ الاحزاب: آیت 27)

"اور (اے مسلمانو!) اللہ نے ان کی زمینوں اور ان کے گھروں اور ان کے مال و اسباب کا تمہیں وارث بنا دیا اور ایسی زمین کا جس پر تم نے قدم (ابھی) نہ رکھا اللہ جو چاہے اس پر قادر ہے۔" بنو قریظہ سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت سے فرمایا: "کفار کی ہجو بیان کرو۔ بے شک جبرئیل بھی تمہارے ساتھ ہیں۔" (38) حضرت سعد بن معاذ جنگ خندق میں زخمی ہو گئے تھے۔

اسی حالت میں وہ بنو قریظہ کے معاملہ میں فیصلہ کرنے کے لئے مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے مسجد میں خیمہ لگوایا تا کہ آپ با آسانی قریب سے ان کی عیادت و تیمارداری کر سکیں۔ حضرت سعد خیمہ میں قیام پذیر ہو گئے۔ ایک دن انہوں نے اس طرح دعا کی کہ "اے اللہ تو جانتا ہے کہ مجھے کسی سے جہاد کرنا اتنا محبوب نہیں جتنا کہ اس قوم سے ہے جس نے تیرے رسول کی تکذیب کی اور ان کو مکہ سے نکالا۔ اے اللہ! میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم میں اور ان کفار قریش میں اب لڑائی نہیں ہو گی۔ اگر آئندہ لڑائی ہونی ہے تو مجھے باقی رکھ تا کہ تیرے راستہ میں ان سے جہاد کروں" اور اگر تو نے ان سے اب لڑائی کو ختم کر دیا ہے تو اس زخم کو جاری کر دے اور میری موت اس میں واقع کر دے۔" اس دعا کے بعد ان کے سینے سے خون جاری ہو گیا۔ مسجد میں بنو غفار قبیلہ کا بھی خیمہ تھا۔ خون بہتے بہتے ان کے خیمہ میں پہنچ گیا۔

وہ لوگ گھبرا گئے اور کہنے لگے: اے خیمہ والو! یہ کیا چیز ہے جو تمہاری طرف سے آ رہی ہے، تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت سعد کے زخم سے خون بہہ رہا ہے، خون بہتا رہا اور اسی حالت میں حضرت سعد کا انتقال ہو گیا۔ (39) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان کی موت سے رحمان کا عرش حرکت میں آ گیا۔" (40) بنو قریظہ کی فتح کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اموال مومنین میں تقسیم کر دیئے۔ کھجور کے درخت جو انصار نے مہاجرین کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کئے تھے۔ ان میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کی فتح کے موقع پر انصار کو واپس کر دیئے تھے۔ جو باقی رہ گئے انہیں بنو قریظہ کی فتح کے بعد واپس کر دیا۔ (41) حضرت انس کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ پر فتح پائی اور ان کے باغات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے میں آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے عطیات کو واپس کرنا شروع کر دیا اور جب میرے گھر والوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اپنے عطیہ کی واپسی کے لئے بھیجا۔

یہ عطیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ایمن جنہوں نے بچپن میں آپ کی پرورش کی تھی دے رکھا تھا جب انہیں یہ خبر پہنچی کہ میں اس عطیہ کی واپسی کی درخواست کروانے آیا ہوں تو وہ فوراًرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور میری گردن میں کپڑا ڈال کر کہنے لگیں اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود، حاکم وکارساز نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ عطیہ ہرگز تمہیں واپس نہیں کریں گے وہ تو آپ مجھے دے چکے ہیں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی باتیں سنیں تو ان کو راضی کرنے کی کوشش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں تمہیں اس کے بدلہ میں اس قدر دے دوں گا" وہ کہنے لگیں واللہ میں تو نہیں دوں گی، بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عطیہ سے دس گنایا اس کے لگ بھگ دے کر حضرت ام ایمن کو راضی کر لیا(42) اور وہ عطیہ حضرت انس کے گھر والوں کو واپس کر دیا۔

حواشی غزوہ خندق

1۔ سورۃ الصف: آیت 8

2۔ صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب كتابة الامام الناس عن حذيفة

3۔ صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب الشجاعة في الحرب و باب الركوب علي الدابة و باب فرس القطوف و باب الحمائل و صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب في شجاعة النبي صلي الله عليه وسلم و صحيح بخاري، كتاب الاداب و باب حسن الخلق عن انس

4۔ صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب الحراسة في الغزو عن عائشه

5۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي عن سهل و انس

6۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي عن انس و كتاب المناقب، باب دعاء النبي صلي الله عليه وسلم اصلح الانصار و صحيح مسلم، كتاب الجهاد و باب غزوة الاحزاب

7۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي عن جابر

8۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي عن جابر و صحيح مسلم، كتاب الاشربة، باب جواز استتباعه غيره

9۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي عن براء، كتاب الجهاد، باب حفر الخندق

10۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب مرجع النبي صلي الله عليه وسلم من الاحزاب عن عائشه

11۔ سورۃ الاحزاب: آیت 9

12۔ صحیح بخاري، ابواب المناقب، باب مناقب زبیر و صحیح مسلم ،کتاب الفضائل عن عبداللہ بن زبیر

13۔ سورۃ الاحزاب: آیت 111

14۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد و باب غزوۃ احزاب عن حذیفة رضي اللہ عنه

15۔ سورۃ الاحزاب: آیت 12 تا 17

16۔ سورۃ الاحزاب: آیت 22 تا 24

17۔ سورۃ الاحزاب: آیت 18 تا 19

18۔ صحیح مسلم، کتاب قتل الحیات عن ابي سعید الخدري رضي اللہ تعالیٰ عنه

19۔ سورۃ الاحزاب: آیت 26

20۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي و کتاب الجهاد، باب فضل الطلیقه عن جابر و ابواب المناقب باب مناقب، زبیر عن عبداللہ بن زبیر، صحیح مسلم، کتاب الفضائل

21۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي و کتاب الصلوٰۃ عن جابر و علي و صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب التغلیظ في تفویت صلوٰۃ العصر عن علي و جابر

22۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي، باب مرجع النبي من الاحزاب عن عائشه

23۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب لکل داء دواء

24۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي عن عبداللہ بن ابي اوفي و کتاب الجهاد و باب الستحباب الدعاء

25۔ سورۃ الاحزاب: آیت 9

26۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب مرجع النبي صلي الله عليه وسلم من الاحزاب عن عائشه 27۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي عن ابن عباس رضي الله عنه

28۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي عن سليمان بن صرد

29۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب مرجع النبي صلي الله عليه وسلم من الاحزاب عن عائشه 30۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب مرجع النبي صلي الله عليه وسلم من الاحزاب و كتاب الجهاد، باب الغسل بعد الحرب عن عائشه

31۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب مرجع النبي صلي الله عليه وسلم من الاحزاب

عن عائشه و صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب جواز قتال عن نقض العهد

32۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب مرجع النبي عن الاحزاب عن انس

33۔ صحيح مسلم، كتاب باب اجلاء اليهود عن ابن عمر

34۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب مرجع النبي صلي الله عليه وسلم من الاحزاب عن عائشه

35۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي مرجع النبي صلي الله عليه وسلم عن ابي سعد

36۔ ترمذي، باب ماجاء في النزول علي الحكم المرجع السابق

37۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب مرجع النبي من الاحزاب عن عائشه و ابي سعيد و ابواب المناقب و كتاب الجهاد، باب اذا نزل عدو علي حكم۔ و صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب جواز قتال من نقض العهد عن عائشه
38۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب مرجع النبي صلي الله عليه وسلم من الاحزاب عن عائشه

39۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب مرجع النبي صلي الله عليه وسلم من الاحزاب و كتاب الصلوٰة، باب الخيمة في المسجد و صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب جواز قتال نقض العهد عن عائشه

40۔ صحيح بخاري، ابواب المناقب عن جابر و مسلم، كتاب الفضائل

41۔ صحیح بخاري، كتاب فرض الخمس، باب كيف قسم البني قريظه عن انس

42۔ صحیح بخاري، كتاب المغازي، باب مرجع النبي صلي الله عليه وسلم من الاحزاب

فتح مبین ذی القعدہ سنہ 6ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کے اندر جو خواب دکھلایا گیا کہ آپ اور آپ کے صحابہ کرام مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کی کنجی لی اور صحابہ رضی اللہ عنہم سمیت بیت اللہ کا طواف اور عمرہ کیا۔ پھر کچھ لوگوں نے سر کے بال منڈوانے پر اکتفا کیا اور کچھ نے کٹوانے پر اکتفا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو اس خواب کی اطلاع دی تو انہیں بڑی مسرت ہوئی اور انہوں نے یہ سمجھا کہ اس سال مکہ میں داخلہ نصیب ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو یہ بھی بتایا کہ آپ عمرہ ادا فرمائیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب:

﴿لَّقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ ۖ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِن شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ ۖ﴾ (1) (ترجمہ) "بے شک اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا حق کے ساتھ، اللہ کے چاہنے سے تم ضرور ضرور مسجد حرام میں داخل ہوگے امن وامان کے ساتھ، اپنے سر منڈاتے ہوئے اور (کچھ لوگ) اپنے بال کترواتے ہوئے، تمہیں (کسی کا) خوف نہ ہوگا، تو اللہ نے (ازل سے) جانا جو تم نہیں جانتے تو اس سے پہلے قریب آنے والی (ایک اور) فتح مقرر فرمادی۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خوشخبری صحابہ کرام کو سنائی، پھر ذوالقعدہ کے مہینہ میں صحابہ کرام کے ساتھ عمرہ کے ارادے سے مکہ روانہ ہوئے۔ صحابہ کرام کی تعداد 1400 سے زائد تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحلیفہ پہنچے تو اپنی قربانی کو قلادہ پہنادیا۔

اس کو خون آلود کیا اور پھر عمرہ کے لئے احرام باندھ لیا۔ احرام باندھنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خزاعہ قبیلہ کے ایک شخص کو جاسوس بنا کر روانہ کیا اور آپ روانہ ہوگئے، جب آپ مقام غدیر الاسقاط پر پہنچے تو وہ جاسوس واپس آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا۔ اس نے کہا: قریش نے آپ سے لڑنے کے لئے جماعتیں اکٹھی کی ہیں اور حبشیوں کو اپنی مدد کے لئے بلالیا ہے۔ وہ آپ سے لڑیں گے اور آپ کو بیت اللہ جانے سے روکیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا: اے لوگو مجھے مشورہ دو کیا تمہاری رائے ہے کہ میں کافروں کو جا کر غارت کردوں۔

جو ہمیں بیت اللہ جانے سے مانع ہوں اور ان کے اہل وعیال کو قیدی بنالوں، اگر وہ ہمارا مقابلہ کریں گے تو اللہ عزوجل ہماری مدد کرے گا (اور ہمیں ان کے شر سے بچائے گا) جس طرح اس نے ہمارے جاسوس کو ان کی شر سے بچایا اور اگر وہ مقابلہ نہ کریں تو ہم انہیں لٹے ہوئے اور بھاگے ہوئے لوگوں کی طرح (شکست خوردہ) چھوڑ دیں گے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ تو بیت اللہ کے ارادے سے آئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء کسی کو قتل کرنا یا کسی سے لڑنا تو نہیں ہے، آپ چلیں تو سہی اگر کوئی ہمیں روکے گا تو ہم ان سے لڑیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کا نام لے کر چلو'' (2) راستہ میں ایک جگہ لوگوں کو پیاس لگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک لوٹا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے وضو کیا، پھر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم لوگوں کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے عرض کی اے اللہ کے رسول! ہمارے پاس نہ وضو کے لئے پانی ہے نہ پینے کے لئے پانی ہے سوائے اس پانی کے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لوٹے میں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لوٹے میں اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

یکایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے چشموں کی طرح پانی جوش مارنے لگا۔ تمام لوگوں نے پانی پیا اور وضو بھی کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ تم اس دن کتنے آدمی تھے؟ کہنے لگے اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی کافی ہو جاتا، ہم اس دن پندرہ سولہ سو کے قریب تھے۔ (3) سفر جاری تھا، سوائے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے تمام صحابہ کرام احرام باندھے ہوئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ دشمن مقام غیقہ میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا تم ساحل کے کنارہ کنارہ چلو اور مجھ کو آکر ملو انہوں نے ایسا ہی کیا جب وہ مقام قاصر میں پہنچے تو سب نے پڑاؤ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کچھ آگے جا کر ٹھہر گئے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے اپنی جوتی سی رہے تھے کہ اتنے میں صحابہ کرام کو ایک جنگلی گدھا دکھائی دیا۔

احرام کی وجہ سے وہ خود اس کو شکار نہیں کر سکتے تھے اور حضرت ابو قتادہ کو بھی نہ بتا سکتے تھے، اگرچہ وہ چاہ رہے تھے کہ کاش حضرت ابو قتادہ اسے دیکھ لیں ان میں سے بعض ابو قتادہ کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگے۔ اتفاقاً حضرت ابو قتادہ نے منہ موڑا تو انہیں گدھا دکھائی دیا۔ وہ پہاڑوں پر چڑھنے کے لئے مشتاق تھے۔ انہوں نے اپنے گھوڑے پر زین کسا اور اس پر سوار ہو گئے۔ جلدی میں کوڑا اور نیزہ لینا بھول گئے۔ انہوں نے صحابہ کرام سے کہا ''نیزہ اور کوڑا مجھے دے دو'' صحابہ کرام نے کہا: اللہ کی قسم! ہم تمہاری کسی قسم کی بھی مدد نہیں کریں گے۔

حضرت ابو قتادہ کو غصہ آ گیا۔ گھوڑے سے اترے اور دونوں چیزیں اٹھا لیں۔ پھر سوار ہو کر تیزی سے اس گدھے پر حملہ کر دیا اور اس کی ٹانگ کاٹ دی۔ پھر صحابہ کرام کے پاس آئے اور کہا چلو اس کو اٹھا کر لے آئیں، صحابہ کرام نے کہا: ''ہم تو اسے ہاتھ بھی نہ لگائیں گے'' یہ سن کو وہ خود گئے اور اس کو اٹھا کر صحابہ کرام کے پاس لے آئے۔ گدھا مر چکا تھا (اس کا گوشت پکایا گیا) بعض صحابہ نے گوشت کھایا اور بعض کو حالت احرام میں اس کا گوشت کھانے میں شبہ ہوا، لہذا انہوں نے نہیں کھایا۔ پھر وہ لوگ آگے روانہ ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافی آگے نکل گئے تھے۔ صحابہ کرام کو اندیشہ ہوا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے چھوٹ نہ جائیں (لہذا وہ تیزی سے روانہ ہوئے) حضرت ابو قتادہ بھی گھوڑے کو تیزی سے دوڑاتے اور کبھی آہستہ چلاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ اندھیری رات میں انہیں بنو غفار کا ایک شخص ملا۔

انہوں نے اس سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں۔ انہوں نے کہا میں نے انہیں تعھن میں چھوڑا ہے اور دوپہر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقام سقیا میں قیام فرمائیں گے۔ حضرت ابو قتادہ آپ سے جا کر مل گئے اور عرض کیا: ''آپ کے اصحاب آپ پر سلام اور رحمت بھیجتے ہیں، انہیں

اندیشہ ہے کہ دشمن انہیں آپ سے دور نہ کر دے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا انتظار فرمایئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے انتظار میں ٹھہر گئے۔ جب صحابہ کرام آپ کے پاس پہنچے تو آپ سے اس گدھے کے گوشت کے کھانے کے متعلق پوچھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم نے شکار کیا تھا یں کسی کی مدد کی تھی یا اشارہ کیا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: "نہیں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے پاس اس میں سے کچھ باقی ہے؟ حضرت ابو قتادہ ایک دست چھپا کر لے آئے تھے کہنے لگے "جی ہاں باقی ہے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بچا ہوا ہے وہ بھی کھالو اس کا کھانا حلال ہے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے وہ دست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کھایا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم احرام باندھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: "یہ کھانا تو وہ ہے جو تمہیں اللہ نے کھلایا ہے"۔ (4) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے روانہ ہوئے ابوایا ودان کے مقام پر حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیتاً ایک جنگلی گدھا پیش کیا۔

آپ نے واپس کر دیا پھر جب آپ نے اس کے چہرہ پر ملال کے آثار دیکھے تو فرمایا ہم نے کسی اور وجہ سے واپس نہیں کیا بلکہ صرف اس وجہ سے واپس کیا ہے کہ ہم احرام باندھے ہوئے ہیں۔ (5) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں آپ نے فرمایا: "خالد بن ولید (مقام عمیم) میں قریش کے سواروں کے ساتھ مقدمۃ الجیش میں ہیں لہٰذا تم داہنی جانب چلو" (صحابہ رضی اللہ عنہم نے حکم کی تعمیل کی) حضرت خالد کو (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) مسلمانوں کے آنے کی خبر نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ جب لشکر اسلام کا غبار ان کے پاس پہنچا تو وہ سمجھے کہ مسلمان آگئے۔ وہ فوراً قریش کو خبر دینے کے لئے روانہ ہوئے۔ اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر چلتے رہے، یہاں تک کہ آپ جب اس پہاڑی پر پہنچے جس کے اوپر سے ہو کر مکہ میں اترتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی جس کا نام قصویٰ تھا۔ بیٹھ گئی۔

لوگوں نے کہا: حل حل، لیکن اونٹنی نے جنبش نہیں کی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: قصویٰ بیٹھ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قصویٰ نہیں بیٹھی نہ اس کی یہ عادت ہے بلکہ اسے اس ذات نے روک دیا ہے جس نے ہاتھی کو روکا تھا" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، کفار قریش مجھ سے جس بات کا سوال کریں گے بشرطیکہ وہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کی حرمت کا لحاظ (کرتے ہوئے مجھ سے کسی حرام چیز کا مطالبہ نہیں) کریں گے تو میں ان کی اس بات کو منظور کر لوں گا" یہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کو ڈانٹا۔ اونٹنی نے ایک جست لگائی (اور کھڑی ہوگئی)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (پہاڑی سے) ایک طرف ہٹ کر آگے روانہ ہوئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کنویں کے پاس پہنچے تو اتر پڑے اور وہاں قیام فرمایا، صحابہ کرام بھی وہاں پہنچ گئے اور اس کنویں میں سے تھوڑا تھوڑا پانی لیتے رہے۔ تھوڑی دیر میں اسے بالکل صاف کر دیا اور ایک قطرہ پانی بھی اس میں نہ چھوڑا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب پانی ختم ہونے کی خبر ہوئی تو آپ تشریف لائے اور کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے۔ پھر آپ نے وضو کے لئے پانی منگایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنویں میں کلی فرمائی اور دعا فرمائی۔ پھر آپ نے فرمایا: "اسے کچھ دیر کے لئے چھوڑ دو" لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ تھوڑی ہی دیر میں اس کنویں میں اتنا پانی ہو گیا کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے جانوروں نے سیر ہو کر پیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام آگے

روانہ ہوئے اور تھوڑی دور جا کر حدیبیہ ہی کے علاقہ میں ایک گڑھے کے پاس ٹھہر گئے۔ گڑھے میں پانی بہت کم تھا، گرمی کا زمانہ تھا۔ لوگوں نے تھوڑی دیر میں اسے صاف کر دیا۔ پھر آپ سے پیاس کی شکایت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور فرمایا: اسے وہاں گاڑ دو، تیر کے گاڑتے ہی پانی جوش مارنے لگا۔ لوگوں نے پانی پیا اور سب سیر اب ہو گئے۔ حضرت کعب بن عجرہ کے سر میں جوئیں پڑ گئیں۔ حدیبیہ پہنچتے پہنچتے جوئیں کثرت سے ہو گئیں کہ سر سے جھڑنے لگیں ان کی اس تکلیف کو رفع کرنے کے لئے اللہ نے فرمایا:

(فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ ۚ (6)

(ترجمہ) "جو تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو تو (اس پر بال اترانے کا) بدلہ ہے روزے یا خیرات یا قربانی سے۔" صحابہ کرام حضرت کعب کو اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "میں دیکھتا ہوں کہ تم بڑی تکلیف میں ہو، لہٰذا تم سر منڈ والو اور فدیہ میں تین روزے رکھو یا ایک فرق پیمانہ کے برابر کھانا چھ آدمیوں کو بطور صدقہ دے دو یا جو قربانی میسر ہو تو وہ قربانی کر دو، انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف درختوں کے سایوں میں قیام کرنے کے لئے پھیل گئے، اور اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو بات چیت کرنے کے لئے سفیر کے طور پر مکہ روانہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کے لئے حضرت عثمان کا انتخاب اس لئے کیا کہ مکہ والوں کے نزدیک ان سے زیادہ کوئی معزز نہ تھا۔ حضرت عثمان کی روانگی کے کچھ عرصہ بعد ان کی شہادت کی افواہ پھیل گئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سننے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر مسلمانوں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے لڑنے مرنے پر بیعت لی۔ اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے جا رہے ہیں۔ تو اپنے بیٹے حضرت عبداللہ سے کہا جاؤ دیکھو یہ کیا معاملہ ہے اور فلاں انصاری سے میرا گھوڑا بھی لیتے آنا۔ حضرت عبداللہ روانہ ہوئے۔ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیعت لے رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فوراً بیعت لی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت ہتھیار پہن رہے تھے۔ وہ گئے اور انہوں نے بھی جا کر بیعت کی۔ مسلم کے الفاظ (پھر حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو سہارا دیا) لوگ بیعت کرتے رہے یہاں تک کہ تقریباً پندرہ سو آدمیوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت عثمان چونکہ موجود نہیں تھے، لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سیدھے ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دیا اور اس کو اپنے بائیں ہاتھ پر مارا، فرمایا: "یہ عثمان کی بیعت ہے" حضرت سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ بیعت کرنے کے بعد میں ایک درخت کے سایہ میں جا بیٹھا، جب لوگ چھٹ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: "اے اکوع کے بیٹے تم بیعت کیوں نہیں کرتے؟" میں نے عرض کی "میں بیعت کر چکا ہوں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پھر سہی" میں نے دوبارہ بیعت کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میرے پاس ہتھیار نہیں ہیں تو مجھے ایک ڈھال عنایت فرمائی، میں نے وہ ڈھال اپنے چچا عامر کو دے دی اس کے بعد کچھ لوگوں نے بیعت کی۔ جب یہ سلسلہ ختم ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے سلمہ! تم بیعت کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا: میں تو شروع میں بیعت کر چکا ہوں اور ایک مرتبہ بیچ میں اور کر لی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پھر سہی" میں نے تیسری مرتبہ بیعت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: "اے سلمہ! وہ ڈھال کہاں گئی؟" میں نے عرض کی: "میرے چچا عامر کے پاس ہتھیار نہیں تھے میں نے وہ ڈھال ان کو دے دی" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: "تم اس شخص کی مثل ہو جس نے دعا کی تھی کہ الٰہی مجھے ایسا دوست عطا فرما جو مجھے میری جان سے زیادہ پیارا ہو۔"

اسی اثناء میں بدیل بن ورقاء خزاعی اپنی قوم کے چند لوگوں کے ہمراہ بنی خزاعہ قبیلہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تہامہ کے پورے علاقے میں صرف یہی قبیلہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیر خواہ تھا۔ بدیل نے کہا: "میں نے کعب بن لوی اور عامر بن لوی کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ حدیبیہ کے عمیق چشموں پر فروکش ہیں۔

ان کے ہمراہ دودھ دینے والی اونٹنیاں ہیں، وہ آپ سے جنگ کرنا چاہتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ سے روکنا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے، بلکہ عمرہ کرنے آئے ہیں۔ قریش کو لڑائی نے کمزور کر دیا اور ان کو نقصان پہنچایا۔ ایسی حالت میں اگر وہ چاہیں تو میں ان کے لئے صلح کی کوئی مدت مقرر کر دوں گا، اس مدت میں پھر وہ میرے اور دوسرے لوگوں کے درمیان مداخلت نہ کریں اگر صلح کی مدت میں، میں غالب آ جاؤں تو اگر وہ چاہیں تو اس دین میں داخل ہو جائیں جس میں اور لوگ داخل ہوئے ہیں۔ اور اگر وہ اس دین میں داخل نہ ہوں تو پھر اس کی مدت تک آرام سے بیٹھیں۔ اگر وہ اس بات کو منظور نہ کریں گے تو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں اپنی اس حالت میں ان سے لڑوں گا۔ یہاں تک کہ میں قتل کر دیا جاؤں اور ایسا ہو نہیں سکتا کیونکہ اللہ اپنے دین کو جاری کر کے رہے گا۔ بدیل نے کہا جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قریش سے جا کر کہوں گا۔

یہ کہہ کر بدیل قریش کے پاس پہنچا اور کہا ہم تمہارے پاس اس شخص کی طرف سے آ رہے ہیں۔ جس کو تم روکنا چاہتے ہو۔ ہم نے اس سے کچھ باتیں سنی ہیں، اگر تم چاہو تو وہ باتیں ہم تم سے بیان کرتے ہیں۔ ان میں سے بیوقوف لوگوں نے کہا کہ ہمیں ان باتوں کی ضرورت نہیں ان میں جو عقلمند تھے انہوں نے کہا جو کچھ تم نے سنا بیان کرو۔ بدیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں انہیں سنائیں۔

عروہ بن مسعود نے جب یہ باتیں سنیں تو کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: "اے لوگو! کیا میں تمہارا باپ نہیں ہوں؟ لوگوں نے کہا: "ہاں" عروہ نے کہا: کیا تم میرے بیٹوں کی مثل نہیں ہو؟ لوگوں نے کہا: "ہاں" کیا تم کو مجھ سے کسی قسم کی بدظنی ہے؟ لوگوں نے کہا: "نہیں۔" عروہ نے کہا: "کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے عکاظ والوں کو تمہاری مدد کے لئے بلایا تھا، لیکن جب انہوں نے میرا کہنا نہ مانا تو میں نے اپنے اقرباء اور اولاد کو اور جس جس نے میرا کہنا مانا تمہاری مدد کے لئے آیا" انہوں نے کہا: "ہاں تم سچ کہتے ہو" عروہ نے کہا: "اس شخص نے تمہارے سامنے ایک اچھی بات پیش کی ہے، اسے منظور کر لو اور مجھے اجازت دو کہ میں اس کے پاس جاؤں، لوگوں نے کہا اچھا تم اس کے پاس جاؤ۔

الغرض عروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے گفتگو کرنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عروہ سے وہی باتیں کیں جو بدیل سے کی تھیں۔ عروہ نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ بتاؤ اگر تم اپنی قوم کی جڑ کاٹ ڈالو گے تو تمہیں کیا ملے گا؟ کیا تم نے اس سے پہلے کسی عرب کے متعلق سنا ہے کہ اس نے اپنی قوم کا استیصال کیا ہو اور اگر کوئی دوسری بات ظہور میں آئی۔(یعنی مغلوب ہو گئے) تو پھر کیا ہو گا اور بظاہر ایسا ہی ہوتا نظر آتا ہے کیونکہ میں تمہارے ساتھ ایسے مختلف قسم کے آدمی دیکھ رہا ہوں کہ وہ بھاگ جانے کے زیادہ سزاوار ہیں اور وہ تمہیں تن تنہا چھوڑ دیں گے۔ حضرت ابو بکر صدیق نے کہا جو تو چاہے بکتا پھر، کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ عروہ نے کہا: یہ کون ہے۔ لوگوں نے کہا: ابو بکر ہیں۔ عروہ نے کہا: ''قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔

اگر تمہارا ایک احسان مجھ پر نہ ہوتا۔ جس کا بدلہ میں ابھی تک ادا نہیں کر سکا تو میں ضرور تمہیں جواب دیتا۔ عروہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے لگا۔ وہ جب بات کرتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کو اپنا ہاتھ لگاتا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے پاس کھڑے ہوئے تھے، ان کے پاس تلوار تھی اور سر پر خود تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ عروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھا رہا ہے تو اپنی تلوار کا قبضہ اس کے ہاتھ پر مارا اور کہا: ''اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک سے الگ رکھ'' عروہ نے اپنا سر اٹھایا اور پوچھا: ''یہ کون ہے؟'' لوگوں نے کہا: ''مغیرہ بن شعبہ''۔ عروہ نے کہا: اے بے وفا! تو سمجھتا ہے کہ میں تیری بے وفائی کے انتقام کی فکر میں نہیں ہوں۔ ایام جاہلیت میں حضرت مغیرہ بن شعبہ کچھ لوگوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے۔

ایک دن انہوں نے ان لوگوں کو قتل کر ڈالا اور ان کا مال لے لیا۔ اس کے بعد وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تمہارا اسلام لانا قبول کرتا ہوں لیکن مال کے معاملہ میں مجھے معاف کرنے کا اختیار نہیں ہے'' عروہ نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا اور اس لوٹ مار کو بیوفائی کہا، اس کے بعد عروہ گوشہ چشم سے صحابہ کرام کو دیکھنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھوکتے ہیں تو صحابہ فوراً اپنے ہاتھ پھیلا دیتے ہیں اور آپ کا تھوک کسی نہ کسی کے ہاتھ پر پڑتا ہے اور وہ اسے چہرہ پر مل لیتا ہے۔ اور جب آپ انہیں حکم دیتے ہیں تو وہ فوراً اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے ہیں تو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے پانی پر لڑتے ہیں۔ جب آپ بات کرتے ہیں تو وہ اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں اور بغرض تعظیم بے محابا آپ کی طرف نہیں دیکھتے۔

یہ منظر دیکھ کر عروہ واپس چلا گیا اور قریش سے کہا: ''اے لوگو! اللہ کی قسم میں بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں، قیصر، کسریٰ اور نجاشی کا دربار دیکھا ہے مگر اللہ کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے مصاحب اس کی اس قدر تعظیم کرتے ہوں جس قدر محمد کے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم جب وہ تھوکتے ہیں تو ان کا تھوک ان میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ پر پڑتا ہے اور وہ اس کو اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے۔ اور جب وہ اپنے اصحاب کو کسی کام کا حکم دیتے ہیں تو وہ فوراً حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ جب وہ وضو کرتے ہیں تو لوگ وضو کے پانی کے لئے جھگڑتے ہیں اور جب وہ بات کرتے ہیں تو سب اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں۔

اور ادب کے باعث ان کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے اور بے شک انہوں نے تمہارے سامنے ایک عمدہ بات پیش کی ہے لہٰذا تم اس کی مان لو۔ یہ سن کر بنو کنانہ میں سے ایک شخص نے کہا: "مجھے اجازت دو کہ میں ان کے پاس جاؤں" لوگوں نے کہا: "اچھا تم جاؤ وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے پاس آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو فرمایا یہ فلاں شخص ہے اور اس قوم میں سے ہے جو قربانی کے جانوروں کو بہت تعظیم کرتے ہیں، لہٰذا تم قربانی کے جانور اس کے سامنے لاؤ" لوگ قربانی کے جانور لے کر چلے اور تلبیہ کہتے ہوئے اس کا استقبال کیا جب اس نے یہ منظر دیکھا تو کہنے لگا: سبحان اللہ، ان لوگوں کو کعبہ سے روکنا مناسب نہیں پھر وہ اپنی قوم کے پاس چلا آیا۔ اور ان سے کہا: "میں نے قربانی کے جانوروں کو دیکھا کہ انہیں قلادے پہنا دیئے گئے ہیں اور ان کو خون آلود کیا گیا ہے۔

میں مناسب نہیں سمجھتا کہ انہیں کعبہ سے روکا جائے۔ یہ سن کر ان میں سے ایک شخص کھڑا ہوا جس کا نام مکرز بن حفص تھا، اس نے کہا اب مجھے اجازت دو کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں۔ لوگوں نے کہا: "اچھا جاؤ" جب وہ مسلمانوں کے پاس پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ مکرز ہے اور یہ ایک بدکردار آدمی ہے" وہ آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے لگا۔

اسی حال میں کہ وہ مصروف گفتگو تھا۔ سہیل بن عمرو آیا۔ جب سہیل آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اب تمہارا کام سہل کر دیا گیا۔" سہیل نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے درمیان اور ہمارے درمیان صلح نامہ لکھ دیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے فرمایا: لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سہیل نے کہا: اللہ کی قسم ہم رحمٰن کو نہیں جانتے کہ کون ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر لکھوایئے باسمک اللہ، جیسا کہ آپ پہلے لکھا کرتے تھے۔ صحابہ نے کہا کہ ہم تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی لکھوائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باسمک اللہ ہی لکھ دو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ وہ تحریر ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی" سہیل نے کہا: "اللہ کی قسم اگر ہم جانتے کہ اللہ کے رسول آپ ہیں تو آپ کو کعبہ سے نہ روکتے اور نہ آپ سے جنگ کرتے۔ بلکہ آپ کی پیروی کرتے۔ لہٰذا آپ یہ لکھوائیں محمد بن عبد اللہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک اللہ کی قسم میں اللہ کا رسول ہوں، اگر تم میری تکذیب کرتے ہو تو محمد بن عبد اللہ ہی لکھوا دو۔

یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے کہا: "رسول اللہ کو مٹا کر ابن عبد اللہ لکھ دو، حضرت علی نے عرض کی: اللہ کی قسم! یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کاغذ لے لیا اور فرمایا: "مجھے بتاؤ (کہ وہ کہاں لکھا ہے) حضرت علی نے بتا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اسے مٹا دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "صلح اس بات پر ہو رہی ہے کہ تم ہمارے اور کعبہ کے درمیان راہ صاف کر دو، سہیل نے کہا: اللہ کی قسم اس سال نہیں کہیں عرب یہ نہ کہیں کہ ہم مجبور کر دیئے گئے ہیں۔

ہاں آئندہ سال یہ بات ہو جائے گی مگر اس شرط پر کہ آپ مکہ میں ہتھیار لے کر نہیں آئیں گے سوائے تلواروں کے اور وہ بھی نیام میں ہوں گی اور تین دن سے زیادہ قیام نہیں کریں گے یا جتنا ہم چاہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منظور کر لیا اور اس کے مطابق صلح نامہ لکھوا دیا۔ پھر سہیل نے کہا یہ لکھوایئے کہ اگر ہماری طرف سے کوئی مرد تمہاری طرف چلا جائے تو تم اس کو ہماری طرف واپس کر دو گے۔ خواہ وہ تمہارے دین پر کیوں نہ ہو

مسلم کے الفاظ (اور جو تمہارے پاس آئے گا اسے ہم واپس نہ کریں گے) صحابہ کرام نے کہا: سبحان اللہ وہ کیسے مشرکوں کے پاس واپس کر دیا جائے گا۔ حالانکہ وہ مسلمان ہو کر آیا ہے۔ صحابہ کرام پر یہ شرط بہت گراں گزری اور وہ باہم اس سلسلہ میں گفتگو کرنے لگے۔ انہوں نے اس شرط کو مسترد کر دیا لیکن سہیل نے اس پر اصرار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منظور کر لیا۔ مجاہدین رضی اللہ عنہم نے کہا: "کیا یہ شرط بھی ہم مان لیں گے اور تحریر کر دیں گے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہاں، اس لئے کہ جو تمہارے پاس سے جائے اللہ اسے اور دور کر دے۔ اور جو ان کی طرف سے ہمارے پاس آئے گا تو اللہ عنقریب اس کے لئے کشادگی اور نکلنے کی سبیل مہیا کر دے گا۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اتنے میں حضرت ابو جندل بن سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنی بیڑیوں کو کھڑ کھڑاتے ہوئے مکہ کے نشیب سے وہاں آ پہنچے انہوں نے اپنے آپ کو صحابہ کے درمیان ڈال دیا۔ سہیل نے کہا یہی پہلی شرط ہے جس پر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کرتے ہیں کہ آپ ابو جندل رضی اللہ عنہ کو واپس میرے حوالہ کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابھی ہم نے تحریر ختم نہیں کی۔" سہیل نے کہا: اللہ کی قسم! تو ہم پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بات پر صلح نہیں کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ایک آدمی کو اجازت دے دو۔ سہیل نے کہا: میں ہرگز اجازت نہیں دوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں اس کو اجازت دے دو" سہیل نے انکار کیا کہ میں اجازت نہیں دوں گا۔ مکرز نے کہا: "میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اجازت دیتا ہوں" (سہیل انکار ہی کرتا رہا تو) حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ نے کہا: "اے مومنو! کیا میں مشرکوں کی طرف واپس کر دیا جاؤں گا حالانکہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں نے کیا کیا مصیبتیں اٹھائی ہیں۔"

اتنے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: "کیا آپ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: کیا ہم حق پر دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں" حضرت عمر نے عرض کی: "کیا ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتول دوزخ میں نہیں جائیں گے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں"" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "پھر ہم کیوں اپنے دین کے معاملہ میں ان سے دبیں اور واپس چلے جائیں خصوصاً اس حالت میں کہ اللہ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں اللہ کا رسول ہوں میں اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتا، وہی میرا مددگار ہے وہ مجھے ضائع نہیں کرے گا" حضرت عمر نے عرض کیا: "کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے یہ بیان نہیں کیا تھا کہ ہم کعبہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں نے یہ کہا تھا کہ اسی سال جائیں گے؟ حضرت عمر نے کہا: جی نہیں، یہ تو نہیں فرمایا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "بے شک تم کعبہ جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اسی سال" حضرت عمر رضی اللہ عنہ غم میں بھرے واپس ہوئے لیکن ان سے صبر نہ ہو سکا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے۔

ان سے کہا: "اے ابو بکر رضی اللہ عنہ کیا یہ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ حضرت ابو بکر نے فرمایا: ""ہاں" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا ہم حق پر اور دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: "ہاں" حضرت عمر نے کہا: پھر ہم کیوں اپنے دین کے معاملے میں دبیں؟ حضرت ابو بکر نے کہا: "بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں، وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کر سکتے، وہی ان کا مددگار ہے وہ ہرگز ان کو ضائع نہیں کرے گا۔ لہٰذا تم مضبوطی کے ساتھ ان کے حکم کی تعمیل کرو کیونکہ اللہ کی قسم وہ حق پر ہیں" حضرت عمر نے کہا: "کیا انہوں نے ہم سے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم کعبہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟" حضرت ابو بکر نے کہا: ہاں کہا تھا۔

لیکن کیا تم سے یہ کہا تھا کہ تم اسی سال جاؤ گے؟ حضرت عمر نے کہا: نہیں یہ تو نہیں کہا تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو پھر تم کعبہ جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ بعد میں سوال و جواب کرنے پر بہت پچھتائے اور اس کے کفارہ میں بہت سی عبادتیں کیں) حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ٹال دینے کا اختیار ہوتا تو میں اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ٹال دیتا۔ لیکن حقیقی ایمان کے بعد ایک مومن کو کوئی اختیار باقی نہیں رہتا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کی خلاف ورزی کرے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ہی کو زیادہ علم ہے (اور جب یہ ہمارا ایمان ہے تو ہم اپنی کم علمی کے باوجود کیسے آپ کے حکم کو ٹال سکتے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی تسلی اور غم غلط کرنے کے لئے فرمایا: "تم زمین والوں میں سب سے بہتر ہو" جب صلح نامہ کی تحریر مکمل ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اٹھو قربانی کرو اور سر منڈاؤ۔" آپ نے تین مرتبہ یہ الفاظ فرمائے (لیکن اس امید میں کہ شاید کوئی دوسرا حکم مل جائے اور وہ ان کی تسلی کا باعث ہو) کوئی اٹھا نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجہ مطہرہ حضرت ام سلمہ کے پاس چلے گئے اور ان سے یہ واقعہ بیان کیا۔ حضرت ام سلمہ نے عرض کیا: "اے اللہ کے نبی! کیا واقعی آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہی چاہتے ہیں، اگر ایسا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جایئے۔ ان میں سے کسی سے بات نہ کیجئے یہاں تک کہ آپ اپنے جانوروں کو ذبح کر دیجئے پھر سر منڈنے والے کو بلایئے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مونڈے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے ان میں سے کسی سے بات نہیں کی، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانوروں کو ذبح کیا پھر سر منڈنے والے کو بلایا۔ اس نے آپ کا سر مونڈ دیا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو (اب انہیں حکم کی تبدیلی کی کوئی امید باقی نہ رہی) اٹھے اور قربانی کی پھر ان میں سے ہر ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگا۔ یہاں تک کہ اژدہام کی وجہ سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ایک دوسرے کو قتل نہ کر دیں۔

الغرض بعض لوگوں نے بال منڈوائے اور بعض لوگوں نے بال کتروائے۔ ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ ہی میں مقیم تھے کہ رات کو بارش ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی، پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف منہ کر کے فرمایا۔ تم جانتے ہو تمہارے رب نے کیا کہا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندوں نے آج اس حال میں صبح کی کہ بعض ان میں سے مجھ پر ایمان لانے والے ہیں اور بعض ان میں سے میرے ساتھ کفر کرنے والے ہیں۔ جس شخص نے کہا ہم پر اللہ کی رحمت، اللہ کی بخشش اور اللہ کے فضل سے بارش ہوئی وہ مجھ

پر ایمان لانے والا ہے اور ستارہ کا منکر ہے اور جس نے کہا کہ فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی تو وہ ستارہ پر ایمان لایا اور میرا منکر ہو گیا۔" اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

(فَلَآ أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ ﴿﴾ وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ ﴿﴾ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ﴿﴾ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ﴿﴾ لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ﴿﴾ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿﴾ أَفَبِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَنتُم مُّدْهِنُونَ ﴿﴾ وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ ﴿﴾)

(ترجمہ) "تو مجھے قسم ہے ان جگہوں کی جہاں ستارے واقع ہوتے ہیں۔ اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی (بات ہے) قسم ہے۔ بے شک یہ بڑی عزت والا قرآن ہے محفوظ کتاب میں۔ اس کو نہیں چھوتے مگر پاک نازل کیا ہوا ہے سارے جہانوں کے پروردگار کی طرف سے تو کیا تم اس کلام کے ساتھ لاپرواہی کرتے ہو؟ اور (قرآن میں) تم اپنا حصہ رکھتے ہو کہ تم (اسے) جھٹلاتے ہو۔"

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں طلحہ بن عبید اللہ کی خدمت میں تھا ان کے گھوڑے کو پانی پلاتا تھا۔ کھریرا کرتا تھا اور ان کی بھی خدمت کرتا تھا اور ان کے ساتھ ہی کھانا کھاتا تھا۔ میں اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر اللہ ہی کے لئے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آیا تھا۔ جب ہماری اور مکہ والوں کی صلح ہو گئی اور ایک دوسرے سے ملنے لگے تو میں ایک درخت کے پاس آیا اور اس کے نیچے سے کانٹے صاف کر کے اس کی جڑ میں لیٹ گیا۔ اتنے میں مشرکین مکہ میں سے چار آدمی آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہنے لگے۔ مجھے ان پر غصہ آ گیا۔ میں وہاں سے دوسرے درخت کے پاس آ گیا۔ انہوں نے اپنے ہتھیار لٹکائے اور لیٹ گئے۔ وہ اس حال میں تھے کہ یکایک وادی کے نشیب سے آواز آئی کہ مہاجرین زنیم قتل کر دیئے گئے۔ یہ سنتے ہی میں نے اپنی تلوار سونت لی اور ان چار آدمیوں پر حملہ کر دیا۔

وہ سو رہے تھے میں نے ان کے ہتھیار لئے اور اکٹھے کر کے اپنے ہاتھ میں پکڑ لئے۔ اتنے میں وہ جاگے تو میں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو عزت عطا فرمائی ہے تم میں سے اگر ایک نے اپنا سر اٹھایا تو میں اس کا وہ حصہ اڑا دوں گا جس میں ان کی دونوں آنکھیں ہیں۔ پھر میں ان کو کھینچتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے آیا۔ قبیلہ عبلات کا ایک آدمی جس کا نام مکرز تھا، ستر مشرکین کے ہمراہ مسلح ہو کر کوہ تنعیم میں مسلمانوں کی گھات میں بیٹھ گیا۔ ان لوگوں کا یہ ارادہ تھا کہ ناگہانی طور پر مسلمانوں پر حملہ کر دیا جائے۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت عامر رضی اللہ عنہ (نے ان پر غلبہ حاصل کیا اور) انہیں گھسیٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام لوگوں کی طرف نظر کی، ان کو معاف کر دیا اور فرمایا ان کو چھوڑ دو (بدعہدی کے) گناہ کی ابتداء بھی ان ہی کی طرف سے ہوئی اور تکرار بھی، اسی سلسلہ میں اللہ نے فرمایا:

(وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم بِبَطْنِ مَكَّةَ مِن بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ﴿﴾) (8)

"(اے مومنو!) اور وہی ہے جس نے روک دیا ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے مکہ کے بیچ میں اس کے بعد کہ تمہیں ان پر کامیاب فرما دیا اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھتا ہے۔" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ واپس ہوئے۔ راستہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک منزل پر اترے جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم اور بنی لحیان قبیلہ کے مشرکین کے درمیان بس ایک پہاڑ حائل تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلہ کی طرف سے خطرہ محسوس کیا اس شخص کے لئے دعائے مغفرت فرمائی جو اس پہاڑ پر چڑھ کر اسلامی فوج کا پہرہ دے۔ یہ دعا سن کر حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے رات بھر پہرہ دیا اور تین مرتبہ وہ پہاڑ پر بھی چڑھے۔ یہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے روانہ ہوئے۔ اثنائے سفر میں ایک رات کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات دریافت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: "اے عمر! تیری ماں تجھ کو روئے تو نے متواتر تین دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا لیکن آپ نے ایک بھی جواب نہیں دیا۔" پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اونٹ کو تیز کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم آگے بڑھ گئے، وہ ڈر رہے تھے کہ کہیں ان کے معاملہ میں قرآن نازل نہ ہو جائے۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے سنا کہ ایک آدمی انہیں آواز دے رہا ہے۔ وہ کہتے ہیں میں ڈر گیا کہ ضرور میرے معاملہ میں قرآن نازل ہوا ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج رات کو مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے وہ مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورۃ کی تلاوت فرمائی:

(إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ﴿﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿﴾ وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ﴿﴾ هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ ۗ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿﴾) (9)

"بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائی۔ تاکہ اللہ آپ کی اگلی پچھلی سب بھول چوک معاف فرما دے اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے اور آپ کو سیدھے راستہ پر چلاتا رہے۔ اللہ آپ کی زبردست مدد کرے گا۔ وہی جس نے نازل فرمایا سکون ایمان والوں کے دلوں میں تاکہ ان کا ایمان پر ایمان بڑھے اور اللہ ہی کے لئے ہے لشکر آسمانوں اور زمینوں کے اور اللہ بے حد علم والا بڑی حکمت والا ہے۔"

صحابہ کرام جنہیں جہنم کا خوف ہر وقت بے تاب و بے قرار رکھتا تھا اور حصول جنت کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے تھے۔ رسول خدا سے عرض کرتے ہیں: اے اللہ کے رسول! یہ آسانی اور خوشی آپ کے لئے ہے۔ ہمارے لئے کیا ہے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات تلاوت کیں:

﴿لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عِندَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿﴾ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّانِّينَ بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۚ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ ۖ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿﴾ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿﴾ لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿﴾﴾ (10)

(ترجمہ) ”تاکہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو جنتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کی برائیاں ان سے دور فرما دے گا۔ اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور تاکہ عذاب دے منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ کے بارے میں بدگمانی رکھتے ہیں اور ان پر بدترین گردش ہے اور اللہ نے ان پر غضب فرمایا اور ان پر لعنت فرمائی اور ان کے لئے دوزخ تیار کیا اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔ اور اللہ ہی مالک، آسمانوں اور زمینوں کے لشکروں کا اور بہت غالب اور بڑی حکمت والا ہے (اے رسول!) ہم نے آپ کو (حق) کا گواہ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تاکہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور رسول کی تعظیم بجالاؤ اور ان کی توقیر کرو اور اللہ کی پاکی بیان کرو صبح اور شام۔ بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ تو جس نے بیعت توڑی تو اس کا وبال اس پر ہوگا اور جس نے اس عید کو پورا کیا جو اس نے اللہ سے کیا (تھا) تو عنقریب اللہ اسے بہت بڑا اجر دے گا۔“

﴿سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَن يَمْلِكُ لَكُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿﴾ بَلْ ظَنَنتُمْ أَن لَّن يَنقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزُيِّنَ ذَٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنتُمْ قَوْمًا بُورًا ﴿﴾ وَمَن لَّمْ يُؤْمِن بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ﴿﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿﴾﴾ (11)

”جو دیہاتی پیچھے رہ گئے ہیں عنقریب وہ آپ سے کہیں گے کہ ہمارے مال اور اہل و عیال نے ہمیں مشغول کر لیا تھا تو آپ ہمارے لئے بخشش طلب کریں وہ اپنی زبانوں سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں آپ فرما دیں تو کون ہے جو اللہ کے مقابلے میں تمہارے لئے کسی چیز کا اختیار رکھتا ہو اور اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہے یا تمہارے کسی نفع کا ارادہ فرمائے بلکہ اللہ تمہارے کاموں سے اچھی طرح خبر دار ہے بلکہ تمہارا گمان تھا کہ (اب) رسول اور ایمان والے اپنے گھر والوں کی طرف کبھی ہرگز لوٹ کر نہ آئیں گے اور یہی تمہارے دلوں میں مزین کر دی گئی تھی اور تم نے بہت برا گمان کیا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو بے شک ہم نے منکروں کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ اور اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمینوں کی حکومت وہ جسے چاہے بخشے جسے چاہے عذاب دے اور اللہ بخشنے والا بے حد رحم کرنے والا ہے۔“

جن صحابہ نے رسول کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے۔ مرنے، مٹنے اور کٹنے کی بیعت کر لی۔ ان کے بارے میں نوید خداوندی ملاحظہ کیجئے:

(لَّقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ﴿﴾) (12)

"بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے تو اللہ کو (پہلے سے) معلوم تھا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا تو اللہ نے ان پر (دل کا) سکون نازل فرمادیا اور انہیں بہت ہی قریب آنے والی فتح کا انعام دیا۔ اور بہت سی غنیمتیں (عطا فرمائیں) جنہیں وہ حاصل کریں گے اور اللہ بڑی عزت والا ہے بڑی حکمت والا ہے۔" پھر اللہ نے کفار کی مزاحمت اور مومنین کے دب کر صلح کر لینے کی مصلحت بیان فرمائی:

(هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا أَن يَبْلُغَ مَحِلَّهُ ۚ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَن تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُم مِّنْهُم مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ لِّيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿﴾ إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿﴾ لَّقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ ۖ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِن شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ ۖ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِن دُونِ ذَٰلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ﴿﴾) (13)

"وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور مسجد حرام سے تمہیں روکا اور قربانی کے جانوروں کو اس حال میں کہ وہ روکے ہوئے پڑے رہے اپنی جگہ پہنچنے سے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان (بے بس) ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو تم پامال کر ڈالو گے جنہیں تم نہیں جانتے پھر پہنچ جائیں۔ تمہیں (بھی) بے خبری میں ان کی طرف سے کوئی ضرر (تو ہم اسی وقت تمہیں قتال کی اجازت دے دیتے یہ) اس لئے کہ اللہ جسے چاہے، اپنی رحمت میں داخل کر دے، اگر ایمان والے وہاں سے نکل جاتے تو ان (اہل مکہ) میں سے جو کافر تھے ہم انہیں پیشانیوں پر نشان پڑ گئے ہیں۔ ان کے اوصاف توراۃ اور انجیل میں مرقوم ہیں۔ وہ گویا ایک کھیتی ہیں جس نے پہلے اپنی سوئی نکالی پھر اس کو مضبوط کیا، پھر موٹی ہوئی، پھر اپنی ڈنڈی پر سیدھی کھڑی ہو گئی، کھیتی کرنے والوں کو وہ بہت اچھی معلوم ہوتی ہے اور کافروں کو غیظ وغضب میں مبتلا کرتی ہے۔ جو لوگ ان میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو بخش دے گا اور اجر عظیم عطا فرمائے گا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچے۔

صلح کی شرائط پر آپ عمل کرتے رہے جو مرد مسلمان ہو کر آپ کے پاس آتے تھے آپ انہیں واپس کر دیا کرتے تھے۔ کچھ عورتیں بھی مسلمان ہو کر آنے لگیں۔ سب سے پہلے حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہا آئیں۔ وہ بالغ ہو چکی تھیں۔ ان کے گھر والے ان کو واپس لینے کے لئے آئے (کیونکہ صلح نامہ میں عورتوں کے متعلق کوئی صراحت نہیں تھی۔

ان کی واپسی لازمی نہیں تھی لہٰذا) اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی واپسی کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا:

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ ۖ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ ۖ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ ۖ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۖ وَآتُوهُم مَّا أَنفَقُوا ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَن تَنكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۚ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْأَلُوا مَا أَنفَقْتُمْ وَلْيَسْأَلُوا مَا أَنفَقُوا ۚ ذَٰلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ ۖ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۱۰﴾) (15)

"اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم انہیں آزمالیا کرو اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ پھر اگر تمہیں ان کے ایمان کا یقین ہو جائے تو انہیں کافروں کی طرف نہ لوٹاؤ نہ یہ (مومنات) ان (کفار) کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ (کفار) ان (مومنات) کے لئے حلال ہیں۔ تم انہیں دے دو جو انہوں نے خرچ کیا اور ان سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ جب ان کے مہر تم ادا کر دو اور (اے مسلمانو!) تم بھی کافر عورتوں کو اپنی زوجیت میں نہ روکے رکھو اور جو تم نے (ان کے مہر میں) خرچ کیا وہ (کافروں سے) طلب کر لو۔ یہ اللہ کا حکم ہے وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اللہ بہت جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔"

(يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ ۙ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۲﴾) (16)

"اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں آپ سے بیعت کریں اس پر کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان گھڑ کر لائیں گی۔ اپنے ہاتھ اور پاؤں کے درمیان اور دستور کے مطابق کسی کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی تو انہیں بیعت فرمالیا کریں اور ان کے لئے اللہ سے استغفار فرمائیں بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔" الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی واپسی سے انکار کر دیا۔

جب عورتیں آپ کے پاس ہجرت کر کے آتی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا امتحان لیا کرتے تھے اور ان سے زبانی بیعت لیا کرتے تھے اور کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔ ایک دن ایک عورت بیعت کرتے کرتے رک گئی کہ وہ کہنے لگی کہ فلاں عورت نے نوحہ میں میرا ساتھ دیا تھا میں اس کا بدلہ اتارنا چاہتی ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ابھی کچھ کہنے بھی نہ پائے تھے کہ وہ واپس چلی گئی۔ کچھ دیر بعد وہ پھر آئی اور بیعت کی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا آیتوں کی تلاوت کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشرک عورتوں کو جو ان کے نکاح میں تھیں طلاق دے دی۔ ایک قریبہ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا اور دوسری بنت جزول خزاعی تھی۔

قریبہ رضی اللہ عنہا سے حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے (جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) اور دوسری کے ساتھ ابو جہم صفوان بن امیہ نے نکاح کر لیا۔ ان ہی ایام میں حضرت ابو بصیر جو قریشی النسل تھے، مسلمان ہو گئے۔ مسلمان ہو کر وہ مدینہ پہنچے۔

اخنس بن شریق نے ان کی واپسی کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خط لکھا۔ ادھر کفار مکہ نے ان کے تعاقب میں دو آدمی روانہ کئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوایا کہ جو عہد آپ نے کیا ہے اس کی پاسداری کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو ان دونوں کے حوالہ کر دیا۔

وہ دونوں حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو لے چلے۔ جب ذوالحلیفہ پہنچے تو اپنی سواری سے اتر کر کھجوریں کھانے لگے۔ حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک شخص سے کہا: "اللہ کی قسم میں تمہاری تلوار کو بہت عمدہ سمجھتا ہوں" اس شخص نے تلوار نیام سے نکالی اور کہا: "اللہ کی قسم یہ بہت عمدہ ہے۔ میں نے اس کو کئی مرتبہ آزمایا ہے"

حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے کہا: ذرا مجھے دکھاؤ، میں بھی تو دیکھوں کہ یہ کیسی ہے۔ اس نے رہ تلوار حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو دے دی۔ حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے وہ تلوار لے کر اس شخص پر وار کیا یہاں تک کہ اسے ٹھنڈا کر دیا۔

دوسرا شخص بھاگ گیا اور سیدھا مدینہ منورہ پہنچ کر دوڑتا ہوا مسجد میں گھس گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر فرمایا: "یہ خوف زدہ ہے" جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچا تو اس نے کہا: اللہ کی قسم میرا ساتھی قتل کر دیا گیا ہے اور اگر میں نہ بھاگتا تو میں بھی قتل کر دیا جاتا۔

اتنے میں حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ انہوں نے کہا: "اے اللہ کے رسول! بے شک اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری سے بری کر دیا ہے۔ آپ تو مجھے کفار کی طرف واپس کر چکے ہیں اب تو اللہ نے مجھے ان سے نجات دی ہے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تو لڑائی کی آگ ہے۔

اگر اس کا کوئی مددگار ہوتا (تو یہ آگ بھڑک اٹھتی) حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سنی تو سمجھ گئے کہ آپ پھر انہیں واپس کر دیں گے، لہٰذا وہ وہاں سے چل دیئے۔ سمندر کے کنارہ پر پہنچ گئے وہاں مقیم ہو گئے۔ اسی اثناء میں حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ بھی چھوٹ کر آئے اور حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہنے لگے۔ پھر قریش میں سے جو شخص بھی مسلمان ہو کر آتا۔ وہ حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے پاس ہی آ کر ٹھہر جاتا۔ یہاں تک کہ ان کی اچھی خاصی جماعت ہو گئی۔ وہ جب سنتے کہ قریش کا کوئی قافلہ شام کی طرف سے آ رہا ہے تو اس کی گھات میں رہتے۔ آدمیوں کو قتل کر دیتے اور مال لے لیتے۔

قریش (بہت پریشان ہوئے) انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ اور قرابت کا واسطہ دلایا اور درخواست کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو ان باتوں سے منع کر دیں اب جو شخص مسلمان ہو کر آپ کے پاس آئے وہ بے خوف ہو کر آ سکتا ہے اسے واپس کرنے کی شرط ختم کی جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بصیر کو لوٹ مار کرنے سے منع کروا دیا۔ اللہ نے فیصلہ کیا تھا جو کچھ مسلمانوں نے اپنی بیویوں پر خرچ کیا ہو۔ جب وہ کافروں کے پاس جائیں تو کافر اس خرچ کو مسلمانوں کے حوالہ کر دیں، کافروں نے اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(وَإِن فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَآتُوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ أَزْوَاجُهُم مِّثْلَ مَا أَنفَقُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنتُم بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴿﴾) (17)

"اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی تم سے چھوٹ کر کافروں کی طرف چلی جائے پھر (کفار سے) تم غنیمت حاصل کر لو تو (غنیمت میں سے) دے دو ان (مسلمانوں) کو جن کی بیویاں (کافروں کی طرف) چلی گئیں مثل اس کی جو انہوں نے خرچ کیا اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان لا چکے ہو۔" اس آیت کے نزول تک کافروں کی جو عورت مسلمان ہو کر آتی تھی۔

اس کا مہر واپس کر دیا کرتے تھے۔ اب انہوں نے ایسا کرنا بند کر دیا۔ اب وہ اس رقم میں سے اس مسلمان کو دے دیتے تھے جس کی کافر بیوی کافروں کے پاس چلی گئی ہو۔(18) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بظاہر دب کر صلح کی لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں بڑی مصلحت تھی۔

یہ صلح ہی دراصل فتح مکہ کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ تبلیغ کے لئے میدان صاف ہو گیا۔ مکہ کے مظلوم مسلمان لاعلمی میں قتل ہونے سے بچ گئے۔

اسی اثناء میں بہت سے کافر مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء ہی میں مشورہ لیتے وقت فرمایا تھا کہ "تمہاری رائے ہے کہ میں ان کافروں کو غارت کر دوں" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے لڑنے اور مرنے پر بیعت لے کر جنگ کا ارادہ فرما لیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدیل اور عروہ سے بھی جنگ کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی طرح بھی ان سے خوف زدہ نہیں تھے، اللہ تعالیٰ کے ارشادات سے بھی یہی واضح ہوتا ہے:

(وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوُا الْأَدْبَارَ) (19) "اور اگر کافر تم سے لڑتے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے۔" (أَن تَطَئُوهُمْ) (20) "تم ان کو پامال کر دیتے۔" ان تمام باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ دب کر صلح کسی کمزوری یا بزدلی کی وجہ سے نہیں کی گئی تھی۔ یہ صلح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرضی سے نہیں کی بلکہ اللہ کے حکم سے کی ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا میں اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتا پھر بعد میں سورۃ فتح میں اللہ تعالیٰ نے اس کی تائید فرما دی۔

عروہ نے یہ کہہ کر کہ "کیا تم نے اس سے پہلے کسی عرب کے متعلق سنا ہے کہ اس نے اپنی قوم کا استحصال کیا ہو" قومیت کے نظریہ کو پیدا کرنا چاہا مگر مسلمانوں نے اسے ٹھکرا دیا۔ وہ لڑنے کے لئے بے چین تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل مسلم قوم کی طرف سے عرب کافر قوم کے خلاف لڑتے رہے۔ قومیت کا نعرہ کفر کی ایجاد ہے۔ ہمیشہ ملحد قوموں نے انبیاء مرسلین اور مصلحین کو قوم کا واسطہ اس امید پر دیا کہ شاید وہ ایمان اور اسلام کی شاہراہ سے ہٹ کر ہماری پر تاریک وادیوں کا رخ کر لیں۔ اللہ والے یوں کیسے کر سکتے ہیں انہوں نے ان کے خلاف پوری طرح جہاد کیا۔

حواشی فتح مبین

1۔ سورۃ الفتح: آیت 27

2۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الهديبيه عن مسور و مروان

3۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الحديبيه عن جابر

4۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي و كتاب الذبائح والصيد

5۔ صحيح بخاري، كتاب الهبة، باب قبول الهدية عن صعب

6۔ سورۃ البقرۃ: آیت 196

7۔ سورۃ الواقعه: آیت 75 تا 82

8۔ سورۃ الفتح: آیت 24

9۔ سورۃ الفتح: آیت 1 تا 4

10۔ سورۃ الفتح: آیت 5 تا 10

11۔ سورۃ الفتح: آیت 11 تا 14

12۔ سورۃ الفتح: آیت 18، 19

13۔ سورۃ الفتح: آیت 25 تا 27

14۔ سورۃ الفتح: آیت 28، 29

15۔ سورۃ الممتحنه: آیت 10

16۔ سورۃ الممتحنه: آیت 12

17۔ ایضاً: آیت 11

18۔ صلح حدیبیہ کے تمام واقعات صحیح بخاری، کتاب الشروط في الجهاد میں حضرت مسور اور مروان سے مروی ہیں۔

19۔ سورۃ الفتح: آیت 22

20۔ ایضاً: آیت 25

غزوہ خیبر

مدینہ منورہ کے شمال میں کم و بیش ایک سو ساٹھ کلو میٹر یا قریباً ایک سو میل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں ہر طرف لاوے کی جلی ہوئی پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان سات وادیاں ہیں۔ ان دونوں میں ایک سو کے قریب چشمے تھے۔ ان کے علاوہ کنویں بھی تھے۔ پورا خطہ نہایت سرسبز و شاداب تھا جہاں کھجور، انگور، ترنج، لیمو اور انجیر کے باغات تھے۔ فصلیں بھی خوب ہوتی ہیں۔

سفر نامہ ارض القرآن میں ہے: "خیبر کی وسعت اور شادابی اس سے کہیں زیادہ تھی، جس کا ہم اپنے ذہن میں تصور رکھتے ہیں۔ عرب کی سرزمین میں یہ عجیب بات ہے کہ جہاں لاوے کی جلی ہوئی پہاڑیاں ہیں وہاں کھجور کے باغات کثرت سے پائے جاتے ہیں۔" (1) یہودی غالباً خیبر میں بھی اسی زمانے میں آ بسے تھے جب انہیں فلسطین سے نکالا گیا تھا۔ ان کی آبادیاں فدک، وادی القریٰ اور تیما بھی تھیں۔

تین قبیلے یثرب میں تھے، جن کی سرگزشت بیان ہو چکی ہے، لیکن ان کی قوت کا سب سے بڑا مرکز خیبر ہی تھا۔ بنو نضیر مدینہ منورہ سے جلاوطن ہونے کے بعد خیبر میں آباد ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے وہاں پر معاشرتی طور پر ایک بڑا مقام حاصل کر لیا تھا پہلے حیی بن اخطب کو قوم یہود نے اپنا سردار منتخب کر لیا تھا جب وہ مارا گیا تو ابو رافع بن الحقیق کو اس کی جگہ پر سردار تسلیم کر لیا تھا۔

یہی وہ یہودی تھے جنہوں نے سنہ 5ھ میں عرب قبائل کو مسلمانوں کے خلاف مجتمع کر کے مدینہ منورہ پر حملہ کرایا تھا۔ بنو قریظہ کو بدعہدی پر آمادہ کر کے نازل صورت حال پیدا کر دی۔ اب دوبارہ ساز باز کر کے ایک بڑی فوج کے ساتھ مدینہ پر یورش کی تیاریاں کر رہے تھے۔

اسی وجہ سے خیبر پر اقدام ناگزیر ہو گیا۔ (2) خیبر کے یہودی برابر سرکشی میں مصروف تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کرانا، ایک لڑکی کا سر پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دینا، حضرت عبد اللہ بن سہل کا قتل وغیرہ۔ شرارتیں انہوں نے کیں، لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ جب رسولِ خدا نے روانگی کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ میں نہ شرکت کرنے والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۖ يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِن قَبْلُ ۖ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿﴾ قُل لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۖ فَإِن تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۖ وَإِن تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُم مِّن قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿﴾﴾ (3)

"جب تم غنیمتیں لینے چلو گے تو پیچھے رہ جانے والے کہیں گے کہ ہمیں بھی اپنے پیچھے آنے دو، وہ ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں، آپ فرما دیجئے ہر گز تم ہمارے پیچھے نہیں آسکتے، اسی طرح اللہ نے پہلے سے فرما دیا ہے۔ پھر عنقریب وہ کہیں گے بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو (ایسا نہیں) بلکہ وہ سمجھ نہیں رکھتے مگر بہت تھوڑی۔ ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے فرما دیجئے تم ایک ایسی قوم (مرتدین اہل عامہ) کی طرف بلائے جاؤ گے جو نہایت لڑنے والی ہو گی، تم ان سے لڑتے رہو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے، تو اگر تم نے حکم مان لیا تو اللہ تمہیں بہترین ثواب دے گا اور اگر تم نے روگردانی کی جس طرح اس سے پہلے روگردانی کرتے رہے تو اللہ تمہیں (سخت) دردناک عذاب دے گا۔" ذو قرد سے واپس آنے کے تین دن بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ رات کے وقت خیبر کو روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ایک آدمی نے حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ سے کہا اپنے کچھ شعر سنایئے۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ سواری پر سے اترے اور حدی خوانی شروع کر دی بطور رجز انہوں نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے:

تاللہ لولا اللہ ما اھتدینا

ولا تصدقنا ولا صلینا

فاغفر فداءلك ما اقتفینا

ونحن عن فضلك ما استغنینا

فثبت الاقدام ام ان لاقینا

وانزلن سکینۃ علینا

انا اذا صیح بنا اتینا

وبالصباح عولوا علینا

"اللہ کی قسم! اگر اللہ ہدایت نہ دیتا تو ہمیں ہدایت نہ ملتی، نہ ہم صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے، تجھ پر ہم فدا ہو جائیں۔ جب تک ہم تیری اطاعت کریں تو ہمیں معاف کرتا رہ اور ہم تیرے فضل سے مستثنٰی نہیں ہیں۔ جب دشمن سے ہماری مڈ بھیڑ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ اور ہم پر تسکین نازل فرما۔ جب کبھی ہم کو آواز دی جاتی ہے ہم جا پہنچتے ہیں۔ آواز کے ساتھ ہی لوگ ہم پر بھروسہ کرتے ہیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے اشعار پڑھنے کی آواز سنی تو فرمایا یہ ہنکانے والا کون ہے؟ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "یہ عامر ہیں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "اللہ تمہاری مغفرت فرمائے" آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے لئے استغفار کرتے تو وہ ضرور شہید ہو جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو اپنے اونٹ پر چلے جا رہے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعائیہ کلمات سنے تو سمجھ گئے کہ عامر رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں گے۔ انہوں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! آپ نے ہمیں عامر رضی اللہ عنہ سے فائدہ کیوں نہ اٹھانے دیا۔(4) خیبر کے راستے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کئی جگہ اترے۔ جہاں کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اترتے حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت کرتے وہ کہتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا پڑھتے تھے:

(اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الهَمِّ وَالحَزَنِ ، وَالعَجْزِ وَالكَسَلِ ، وَالبُخْلِ ، وَالجُبْنِ ، وَضَلَعِ الدَّيْنِ ، وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ) (5)

"اے اللہ میں رنج و فکر، عجز و تکان، بخل و نامرادی، قرض کے بوجھ اور لوگوں کے غلبہ سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔" جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام صہباء میں پہنچے جو خیبر کے قریب واقع ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا منگوایا۔ ستو کے علاوہ کھانے کے لئے اور کچھ نہ تھا۔ وہی آپ کو پیش کر دیئے گئے۔ صحابہ کرام نے بھی ستو گھول کر کھائے اور پیئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی کی، صحابہ نے بھی کلی کی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب پڑھائی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر کی طرف روانہ ہوئے تو وہاں رات کے وقت پہنچے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ جب کسی قوم کے پاس رات کے وقت پہنچتے تو صبح ہونے سے پہلے حملہ آور نہ ہوتے تھے۔ جب صبح ہوئی تو حسب معمول یہودی پھاوڑے اور ٹوکرے لے کر اپنے کھیتوں کی طرف نکلے۔ ان سب نے جب آپ کو دیکھا تو بولے خدا کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پانچ حصوں والا لشکر لے کر آ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر خیبر تباہ و برباد ہو گیا۔

جب ہم لوگ کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو دہشت زدہ لوگوں کی صبح بری ہو جاتی ہے۔

(6) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کا محاصرہ کر لیا اور جنگ شروع ہو گئی۔

(7) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دُکھ رہی تھیں اس لئے وہ مدینہ میں رہ گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو گئے تو انہوں نے اپنے دل میں سوچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو جنگ کے لئے جائیں گے اور میں پیچھے رہ جاؤں گا (یہ کیسے ہو سکتا ہے) لہٰذا وہ اسی حالت میں مدینہ منورہ سے روانہ ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔

(8) لڑائی شروع ہوئی تو سب سے پہلے یہودیوں کا سپہ سالار مرحب مندرجہ ذیل رجز پڑھتا ہوا میدان میں آیا:

قد علمت خيبر اني مرحب

شاكي السلاح بطل مجرب

اذا الحروب اقبلت تلهب

"خیبر جانتا ہے میں مرحب ہوں۔ جب لڑائی کی آگ بھڑکنے لگتی ہے تو میں ہتھیار بند، بہادر اور جنگ آزمودہ ہوتا ہوں۔" حضرت عامر رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کے لئے نکلے اور یہ رجز پڑھا:

قد علمت خيبر اني عامر

شاكي السلاح بطل مغامر

"خیبر جانتا ہے کہ میں عامر ہوں۔ ہتھیار بند، بہادر اور لڑائیوں میں گھسنے والا۔ مقابلہ شروع ہوا دونوں کی ضربیں ایک دوسرے پر پڑنے لگیں۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ مرحب کی تلوار حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی ڈھال پر پڑی، انہوں نے نیچے سے اس کی پنڈلی پر تلوار ماری مگر ان کی تلوار چھوٹی تھی وہ لوٹ کر خود ان ہی کے لگ گئی اور اس سے ان کی شہ رگ کٹ گئی بالآخر اس زخم سے ان کی وفات ہو گئی۔

(9) پھر جب حضرت سلمہ بن اکوع مقابلہ کے لئے نکلے۔ انہوں نے بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ "عامر رضی اللہ عنہ کا عمل رائیگاں ہو گیا کیونکہ انہوں نے خودکشی کر لی" حضرت عامر رضی اللہ عنہ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے، لہٰذا حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کی اس بات پر صدمہ پہنچا۔ وہ روتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ کے پاس جا کر خاموش کھڑے ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا کیا حال ہے؟ حضرت سلمہ نے کہا: "میرے ماں باپ آپ پر قربان، لوگ کہتے ہیں کہ عامر رضی اللہ عنہ کے سب عمل برباد ہو گئے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون کہتا ہے؟ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "فلاں شخص، فلاں شخص اور اسد بن حضیر انصاری رضی اللہ عنہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو ایسا کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے" پھر آپ نے اپنی دونوں انگلیوں کو جمع کر کے فرمایا: "ان کے لئے دوہرا ثواب ہے۔ وہ اطاعت الٰہی میں کوشش کرنے والے اور مجاہد تھے ان جیسے عرب کم ہی زمین پر چلے ہوں گے۔"

(10) اسی زمانہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے کے ارادے سے اپنے وطن سے روانہ ہوئے، ان کا غلام بھی ان کے ہمراہ تھا۔ راستہ میں ان کا غلام ان سے علیحدہ ہو گیا۔ حضرت ابوہریرہ برابر چلتے رہے راستہ میں یہ شعر پڑھتے جا رہے تھے:

يا ليلة من طولها و عنائها

علي انها من دارة الكفر نجت

"اس رات کی درازی اور تکلیف کی شکایت تو ضرور کرتا ہوں مگر وہ رات بڑی مبارک ہے کہ اس رات کفر کے شہر سے مجھے نجات دی۔" حضرت ابوہریرہ سیدھے خیبر پہنچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر بیعت کی۔ ابھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہی تھے کہ ان کا غلام دکھائی دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے ابوہریرہ یہ تمہارا غلام آ گیا" حضرت ابوہریرہ کہنے لگے: "میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اس کو اللہ کے لئے آزاد کر دیا" (11) جنگ جاری تھی۔ ایک مجاہد کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ دوزخی ہے۔" وہ شخص بہت جانفشانی سے لڑتا رہا۔ بالآخر اسے ایک زخم لگا، زخم اتنا شدید تھا کہ لوگ سمجھے اس کی وفات ہو گئی۔

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! جس شخص کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ وہ دوزخی ہے اس نے تو بڑی شدت سے جنگ کی اور بالآخر وہ شہید ہو گیا کیا ایسی حالت میں بھی وہ دوزخی ہے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ دوزخ میں گیا" لوگوں کو اس بات پر بڑی تشویش ہوئی، اسی اثناء میں کسی نے کہا وہ مرا نہیں ہے بلکہ اسے شدید زخم پہنچا ہے۔ جب رات ہوئی تو وہ زخم کی تکلیف برداشت نہ کر سکا اور اپنے ترکش سے تیر نکال کر اس نے خودکشی کر لی۔ لوگ جلدی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا: "اے اللہ کے رسول! اللہ نے آپ کی بات کو سچا کر دیا ہے، اس شخص نے اپنے آپ کو نحر کر کے خودکشی کر لی" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ اکبر" میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ جنت میں کوئی نہیں جائے گا سوائے مسلمان کے اور بے شک اللہ اپنے دین کی مدد تو فاجر آدمی سے بھی لے لیتا ہے۔ (12) خیبر کا محاصرہ ابھی جاری تھا کہ قلعہ میں سے ایک شخص نے چربی کی ایک تھیلی باہر پھینکی۔

حضرت عبداللہ بن مغفل اسے لینے کے لئے دوڑے۔ اتنے میں انہوں نے مڑ کر دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں کھڑے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر انہیں شرم آ گئی (13) اور چربی کی تھیلی اٹھانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ حضرت خفاف بن ایماء رضی اللہ عنہ اپنے لڑکے کے ساتھ کئی دن تک ایک قلعہ کا محاصرہ کئے رہے یہاں تک کہ اسے فتح کر کے ہی چھوڑا۔ (14) حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ مقابلہ کے لئے نکل آئے تھے۔ لڑتے لڑتے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کی پنڈلی پر زخم لگا۔

زخم بہت خطرناک تھا۔ لوگ سمجھے کہ سلمہ رضی اللہ عنہ بچ نہیں سکتے۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ نے تین مرتبہ دم کیا، زخم اچھا ہوگیا۔ اور پھر کبھی اس میں کوئی شکایت نہیں ہوئی۔(15) لڑائی کئی دن جاری رہی۔ فتح سے ایک دن پہلے شام کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کل میں جھنڈا ایک شخص کو دوں گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

اللہ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔ لوگوں نے پوری رات اسی خیال میں گزار دی کہ دیکھیں جھنڈا کس کو ملتا ہے۔ صبح وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہر شخص کو یہ امید تھی کہ جھنڈا اسے ملے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں، لوگوں نے کہا: ان کی آنکھیں دُکھ رہی ہیں(16) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کو لانے کے لئے روانہ کیا۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لائے(17) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور صحت کے لئے دعا کی پھر وہ آپ کی دعاؤں کی برکت سے اسی وقت تندرست ہوگئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا انہیں کبھی کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا ان کے ہاتھ میں دے دیا۔(18) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''کیا میں ان سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ ہماری طرح مسلمان نہ ہو جائیں'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جاؤ، ان کے میدان میں اترو۔ پھر انہیں اسلام کی دعوت دو اور فرائض کی تعلیم دو۔

اللہ کی قسم تیرے ہاتھ پر اگر اللہ ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جھنڈا لے کر میدان جنگ میں آئے۔ مرحب وہی رجز پڑھتا ہوا میدان جنگ میں آیا۔ جو اس نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے وقت پڑھا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں یہ رجز پڑھا:

انا الذي سمتني امي حيدره

كليث غابات كريه المنظره

اوفيهم بالصاع كيل السندره

''میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا۔ میں جنگل کے اس شیر کی طرح ہوں۔ جو بہت ہی خوفناک صورت ہوتا ہے۔ میں لوگوں کو ایک صاع کے بدلہ اس سے بڑا پیمانہ دیتا ہوں۔'' (20) پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کے سر پر ایک ضرب لگائی اور اسے قتل کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خیبر فتح ہوگیا(21) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑنے والوں کو قتل کر دیا۔ اور عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا(22) فتح کے بعد صحابہ کا گزر مومنین کی لاشوں کے پاس سے ہوا۔ انہوں نے کہا فلاں شہید ہے، فلاں شہید ہے۔ ایک شخص کے متعلق انہوں نے کہا یہ شہید ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہرگز نہیں۔ میں نے ایک چادر چرانے کی وجہ سے اسے دوزخ میں دیکھا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "لوگوں میں منادی کر دو کہ جنت میں سوائے مومنوں کے کوئی نہیں جائے گا۔ (23) خیبر کی فتح کے بعد یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بکری کا گوشت پیش کیا جس میں زہر ملا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا: جتنے یہودی ہیں سب کو جمع کرو، حکم کی تعمیل میں تمام یہودی جمع کئے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "میں تم سے ایک بات پوچھ رہا ہوں کیا تم مجھے سچ سچ بتاؤ گے۔" یہودیوں نے کہا: "ہاں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارا باپ (جد اعلیٰ) کون ہے؟" انہوں نے کہا: "ہمارا باپ (جد اعلیٰ) فلاں شخص ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم جھوٹ بولتے ہو، تمہارا باپ (جد اعلیٰ) فلاں شخص ہے۔" انہوں نے کہا: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فرمایا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اچھا بتاؤ اگر میں تم سے کوئی بات پوچھوں تو تم مجھے صحیح صحیح بتاؤ گے؟" انہوں نے کہا: "ہاں" اور اگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹ بولیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو جائے گا۔ جیسے ابھی ہمارے باپ کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دوزخی کون لوگ ہیں؟" یہودیوں نے جواب دیا: "کچھ دن ہم دوزخ میں رہیں گے پھر ہمارے بعد آپ لوگ دوزخ میں رہیں گے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "در گاہ رب کے راندے ہوئے ہو کر تمہیں اس میں رہو، اللہ کی قسم! ہم تمہارے بعد کبھی بھی دوزخ میں نہیں رہیں گے" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر میں تم سے کوئی بات پوچھوں تو صحیح صحیح بتا دو گے؟" انہوں نے کہا: "ہاں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا؟" انہوں نے کہا: "ہاں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کس چیز نے تمہیں اس بات پر آمادہ کیا" انہوں نے کہا: "ہم نے چاہا تھا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارا پیچھا چھوٹ جائے گا اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں تو زہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔" (24) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کچھ نہ کہا۔ اللہ تعالیٰ نے قوم یہود کے کردار کو ان الفاظ میں بیان کیا:

﴿مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا ۚ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۞﴾ قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِن زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِن دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿۞﴾ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿۞﴾ قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ ۖ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۞﴾﴾ (25)

"ان لوگوں کا حال جن پر تورات کا بوجھ رکھا گیا، پھر انہوں نے اسے نہ اٹھایا (اس) گدھے کے حال کی طرح ہے جس کی پیٹھ پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہے۔ کیا ہی بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔ فرما دیجئے! اے یہودیو! اگر تمہیں یہ گھمنڈ ہے کہ تمام لوگوں کو چھوڑ کر تم ہی اللہ کے دوست ہو تو موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو اور وہ کبھی موت کی تمنا نہ کریں گے ان (کرتوتوں) کی وجہ سے جو پہلے بھیج چکے ہیں ان کے ہاتھ۔

اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیں جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تمہیں پیش آنی ہے، پھر تم لوٹا دیئے جاؤ گے ہر چھپی اور کھلی چیز جاننے والے کی طرف، پھر وہ تمہیں بتادے گا جو کچھ تم کرتے ہو۔" جب خیبر فتح ہوا تو مال غنیمت میں یہ چیزیں حاصل ہوئیں۔ گائے، اونٹ اور باغات ابھی تقسیم کرنے شروع نہیں ہوئی تھے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمان جو اب تک حبشہ میں تھے، مدینہ منورہ پہنچے۔

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ یمن سے مکہ میں آئے اور اسلام لائے، پھر ہجرت کر کے حبشہ کو گئے اور جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی وہاں ہجرت کر گئے تھے۔ جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی خبر سنی تو کشتی میں بیٹھ کر مدینہ کو سب روانہ ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے جبکہ خیبر فتح کیا۔

جب تقسیم ہوئی تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے بھی حصہ دیجئے۔ سعید بن عاص کے بیٹے نے (مذاقاً) کہا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کچھ نہ دیجئے" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی (مذاقاً) جواب دیا: "یہی وہ شخص ہیں جنہوں نے ابن قوقل رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا" انہوں نے کہا: "صنان نامی پہاڑ سے ایک بلا (ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یعنی بلی کا باپ یا بلی والا) اتر کر آیا اور ایک مسلم کے قتل پر مجھے طعنہ دیتا ہے جس کو میرے ہاتھ سے اللہ نے شہادت کی فضیلت عطا فرمائی اور اس کے ہاتھوں سے مجھے (بحالت کفر قتل کرا کے) ذلیل نہیں کیا۔" (26) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ (27) اور صرف ان لوگوں کو دیا جو جنگ میں شریک تھے (جو لوگ جنگ میں شریک نہیں تھے ان میں سے کسی کو حصہ نہیں دیا) سوائے ان کشتی والوں کے جو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ (حبشہ سے) آئے تھے۔ (28)

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت حاضر خدمت ہوئے۔ جس وقت آپ خیبر فتح کر چکے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خیبر کی غنیمت میں سے حصہ دیا۔" (29) عسکری کامیابیوں کے بعد سیدھے خیبر چلے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابان بن سعید اور ان کے ساتھیوں کو مال غنیمت میں سے کچھ نہ دیا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے: جس وقت ابان حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بحث و تکرار کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: "اے ابان بیٹھ جا" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابان اور اس کے ساتھیوں کو حصہ نہ دیا۔ (30) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کو دو حصے دیئے اور پیدل کو ایک حصہ یعنی سوار کو تین حصے دیئے ایک اس کا اور دو گھوڑے کے۔ خیبر کے خمس میں سے جو مال باقی بچا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو بیس وسق جو اور اسی وسق کھجور سالانہ دے دیا کرتے تھے۔

اور باقی کو خیرات کر دیا کرتے تھے۔ جب خیبر فتح ہوا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اب ہم پیٹ بھر کر کھجور کھا سکیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ہم نے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا جب تک خیبر فتح نہ ہوا۔" (31) قیدی عورتوں میں حضرت صفیہ بھی شامل تھیں۔ وہ ابھی نئی دلہن ہی تھیں کہ ان کا شوہر جنگ میں مارا گیا۔

لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کی خوبصورتی کا ذکر کیا۔ آپ نے کوئی توجہ نہ فرمائی۔ اسی اثناء میں حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''مجھے ایک لونڈی دیجئے'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک لونڈی لے لو'' انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو لے لیا۔ پھر ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریظہ اور نضیر کے سردار کی بیٹی دحیہ رضی اللہ عنہ کو دے دی، وہ سوائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کے لئے مناسب نہیں'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کا نفسیاتی جائزہ لیتے ہوئے فرمایا: ''ان کو مع اس لڑکی کے بلاؤ'' وہ آئے تو آپ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا اور حضرت دحیہ سے فرمایا: اے دحیہ رضی اللہ عنہ! دوسری لونڈی لے لو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دلجوئی کے لئے سات لونڈیوں کے بدلے میں ان سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو خرید لیا اور اپنے لئے منتخب فرمالیا۔ حضرت صفیہ کو آپ نے اپنے لئے ان کے حسن و جمال کی وجہ سے بطور بیوی منتخب نہیں فرمایا تھا بلکہ مشورہ اور لوگوں کے نفسیاتی جذبات کا خیال رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں کیا تھا۔ (32) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سید الصبہاء پہنچے تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پاک ہو چکی تھیں۔ حضرت ام سلیم نے انہیں دلہن بنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔

اور ان کی آزادی کو ان کا حق مہر قرار دیا (دوسرے دن) صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چیز جس کے پاس ہو لے آؤ۔ پھر گڑھا کر کے چمڑے کا ایک دستر خوان بچھایا گیا۔ کوئی کچھ لایا اور کوئی کچھ۔ اس دستر خوان پر کھجور، پنیر اور گھی جمع کر دیا گیا۔ پھر ان چیزوں کا مالیدہ تیار کیا گیا۔ مالیدہ تیار ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''جو لوگ تمہارے ارد گرد ہیں سب کو بلا لاؤ'' وہ سب لوگوں کو بلا کر لے آئے۔ سب نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔ تین دن وہاں قیام کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عباء اوڑھا دی، اونٹنی پر ان کے بیٹھنے کے لئے جگہ بنائی اور پردہ تان دیا۔ جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اونٹنی پر سوار ہوتیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی کے پاس بیٹھ جاتے۔ اپنا گھٹنا رکھ دیتے، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اپنا پیر آپ کے گھٹنے پر رکھ کر سوار ہو جاتیں۔

مدینہ منورہ کے پاس پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی عضباء کو تیزی کے ساتھ دوڑایا۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اپنی سواریوں کو دوڑایا۔ اتفاقاً آپ کی اونٹنی نے ٹھوکر کھائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اس پر سے گر پڑے۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ فوراً اپنی سواری پر سے اترے اور کہا: ''اے اللہ کے رسول! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے، چوٹ تو نہیں آئی؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، خاتون کو سنبھالو، حضرت ابو طلحہ اپنے منہ پر کپڑا ڈال کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی طرف گئے اور وہ کپڑا ان پر ڈال دیا۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جلدی سے کھڑے ہو گئے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پر پردہ تان دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پالان ٹھیک کر کے اونٹنی پر سوار ہو گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے چاروں طرف جمع ہو گئے۔

اس سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ادباً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی طرف نظر نہیں کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ آگے روانہ ہوئے۔ (33) فتح کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو جلاوطن کرنے کا ارادہ کیا۔ یہودیوں نے عرض کیا: ''ہمیں رہنے دیجئے، ہم کھیتوں میں اور باغوں میں کام کریں گے اور نصف پیداوار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دیا کریں گے'' رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اچھا، لیکن جب تک ہم چاہیں گے تمہیں (اس شرط اور اس مقام پر) برقرار رکھیں گے" (34) تمام ضروری انتظامات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ خیبر سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ رجز سناؤں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رجز سنانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "جو کچھ کہو سوچ سمجھ کر سنانا" حضرت سلمہ بن اکوع نے یہ رجز پڑھا:

واللہ لو لا اللہ ما اھتدینا

ولا تصدقنا ولا صلینا

اللہ کی قسم اگر اللہ کی توفیق نہ ہوتی تو ہمیں راہ راست نہ ملتی، نہ ہم صدقہ دیتے، نہ نماز پڑھتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے سچ کہا۔ پھر حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے پڑھا:

وانزلن سکینۃ علینا

وثبت الاقدام ان لاقینا

والمشرکون قد بغوا علینا

"(اے اللہ) ہم پر تسکین نازل فرما (کفار سے) مقابلہ کے وقت ہمیں ثابت قدم رکھ بے شک مشرکین نے ہم پر زیادتی کی ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ اشعار کس کے ہیں؟" حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "میرے بھائی (عامر رضی اللہ عنہ) کے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ ان پر رحم فرمائے" حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "لوگ تو ان کے لئے دعا کرتے ہوئے ڈرتے ہیں اس لئے کہ وہ اپنے ہتھیار سے مرے ہیں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ غلط کہتے ہیں وہ اس حالت میں مرے ہیں کہ اللہ کی راہ میں کوشش کرتے تھے اور جہاد کرتے تھے" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں انگلیوں کو ملا کر فرمایا: "ان کے لئے دوگنا ثواب ہے۔ اس قتل سے اور کون سا قتل زیادہ باعث ثواب ہے۔" (35) سفر جاری تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ چلے جا رہے تھے۔ سفر رات کو بھی جاری رکھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: "کاش آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کچھ سونے کا موقع دیں" اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اونگھ آ رہی تھی (لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کو مناسب نہ سمجھا۔) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے ڈر ہے کہ کہیں سونے میں نماز نہ نکل جائے" حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "میں جگا دوں گا" یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ پر قیام فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "تم پہرہ دو۔" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سو گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے رہے۔ جب فجر قریب ہوئی تو وہ اپنی سواری پر تکیہ لگا کر مشرق کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے۔ بیٹھے بیٹھے ان پر نیند غالب آ گئی اور ان کی آنکھ لگ گئی، صبح کی نماز کا وقت نکل گیا۔

جب دھوپ نکلی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھلی۔ آپ بہت گھبرائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے بلال! تمہارا وہ کہنا کہاں گیا؟" حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں جس چیز کو آپ نے روک لیا تھا۔ اس نے مجھے بھی روک لیا تھا، ایسی نیند مجھے کبھی نہیں آئی" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ نے تمہاری روحوں کو جب تک چاہا روکے رکھا اور جب چاہا واپس کر دیا" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہاں سے کوچ کرو، یہاں شیطان آ گیا تھا" (لوگ روانہ ہوئے) تھوڑی دور جا کر جب آفتاب بلند اور صاف ہو گیا(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کا حکم دیا، پھر وضو کیا، پھر دو رکعتیں پڑھیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اقامت کہنے کا حکم دیا، انہوں نے کلمہ اقامت کہی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی، پھر فرمایا: 'جو شخص نماز پڑھتے بھول جائے اسے چاہیے کہ یاد آتے ہی اسے پڑھ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ((أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ﴿﴾)) "میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو۔" (36) اثناء راہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک وادی میں سے گزرے تو لوگوں نے چیخ چیخ کر اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ کہنا شروع کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا: "اپنی جانوں پر رحم کرو، تم نہ کسی بہرے کو پکار رہے ہو نہ کسی غائب کو، تم سننے والے کو پکار رہے ہو جو تمہارے قریب ہے اور تمہارے ساتھ ہے" حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پیچھے تھے وہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھ رہے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا: "اے عبد اللہ بن قیس" انہوں نے کہا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں تمہیں ایسا کلمہ نہ بتاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔" انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیوں نہیں، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں ضرور بتائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا حول ولا قوۃ الا باللہ" (37) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادی قریٰ میں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام مدعم کے، جس کو بنو صنباب نامی قبیلہ کے ایک شخص رفاعۃ بن زید نے آپ کو تحفتاً دیا تھا۔ ایسی حالت میں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی کاٹھی ٹھیک کر رہا تھا، ایک تیر لگا جس کا چلانے والا معلوم نہ ہو سکا۔ اس تیر سے اس کی موت واقع ہو گئی، لوگوں نے کہا: "اس کو شہادت مبارک ہو" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں، وہ چادر جو خیبر کے مال غنیمت میں سے تقسیم سے پہلے اس نے چرا لی تھی۔

وہ اس پر آگ کو مشتعل کر رہی ہے" یہ سن کو ایک شخص ایک یا دو تسمے لے کر آیا اور کہا: "یہ چیز مجھے ملی تھی (اور تقسیم سے پہلے میں نے لے لی تھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ آگ کے ایک یا دو تسمے ہیں۔(38) راستے میں صحابہ کرام کا گزر لہسن و پیاز کے ایک کھیت سے ہوا۔ صحابہ بھوکے تھے۔ لہٰذا بہت سے لوگوں نے لہسن اور پیاز کھایا۔(39) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ کی طرف دیکھ کر فرمایا: "یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف نظر کی

اور فرمایا: اے اللہ! تو گواہ رہ، (تیرے حکم سے) میں اس کے دونوں سنگستانوں کے درمیانی علاقہ کو حرام قرار دیتا ہوں جس طرح ابراہیم نے مکہ کو قرار دے دیا تھا۔ اے اللہ! مدینہ والوں کے لئے ان کے مد اور صاع میں برکت عطا فرما" (40) پھر آپ نے یہ کلمات پڑھے: (آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون) "ہم پھر واپس آنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، (صرف اللہ کی) عبادت کرنے والے ہیں، اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں"۔ پھر یہ کلمات آپ صلی اللہ علیہ وسلم برابر پڑھتے رہے یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں داخل ہو گئے۔ (41) مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے خوشخبری سنائی:

(وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هَٰذِهِ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنكُمْ وَلِتَكُونَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿٢٠﴾ وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ﴿﴾ وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوُا الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلُ ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا ﴿﴾) (42)

"اللہ نے تم سے وعدہ فرمایا۔ بہت سی غنیمتوں کا جو (آئندہ) تم حاصل کرو گے۔ تو یہ (نعمت) تمہیں جلدی عطا فرما دی اور لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا۔ اور تاکہ یہ (نعمت) مومنوں کے لئے نشانی ہو جائے اور (اللہ) تمہیں سیدھی راہ پر ثابت قدم رکھے۔ دوسری نعمتیں جن پر تم قادر نہ تھے۔ یقیناً اللہ نے ان کا احاطہ فرما لیا اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ اور اگر کافر تم سے (اس وقت) قتال کرتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے پھر کوئی حمایتی نہ پاتے اور نہ کوئی مددگار۔ اللہ کا دستور ہے وہ چلا آ رہا ہے پہلے سے اور آپ اللہ کے دستور میں کوئی تبدیلی نہ پائیں گے۔"

حواشی غزوہ خیبر

1۔ رسول رحمت: ص 401 (330228)

2۔ ایضاً

3۔ سورۃ الفتح: آیت 15، 16

4۔ صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب غزوه ذي قرد عن سلمه و باب غزوه خيبر و صحيح بخاري، كتاب المغازي و كتاب الادب و كتاب الديات بَابُ إِذَا قَتَلَ نَفْسَهُ خَطَأً فَلَا دِيَةَ لَهُ

5۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر عن انس

6۔ جامع ترمذي، باب ماجاء في البينات والعذاب

7۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوہ خیبر عن انس

8۔ صحیح بخاري، کتاب الجهاد، باب ما قیل في لواء النبي عن سلمة

9۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب غزوة ذي قرد وغیرها عن سلمة بن اکوع و صحیح بخاري المغازي نحوه

10۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب غزوة ذي قرد عن سلمه و باب غزوة خیبر و صحیح بخاري، کتاب المغازي

11۔ صحیح بخاري، کتاب الرهن في الحضر، کتاب العتق و فضله، باب اذا قال لعبده۔۔۔ عن ابي هریره

12۔ صحیح بخاري، کتاب الجهاد عن ابي هریره و کتاب المغازي، باب غزوه خیبر و کتاب القدر

13۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد باب اخذ الطعام من ارض العدو

14۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي، باب غزوة الحدیبیه عن عمر

15۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي، غزوه خیبر عن سلمه

16۔ صحیح بخاري، کتاب الجهاد، باب ما قیل في لواء النبي صلي الله علیه وسلم عن سلمه و باب فضل من اسلم علي یدیه رجل عن سهل و کتاب المغازي و صحیح مسلم، باب فضائل علي رضي الله عنه

17۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوه ذي قرد عن سلمه

18۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوه ذي قرد عن سلمه و فضائل علي و کتاب الجهاد، باب فضل من اسلم علي یدیه رجل و کتاب المغازي

19۔ صحیح بخاري، کتاب الجهاد، باب فضل من اسلم علي یدیه رجل عن سهل و کتاب المناقب، باب مناقب علي و کتاب المغازي

20۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة ذي قرد عن سلمه

21۔ صحیح بخاري، کتاب الجهاد، باب ما قیل في لواء النبي صلي الله علیه وسلم عن سلمة و صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة ذي قرد

22۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي، باب غزوة خیبر عن انس

23۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم الغلول عن عمر رضي الله عنه

24۔ صحیح بخاري، کتاب الطب، باب ما یذکر في سم النبي صلي الله علیه وسلم عن ابي هریره

25۔ سورة الجمعه: آیت 5 تا 8

26۔ صحیح بخاري، کتاب الجهاد، بَابُ الْكَافِرِ يَقْتُلُ الْمُسْلِمَ ثُمَّ يُسْلِمُ عن ابي هریره و کتاب المغازي، باب غزوه خیبر عن ابي هریره و کتاب فرض الخمس من الدلیل۔۔۔ عن ابي موسیٰ

27۔ صحیح بخاري، کتاب فرض الخمس، باب الغنیمة لمن شهد الواقعة

28۔ صحیح بخاري، کتاب فرض الخمس، باب من الدلیل علي ان الخمس، لنوائب المسلمین عن ابي موسیٰ

29۔ ابوداؤد، باب في من جاء بعد الغنیمة الاسهم له

30۔ سنن ابي داؤد، باب في من جاء بعد الغنیمة الاسهم له

31۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي، باب غزوة خیبر و صحیح مسلم، کتاب البیوع

32۔ صحیح بخاري، کتاب النکاح والمغازي والبیوع و صحیح مسلم، کتاب النکاح عن انس

33۔ صحیح بخاري، کتاب الجهاد، باب من غزا بصبي للخدمة و باب ما یقول اذا رجع

34۔ صحیح بخاري، کتاب فرض الخمس، باب ما کان النبي صلی الله علیه وسلم یعطي المؤلفة قلوبهم عن ابن عمر
35۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة خیبر عن سلمه

36۔ صحیح بخاري، کتاب الصلوٰة، باب الاذان بعد ذهاب الوقت عن ابي قتاده

37۔ صحیح بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر عن ابي موسيٰ و صحیح مسلم، باب استحباب خفض الصوت بالذکر

38۔ صحیح بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر عن ابي هريرہ و كتاب الايمان والنذور

39۔ صحیح مسلم، كتاب الصلوٰة عن ابن عمر و ابي سعيد

40۔ صحیح بخاري، كتاب الجهاد، باب من غزا بصبي للخدمة

41۔ صحیح بخاري، كتاب الجهاد، باب ما يقول اذا رجع من القرد عن انس

42۔ سورۃ الفتح: آیت 20 تا 23

جنگ موتہ کم و بیش ایک صدی پیشتر تقسیمات کے موتہ شام کا ایک مشہور مقام تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے تاریخی سفینوں یا دور حاضر کی ان کتب سیرت میں جو پانچ، چھ سو سال کی پیشتر تاریخی اور جغرافیائی کتابوں کی بناء پر مرتب ہوئیں۔ اسے شام کا مقابلہ بتایا گیا(1) لیکن گذشتہ پچاس، ساٹھ سال میں یورپی استعمار کے کارفرما شام پر کئی مرتبہ قطع و برید کی مقراض چلوا چکے ہیں۔ بلکہ اس عمل سے شمالی حجاز بھی محفوظ نہ رہا۔

پہلے فلسطین کو شام سے الگ کیا گیا۔ پھر فلسطین کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے یہودیوں کے لئے ریاست پیدا کی گئی۔ جس کی وجہ سے مشرق اوسط پر فتنہ و فساد اور آتش باری و خون ریزی کی گھٹائیں مسلط ہیں۔ یہ ہو چکا تو شمالی حجاز کے دو علاقے یعنی لقبہ و معان الگ کر کے اردن کی بنیاد رکھی گئی، جس میں جنوبی شام بھی شامل ہوا نیز لبنان کو شام سے الگ کیا گیا۔ زمانہ ماضی میں موتہ اور آس پاس کے مقامات کو فن شمشیر سازی میں بڑی شہرت حاصل تھی۔ یہاں کی بنی ہوئی تلواریں "مشرفیہ" کہلاتی تھیں۔ جب حرب و ضرب میں تلوار سے زیادہ بدرجہا سریع الاثر آلات کا رواج ہو گیا تو شمشیر سازی کا فن محض موتہ ہی نہیں ہر جگہ افسانہ و قصہ پارینہ بن گیا اور اب عام اٹلسوں میں موتہ کا نام بھی نہیں ملتا۔

موجودہ حالت میں موتہ سلطنت اردن میں شامل ہے۔ اس سلطنت کے علاقے کا نام بلقاد ہے، جو دریائے اردن کے مشرقی کنارے کے ساتھ بحیرہ لوط کے جنوبی سرے تک آتا ہے، موتہ بلقاء کی جنوبی حد پر واقع ہے۔ مفصل عربی اٹلسوں میں اسے بحیرہ لوط کے جنوب و مشرق میں تھوڑے فاصلے پر دیکھنا چاہیے۔ یہ اس ریلوے لائن پر ہے جو معان سے اذرح اور کرک سے ہوتی ہوئی عمان جاتی ہے۔

اب اس کی اہمیت شمشیر سازی کی وجہ سے نہیں۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس جنگ کے باعث ہے، جس میں جعفر بن ابی طالب، حضرت زید بن حارثہ، عبد اللہ بن رواحہ اور ان کے چند رفیقوں نے شہادت پائی تھی۔ بعد ازاں بائبل میں بلقاء کو موآب کہا گیا ہے اور اسلامی تاریخوں میں اسے "ماب" لکھا ہے۔ "موآب" "ماب" حضرت لوط علیہ السلام کے فرزند اکبر کا نام تھا۔

نام سے ظاہر ہے کہ لوط علیہ السلام کے اِس فرزند کی اولاد اِسی حصے میں آباد ہوئی تھی۔(2) سب سے پہلی جنگ رومیوں سے لڑی گئی، وہ موتہ کے مقام پر تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موتہ کی طرف ایک لشکر روانہ کیا اور اس پر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا جو کہ آپ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ لہٰذا منافقین نے ان کی امارت پر طعن کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طعن وغیرہ کی کوئی پرواہ نہیں کی (لشکر کی روانگی کے وقت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر امیر ہوں گے اور اگر وہ شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے۔ لشکر اسلام موتہ کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت عوف بن مالک اشجعی بھی لشکر میں شامل تھے۔

جنگ کے لئے یمن سے بھی کچھ کمک آگئی تھی۔(4) موتہ کے مقام پر جنگ کا آغاز ہوا، اِدھر جنگ ہو رہی تھی، ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں وہاں کی خبریں بیان فرما رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا، وہ شہید ہو گئے، پھر جعفر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا (اور کچھ دیر بعد) وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا لیا اور (لڑتے لڑتے) وہ بھی شہید ہو گئے۔ یہ خبریں سنانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اب اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار یعنی خالد بن ولید نے بغیر اس کے کہ کوئی انہیں امیر بنائے، اپنے ہاتھ میں جھنڈا لیا" آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبریں سنا رہے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔(5) مسلمان سپہ سالاروں کی شہادت سے آپ بے حد مغموم تھے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دروازے کی دراڑ میں دیکھ رہی تھی۔ وہ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے، چہرہ پر رنج وغم کے آثار پائے جاتے تھے۔

اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ (کے خاندان) کی عورتوں کے نوحہ کرنے کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ جا کر انہیں منع کریں۔ وہ شخص گیا (اس نے انہیں منع کیا لیکن وہ باز نہ آئیں) وہ شخص واپس آیا اور کہنے لگا: "اے اللہ کے رسول! ان عورتوں نے میرا کہنا نہیں مانا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر جا کر منع کرو وہ شخص گیا اس نے منع کیا لیکن وہ باز نہ آئیں۔ واپس آکر عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! وہ ہم پر غالب آگئی ہیں، ہماری بات ہی نہیں سنتیں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان کے منہ میں خاک ڈال دو" حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس شخص کو مخاطب کر کے فرمایا: "اللہ تمہاری ناک خاک آلود کرے نہ تو تم وہ کام کرتے ہو جس کا حکم تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کرنے سے باز آتے ہو" (6) حضرت خالد مردانہ وار جنگ کرتے رہے۔

اس دن ان کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں، صرف ایک یمنی تلوار باقی بچی۔(7) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں خبر دی کہ اللہ نے خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر فتح دی (8) فتح کے بعد شہداء کی لاشوں کو تلاش کیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمیں جعفر بن ابی طالب کی لاش مقتولین میں سے ملی۔ ہم نے دیکھا کہ ان کے جسم پر نوے سے زیادہ زخم تھے۔ جن میں پچاس صرف آگے کی طرف تھے۔(9) حضرت خالد نے مال غنیمت تقسیم کیا۔ قبیلہ حمیر کے ایک شخص نے ایک کافر کو قتل کیا تھا۔ اس نے مقتول کا سامان لینا چاہا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت عوف بن مالک نے کہا: "اے خالد کیا تمہیں نہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتل کو (مقتول کا) سامان دلوایا ہے" حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: "بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے؟ مگر مجھے یہ سامان بہت معلوم ہوتا ہے۔" تقسیم

کے بعد لشکر اسلام فاتحانہ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب یہ لوگ مدینہ منورہ کی طرف پہنچے تو حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے قاتل کو مقتول کا سامان دینے سے انکار کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "تم نے قاتل کو مقتول کا سامان کیوں نہ دیا؟" حضرت خالد نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! میں نے اس سامان کو بہت زیادہ سمجھا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دے دو" جب خالد رضی اللہ عنہ حکم کی تعمیل کے لئے روانہ ہوئے تو عوف کے سامنے سے گزرے، حضرت عوف نے ان کی چادر کھینچ کر کہا: "جو میں نے کہا تھا وہی ہوا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عوف کی یہ بات سن لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ناراض ہوئے اور فرمایا: اے خالد اسے مت دو۔ اے خالد! اسے مت دو، پھر فرمایا: "کیا تم میرے امراء کو نہیں چھوڑتے (کیوں انہیں اشتعال دلاتے ہو، کیوں ان کی توہین کرتے ہو) تمہاری اور ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے اونٹ اور بکریاں چرانے کے لئے لیں۔ پھر ان کی پیاس کا وقت دیکھ کر حوض پر آیا۔ اس نے پینا شروع کیا تو صاف صاف پانی پی لیا اور تلچھٹ چھوڑ دی تو (کیا) صاف اور اچھی اچھی چیزیں تمہارے لئے ہیں اور بری سرداروں کے لئے" (10)

حواشی جنگ موتہ

1۔ سیرت النبی 463/1

2۔ مأخوذ از رسول رحمت: ص 413

3۔ بخاري، باب مناقب زيد عن ابن عمرو، كتاب المغازي

4۔ صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب استحباب القاتل عن عوف

5۔ صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب الشهادة، باب من تامر في الحرب و باب مناقب خالد و كتاب المغازي، باب غزوة موته عن انس

6۔ صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب من جلس عند المصيبة عن عائشه

7۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة موته عن خالد

8۔ صحيح بخاري، باب مناقب خالد و كتاب الجهاد و كتاب المغازي عن انس

9۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي عن ابن عمر

10۔ صحیح مسلم ، کتاب الجهاد ، باب استحقاق القاتل سلب القتیل عن عوف

فتح مکہ صلح

حدیبیہ اس لحاظ سے بھی فتح مبین تھی کہ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان میل جول کا دروازہ کھلا۔ مشرکوں کے لئے کلام الٰہی سننے اور اس کی پاکیزہ تعلیم کے دل آویز نمونے قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ان نمونوں کے درخشاں جوہر ہم جنسوں کی بہتری، بہبود، خیر خواہی اور دنیا عقبیٰ کی فلاح وصلاح کے سوا کچھ نہ تھا۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ ان کا اعجاز اپنا کام نہ کرتا۔ یہی صلح تھی جس نے آگے چل کر فتح مکہ کا راستہ ہموار کیا۔ یہ صلح بجائے خود بھی "فتح مبین" تھی۔ کیونکہ مذہبی امور میں ظلم وجبر کشت وخون کا سلسلہ شروع کرنے کے ذمہ دار قریش مکہ تھے۔ جو کہ انسانوں کے اعتقاد وضمیر کی آزادی کا حق تسلیم نہیں کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ بندگان حق کو قوت کے بل پر راہ راست سے پھیر دیں۔ بدر، اُحد، خندق کی لڑائیاں صرف اس لئے ہوئیں کہ مسلمانوں کو دعوت اسلام پر لبیک کہنے اور اس پر قائم رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروؤں نے تیرہ سال تک ہر قسم کے ظلم وستم صابرانہ برداشت کئے۔ جب زندہ رہنا دشوار ہو گیا تو اپنے گھر بار مال ومتاع چھوڑ کر شمال کی ایک بستی میں جا بسے۔ جو کہ مکہ سے اڑھائی سو میل دور ہے۔ مخالفین نے انہیں وہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ ان کے تیر ان کی تلواریں اور ان کی برچھیاں برابر مسلمانوں کے سر وسینہ پر برستی رہیں۔ ہجرت کے بعد بھی چھ سال تک مسلمان جابجا خون شہادت وجراحت میں تڑپتے رہے۔ حدیبیہ میں پہلی مرتبہ قریش مجبور ہوئے کہ کم از کم دس سال تک صلح کرلیں۔

یوں انہوں نے پہلی مرتبہ اپنے مؤقف سے دست برداری اختیار کی اور مسلمانوں کو اطمینان کے ساتھ اسلام کی پرامن اشاعت کا موقع ملا۔ اس معاملے میں غور وفکر کا بنیادی پہلو یہ تھا کہ جو شرائط حدیبیہ میں طے ہوئیں تھیں۔ ان میں بعض کے الفاظ کی ظاہری حیثیت کیا تھی؟ بنیادی پہلو یہ تھا کہ آزادی اعتقاد وضمیر کے بارے میں صبر وقوت کس کا مؤقف تھا؟ نیز کون اس مؤقف سے (عارضی طور پر سہی) دستبردار ہوا تھا۔ صلح حدیبیہ اس اعتبار سے یقیناً "فتح مبین" تھی۔ (1) صلح حدیبیہ کے بعد بھی کفار کے مظالم کم نہیں ہوئے۔ وہ ان کمزور مسلمانوں پر جو کہ مکہ میں قید تھے، ظلم کرتے رہتے تھے۔ ان مسلمانوں کی رہائی کے لئے جہاد ضروری تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد پر ابھارتے ہوئے فرمایا:

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانفِرُوا ثُبَاتٍ أَوِ انفِرُوا جَمِيعًا ﴿﴾ وَإِنَّ مِنكُمْ لَمَن لَّيُبَطِّئَنَّ فَإِنْ أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَالَ قَدْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيَّ إِذْ لَمْ أَكُن مَّعَهُمْ شَهِيدًا ﴿﴾ وَلَئِنْ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللَّهِ لَيَقُولَنَّ كَأَن لَّمْ تَكُن بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ يَا لَيْتَنِي كُنتُ مَعَهُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۚ وَمَن يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿﴾ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا ﴿﴾) (2)

"اے ایمان والو! اپنے بچاؤ کا سامان لے لو (پھر دشمن کی طرف) جماعتیں بن کر جاؤ یا اکٹھے ہو کر چلو۔ بے شک تم میں کوئی وہ گروہ شامل ہے جو ضرور دیر لگائے گا۔ پھر اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچ جائے تو کہنے لگے گا: کہ اللہ نے مجھ پر بڑا انعام کیا ہے کہ میں (لڑائی) میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا۔ اگر مل جائے تمہیں اللہ تعالیٰ کا فضل (مال غنیمت) تو ضرور کہے گا: اے کاش! میں بھی ان کے ساتھ ہوتا، تو بڑی کامیابی حاصل کر لیتا (اس انداز میں) کہ گویا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی نہ تھی۔ تو ان لوگوں کو اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیے جو کہ آخرت کے عوض دنیا کی زندگی فروخت کر چکے ہیں اور جو لڑے اللہ کی راہ میں پھر قتل ہو جائے یا غالب آ جائے تو عنقریب ہم اسے بڑا اجر دیں گے اور (مسلمانوں) تمہیں کیا ہے کہ تم لڑو اللہ کی راہ میں۔ حالانکہ بے بس کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں میں سے وہ ہیں جو دعا کرتے ہیں کہ ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں اور اپنے پاس سے ہمارے لئے کوئی کارساز بنا دے اور کر دے کسی کو اپنی طرف سے ہمارا مددگار۔

دراصل قریش ایک ایسے چکر میں پڑ گئے، جس سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ انہیں سوجھتا نہ تھا۔ ان میں لڑنے کی تاب نہیں رہی تھی۔ ان کی معاش تجارت پر موقوف تھی۔ تجارت امن وامان کی متقاضی تھی۔ لڑائیوں نے اس کا شیرازہ بکھیر دیا تھا۔ اسلام کا حلقہ قریش کی سختیوں اور شدتوں کے باوجود پھیل رہا تھا۔ مدینہ منورہ میں اسلام کی تنظیمی معجز نمائی نے ایسی صورت پیدا کر دی کہ دیکھنے والوں کو صاف نظر آ رہا تھا، اب آخری فیصلہ برسوں نہیں مہینوں کی بات ہے۔ جھوٹے غرور وتکبر نے قریش میں اعتراف حقائق کی صلاحیت بھی باقی نہ رہنے دی تھی وہ کھلم کھلا مقابلے سے پہلو بچاتے تھے، لیکن جہاں انہیں ایسا موقع نظر آ جاتا کہ چھپ چھپا کر مسلمانوں کے خلاف کینہ وبغض کا اظہار کر سکیں وہاں رکتے بھی نہیں تھے۔ (3) صلح حدیبیہ کے فوراً بعد کفار مکہ نے خلاف ورزیاں شروع کر دیں۔ ان بدعہدیوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو جنگ پر ابھارتے ہوئے فرمایا:

﴿أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ أَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ۝ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ ۗ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝﴾

(4) "کیا تم ایسی قوم سے جنگ نہ کرو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور رسول کو بے وطن کرنے کا ارادہ کیا؟ حالانکہ پہلی مرتبہ انہوں نے تم سے چھیڑ چھاڑ شروع کی تھی۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ تو اللہ کا زیادہ حق ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم مسلمان ہو۔ ان سے لڑو اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں عذاب دے گا اور انہیں رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا اور راحت پہنچائے گا مومنوں کے سینوں کو اور ان کے دلوں کا غم وغصہ دور کر دے گا اور اللہ رجوع برحمت ہوتا ہے جس پر چاہتا ہے اور اللہ بہت جاننے والا نہایت حکمت والا ہے۔"

مندرجہ بالا آیات کی روشنی میں رسولِ خدا نے مومنوں کو ظالموں کے پنجے سے آزاد کرنے کا عزم فرمالیا۔ آپ نے اسی غرض سے مکہ پر حملہ کرنے کا ارادہ فرمالیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو، زبیر رضی اللہ عنہ کو اور مقداد رضی اللہ عنہ کو روضہ خاخ بھیجا تو آپ نے فرمایا: چلو اور جاؤ حتیٰ کہ تم روضہ خاخ پر پہنچ جاؤ، اس لئے کہ روضہ خاخ میں ایک عورت کجاوے میں بیٹھی ہوئی اونٹ پر سوار ہے۔

اس کے پاس ایک خط ہے۔ وہ اس سے لے لینا۔ ہم بہت جلدی اپنے گھوڑے دوڑا کر روضہ خاخ میں جا پہنچے اور اچانک اس عورت کو جالیا۔ ہم نے اس سے کہا: اے عورت وہ خط نکال جو تو لائی ہے۔ اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا نہیں ضرور خط نکال ورنہ ہم تیرے کپڑے اتار دیں گے۔ یعنی تجھ کو ننگا کر کے خط وصول کرلیں گے۔ اس عورت نے وہ خط اپنی چوٹی میں سے نکال کر دیا۔

ہم اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ وہ خط حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین کو لکھا گیا تھا۔(5) اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض خبریں مکہ کے مشرکوں کو حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے لکھی تھیں۔

آپ نے ان سے کہا: یہ کیا بات ہے، اے حاطب، حاطب نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر جلدی نہ فرمایئے یعنی سزا دینے میں "میری گزارشات سن لیجئے" میں قریش کا حلیف تو ضرور ہوں لیکن ان پر میری رشتہ داری نہیں۔ دوسرے مہاجرین کے رشتہ دار مکہ میں موجود رہیں، رشتہ کی وجہ سے وہ ان مہاجرین کے اقارب و اموال کی نگہداشت کرتے ہیں۔ میں نے چاہا کہ میری رشتے داری نہیں ہے تو کوئی احسان ان پر ایسا کروں جس کے بدلہ میں وہ میرے اقارب کی حفاظت اور نگہداشت کریں، اس نے یہ بات نہ کفر کی وجہ سے کی ہے نہ ارتداد کی وجہ سے(6) اور نہ اسلام لانے کے بعد کفر سے راضی ہو کر کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اور حاطب نے سچ سچ بیان کر دیا اب ان سے کچھ نہ کہو۔(اس حکم کی تعمیل میں کسی نے ان سے کچھ نہ کہا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ان سے کچھ نہ کہا البتہ ان الفاظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر اجازت طلب کی۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس نے رسول اور مومنوں کی خیانت کی ہے۔ لہٰذا اجازت دے ہی دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اڑادوں(7) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یہ بدر میں شریک ہو چکے ہیں اور اللہ نے اہل بدر سے کہہ دیا ہے کہ تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔(8) یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہنے لگے اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔(9) اللہ تعالیٰ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو معاف کر دیا لیکن سخت تنبیہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُم مِّنَ الْحَقِّ
يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ ۙ أَن تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِن كُنتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي ۚ تُسِرُّونَ إِلَيْهِم
بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنتُمْ ۚ وَمَن يَفْعَلْهُ مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝﴾(10)

"اے ایمان والو! نہ بناؤ دوست میرے اور اپنے دشمنوں کو تم انہیں دوستی کا پیغام بھیجتے ہو۔ حالانکہ انہوں نے اس حق کے ساتھ تو کفر کیا جو تمہارے پاس آیا۔ وہ بے گھر کرتے ہیں رسول کو اور تم کو (بھی) اللہ پر تمہارے ایمان لانے کی وجہ سے جو تمہارا رب ہے۔

اگر تم نکلے ہو میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضاجوئی کے لئے (تو ان سے دوستی نہ رکھو) تم ان کی طرف دوستی کا خفیہ پیغام بھیجتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں۔ ہر اس چیز کو جسے تم نے چھپایا اور جسے تم نے ظاہر کیا۔ اور تم میں سے جو ایسا کرے تو بے شک وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کی دشمنی کو واضح الفاظ میں یہاں بیان فرمایا:

﴿إِن يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُم بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ ۞ لَن تَنفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۞﴾ (11)

"اگر وہ تم پر قابو پالیں تو وہ تمہارے دشمن ہوں گے اور اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں تمہاری طرف برائی کے ساتھ دراز کریں گے۔ اور ان کی تمنا ہے کہ کاش تم کافر ہو جاؤ۔ ہر گز تمہیں نفع نہ دیں گی تمہاری قرابتیں اور نہ تمہاری اولاد قیامت کے دن (اس روز اللہ) تمہارے درمیان جدائی کر دے گا اور اللہ تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ﴾ (12)

"بے شک تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے ابراہیم (علیہ السلام) اور ان کے ساتھیوں میں جب انہوں نے اپنے مخاطب مشرک لوگوں سے فرمایا بے شک ہم بیزار ہیں تم سے اور ان سے جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا ہم نے تم سب کا انکار کیا اور ہم اور تم میں ہمیشہ کے لئے عداوت اور دشمنی ظاہر ہو گی۔ جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے رفقاء کی پیروی پر پھر زور دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ ۚ وَمَن يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۞ عَسَى اللَّهُ أَن يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُم مِّنْهُم مَّوَدَّةً ۚ وَاللَّهُ قَدِيرٌ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۞﴾ (13)

"بے شک تمہارے لئے ان میں بہترین نمونہ تھا ان کے لئے جو اللہ کی اور قیامت کے دن کی امید رکھتے ہیں اور جو روگردانی کرے بے شک اللہ ہی بے نیاز تعریف کیا ہوا ہے۔ بعید نہیں کہ ان میں سے جو لوگ تمہارے دشمن ہیں اللہ (انہیں ایمان عطا فرما کر) تمہارے اور ان کے درمیان محبت پیدا فرما دے اور اللہ بڑی قدرت والا ہے۔ اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔" غرض یہ کہ اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو تنبیہ کی کہا کہ خبردار! آئندہ اپنے ذاتی اغراض و مقاصد کے لئے کفار سے دوستانہ تعلقات مت قائم کریں۔ اور نہ ہی ان کی خیر خواہی کی جائے، اسلام اور اسلامی ریاست کے مفادات کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ انہیں ہرگز کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔

رمضان کے مہینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مع دس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ دوران سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ روزے رکھ رہے تھے اور بعض صحابہ روزے نہیں رکھ رہے تھے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کدید کے چشمہ پر جو قدید اور عسفان کے درمیان ہے پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد دودھ یا پانی کا ایک گلاس منگوایا اور اپنی سواری پر بیٹھے بیٹھے روزہ افطار کر لیا۔ سواری پر بیٹھے بیٹھے روزہ افطار کر لینے کا مقصد یہ تھا کہ لوگ دیکھ لیں گے کہ آپ نے روزہ افطار کر لیا ہے۔ (تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں وہ بھی افطار کر لیں) جب لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روزہ افطار کرتے دیکھا تو جن کا روزہ نہیں تھا۔ انہوں نے روزے داروں سے کہا: "افطار کر لو" (سوائے چند کے) سب نے افطار کر لیا (مسلم میں ہے کہ جن لوگوں نے افطار نہیں کیا تھا ان کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ گناہ گار ہیں") اس لئے کہ انہوں نے سنت کی پیروی نہیں کی۔

پھر آخر رمضان تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ نہیں رکھا۔ (14) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے تو کسی نے آپ سے سوال کیا کہ مکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں قیام فرمائیں گے؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان میں اتریں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا عقیل نے کوئی مکان چھوڑا ہے؟ (جس میں ہم قیام کریں) اس نے تو سب مکان بیچ ڈالے" عقیل اور طالب بس یہی دونوں ابو طالب کے وارث ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو جانے کی وجہ سے ابو طالب کے وارث نہیں ہوئے (لہٰذا ان کا کوئی مکان باقی نہ رہا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(مزید برآں) کہ نہ مومن کافر کا وارث ہوتا ہے اور نہ کافر مومن کا" (15) (اس لحاظ سے بھی ہم ان کے مکانوں کے وارث نہیں ہو سکتے تھے۔) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کل جب اللہ تعالیٰ ہمیں فتح دے گا تو ان شاء اللہ ہماری منزل خیف بن کنانہ نامی مکان میں ہو گی۔

جہاں کافروں نے مسلمانوں سے مقاطعہ کرنے کی قسم کھائی تھی۔ (16) مکہ معظمہ کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا سفر جاری تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مر الظہران پہنچے تو وہاں کچھ عرصہ قیام کیا۔ اس مقام پر لوگوں نے ایک خرگوش کو (جھاڑی سے) باہر نکالا۔ پھر اس کے پیچھے دوڑے لیکن تھک گئے۔

(اور اس کو پکڑ نہ سکے) حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بھی اس کا پیچھا کیا اور بالآخر اسے پکڑ لائے۔ انہوں نے اسے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اسے ذبح کیا اور اس کی رانیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرمایا اور ان میں سے کھایا۔ (17) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر قریش کو پہنچی تو ابو سفیان، حکیم بن فرام، بدیل بن ورقاء، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر معلوم کرنے کے لئے مکہ کے باہر نکلے۔

جب مر الظہران پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ جگہ جگہ آگ بکثرت روشن ہے۔ جیسی کہ عرفہ (کے دن) عرفات میں ہوتی ہے۔ ابو سفیان نے کہا: "یہ آگ کیسی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا عرفہ کی آگ ہے۔" بدیل نے کہا: قبیلہ بنو عمرو نے مختلف مقامات پر آگ جلائی ہو گی۔ ابو سفیان نے کہا: بنو عمرو کے قبیلہ میں اتنے آدمی نہیں ہیں اور وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چوکیداروں نے انہیں دیکھ لیا اور پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر ابو سفیان مسلمان ہو گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

مکہ مکرمہ کی طرف کوچ کیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ابو سفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جاؤ تا کہ وہ مسلمانوں کی شوکت کا نظارہ کریں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو سفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر کھڑا کر دیا۔

پھر ان کے سامنے سے ایک قبیلہ گزرنا شروع ہوا۔ جب یہ دستے ان کے سامنے سے گزرتے تو ایک دستہ کے متعلق انہوں نے پوچھا: "اے عباس رضی اللہ عنہ! یہ کون ہیں؟" حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ قبیلہ غفار ہے۔ حضرت ابو سفیان نے کہا کہ میرے اور غفار قبیلے کی لڑائی تو نہ تھی (تو پھر یہ کیوں مجھ پر چڑھ کر آئے ہیں) پھر ان کے سامنے سے قبیلہ جہینہ کا دستہ گزرا۔ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے پھر یہی بات کہی۔ پھر قبیلہ سعد بن ندیم اور سلیم کے دستے گزرے، حضرت ابو سفیان نے پھر وہی گفتگو کی۔ پھر ایک اور قبیلہ گزرا۔ اس جیسا لشکر حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ حضرت عباس نے جواب دیا: "یہ انصار ہیں" ان کے امیر سعد بن عبادہ ہیں، ان کے پاس جھنڈا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب ابو سفیان کے پاس سے گزرے تو کہنے لگے: "اے ابو سفیان! آج ہلاکت کا دن ہے، آج کعبہ حلال ہو جائے گا" (یعنی آج اس کی حرمت کا لحاظ نہیں ہو گا) حضرت ابو سفیان نے کہا: "اے عباس رضی اللہ عنہ! یوم ہلاکت بھی خوب ہے" پھر ایک پیدل دستہ آیا۔ یہ دستہ سب دستوں سے چھوٹا تھا، اسی دستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا حضرت زبیر بن العوام کے پاس تھا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو سفیان کے پاس سے گزرے۔ تو حضرت ابو سفیان نے عرض کیا: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں معلوم کہ سعد بن عبادہ نے کیا کہا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "انہوں نے کیا کہا؟" حضرت ابو سفیان نے کہا: "انہوں نے اس طرح کہا ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سعد نے غلط کہا۔ یہ دن تو وہ ہے کہ اس دن اللہ کعبہ کو بزرگی عطا فرمائے گا اور یہ وہ دن ہے کہ اس میں کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا۔" (19) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر رضی اللہ عنہ کو میسرہ یعنی (بائیں) دستہ پر امیر مقرر کر کے ایک طرف روانہ کیا، دوسری طرف خالد رضی اللہ عنہ کو میمنہ یعنی (دائیں) پر امیر مقرر کر کے روانہ کیا۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے صحابہ پر امیر مقرر کیا جن کے پاس زرہیں اور سواریاں نہیں تھیں اور ان کو مقام بطن وادی کی طرف روانہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی لشکر کے ایک دستہ میں شامل تھے۔ (غرض کہ کئی طرف سے بیک وقت مکہ مکرمہ پر حملہ کیا گیا) اسی اثناء میں قریش نے بھی اپنے اوباش اور تابع لوگ جمع کر لئے اور کہا ہم انہیں آگے کرتے ہیں، اگر کچھ (مال) ملا تو ہم بھی ان کے ساتھ ہیں اور اگر یہ پکڑے گئے تو (ان کے چھڑانے کے لئے) جو ہم سے مانگا جائے گا ہم دے دیں گے۔

مقابلہ کے لئے قریش کے اوباشوں کا اجتماع دیکھنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: "اے ابو ہریرہ" انہوں نے کہا: "اے اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انصار کو بلاؤ" (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے انصار کو بلایا) تمام انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا: "تم قریش کے اوباشوں اور ان کے تابع لوگوں کو دیکھ رہے ہو (یہ مقابلے کے لئے جمع ہوئے ہیں) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر

رکھ کر اشارہ کیا اور فرمایا: ''کل جب ان سے مقابلہ شروع ہو تو ان کو کھیتی کی طرح کاٹ دینا اور پھر مجھ سے کوہ صفا پر آکر ملنا'' انصار یہ حکم سن کر روانہ ہوئے، پھر جو انصاری جس شخص کو قتل کرنا چاہتا قتل کر دیتا۔ قریش کے اوباشوں میں سے کوئی بھی انصار سے مقابلہ کرنے کی جراءت نہ کر سکا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر پہنچ گئے۔ اتنے میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! قریش کی جماعت ختم ہو جائے گی۔ آج کے بعد قریش میں سے کوئی باقی نہ رہے گا'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے وہ امن میں ہے۔ جو ہتھیار ڈال دے وہ امن میں ہے۔ جو اپنا دروازہ بند کر لے وہ امن میں ہیں'' یہ سن کر کچھ لوگ ابوسفیان کے مکان میں داخل ہو گئے۔ اور کچھ لوگوں نے اپنے مکانوں کے دروازے بند کر لئے۔ (اعلان امن کے بعد) انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور صفا پہاڑ کے چاروں طرف جمع ہو گئے۔ (امن کے اعلان سے انصار کو غلط فہمی ہوئی) کہنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وطن کی محبت غالب آگئی اور اپنے خاندان پر ترس آ گیا۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونا شروع ہو گئی۔ اور جب وحی نازل ہوتی تھی تو صحابہ پہچان لیتے تھے۔

اور جب تک وحی نازل ہوتی رہتی کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ نہ سکتا تھا۔ جب وحی ختم ہو گئی (تو وہ کیفیت جاتی رہی) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے گروہ انصار'' انہوں نے کہا: ''لبیک یارسول اللہ'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم نے یہ بات کہی تھی کہ اس شخص کو اپنے وطن کی اُلفت اور عزیزوں کی محبت غالب آگئی'' انہوں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک'' (ہم نے یہ بات کہی تھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر یہی بات ہے تو بتاؤ میرا نام کیا ہے؟'' تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ کہے، پھر فرمایا: ''ہرگز ایسا نہیں ہے۔ (جیسا تم سمجھتے ہو) میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ (رسول کی حیثیت سے ہی میرے اقوال و افعال صادر ہوتے ہیں نہ مکی اور قریشی ہونے کی حیثیت سے) میں نے اللہ کی طرف اور تمہاری طرف ہجرت کی ہے۔ اب میری زندگی تمہارے ساتھ ہے اور مرنا بھی تمہارے ساتھ ہے۔

یعنی وطن اور خاندان کوئی چیز نہیں۔'' یہ سنتے ہی انصار روتے ہوئے آگے بڑھے اور عرض کیا: ''اللہ کی قسم ہم نے جو کچھ کہا ہے وہ محض اللہ اور اس کے رسول کی حرص اور محبت میں کہا ہے'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ اور رسول تمہاری تصدیق کرتے ہیں اور تمہارا عذر قبول کرتے ہیں'' (20) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصویٰ اونٹنی پر سوار ہو کر کداء یعنی مکہ مکرمہ کی بلندی کی طرف سے شہر میں داخل ہوئے۔ اس وقت حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھینچ کھینچ کر سورۃ فتح تلاوت فرما رہے تھے۔ (21) حضرت خالد بھی اپنے دستہ کے ساتھ مکہ مکرمہ کی بلندی کی طرف سے شہر میں داخل ہوئے۔ اس دستہ کے دو آدمی حبیش ابن الاشعر رضی اللہ عنہ اور مکرز بن جابر الفہری کفار سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ (22) شہر میں داخلہ کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر خود تھا۔ مسلم میں ہے (پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اتار کر سیاہ عمامہ باندھ لیا) اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا: ''ابن اخطل کعبہ کے پردوں سے لٹکا ہوا ہے'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے قتل کر دو''

(23) (ابن اخطل کا جرم یہ تھا کہ وہ مسلمان ہو کر مرتد ہو گیا تھا اور اس کے بعد مسلمان کو قتل کر ڈالا تھا۔ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مقابلہ حجون میں آپ کا جھنڈا نصب کیا گیا۔ (24) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس پہنچے تو عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو کعبہ کی کنجی لانے کا حکم دیا۔ اور وہ اپنی والدہ کے پاس گئے۔

(اور ان سے کنجی مانگی) والدہ نے کنجی دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: (مسلم میں ہے) "کنجی تو بہر حال تمہیں ضرور دینا ہو گی، ورنہ یہ تلوار میری پیٹھ سے پار ہو جائے گی" یہ سن کر ان کی والدہ نے کنجی دے دی۔ وہ کنجی لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور کنجی آپ کو دے دی۔ حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھولا۔ کعبہ کے اندر چاروں طرف تین سو ساٹھ (360) بت رکھے ہوئے تھے۔ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مورتیں بھی شامل تھیں۔ ان کے ہاتھوں میں فال نکالنے کے تیر ہوتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بتوں کی موجودگی میں) کعبہ کے اندر جانے سے انکار کر دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی مورتیں دیکھ کر فرمایا: "اللہ کی قسم! انہیں بھی معلوم ہے کہ ان دونوں نے کبھی تیروں سے فال نہیں نکالی (باہر ہی سے) آپ بتوں کو لکڑی مارتے اور فرماتے:

﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ "حق آ گیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی کے لئے ہے۔" ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ﴾ "حق آ گیا باطل (معبود) نہ پہلی بار پیدا کر سکتا ہے نہ دوسری بار۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتوں کو نکالنے کا حکم دیا۔ تمام بت باہر نکال دیئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے، ان لوگوں کے داخل ہونے کے بعد دروازہ بند کر دیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافی دیر تک اندر رہے۔ کعبہ کے کونوں میں آپ نے تکبیر کہی اور دعا مانگی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی، نماز کے وقت دو ستون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داہنی جانب تھے۔ ایک بائیں جانب تھا اور تین پیچھے تھے۔ کعبہ کا دروازہ آپ کی پشت پر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور سامنے کی دیوار میں ایک ہاتھ کا فاصلہ تھا۔ نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ (25) کعبہ سے باہر آنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کے پاس آئے اور اسے بوسہ دیا۔ پھر بیت اللہ کا طواف کیا۔ دوران طواف آپ ایک بت کے پاس آئے جو کعبہ کے پہلو میں رکھا ہوا تھا۔ ایام جاہلیت میں اس کی پرستش ہوتی تھی۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک کمان تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ایک کونہ پکڑے ہوئے تھے۔ آپ نے (کمان) اس کی آنکھوں پر ماری اور فرمایا:

﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ﴾

"حق آیا اور باطل مٹ گیا۔"

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم طواف سے فارغ ہوئے تو کعبہ کی جانب منہ کر کے دو رکعت نماز پڑھی، فرمایا: "یہ قبلہ ہے" پھر کوہ صفا پر تشریف لے گئے۔ پھر کعبہ کو دیکھا اور دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر اللہ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر جو دعا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مانگنا چاہتے تھے، مانگی۔ (26) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آج کے بعد قیامت تک کوئی قریشی شخص باندھ کر قتل نہیں کیا جائے گا۔" فتح کے بعد بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے (البتہ جن لوگوں کے نام عاص تھے) ان میں سے کوئی مسلمان نہیں ہوا، سوائے ایک شخص کے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر مطیع رکھ دیا۔ (27) حضرت ابو سفیان کی زوجہ ہند بھی اسلام لائیں۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک وہ وقت تھا کہ روئے زمین پر کوئی اہل خیمہ ایسے نہیں تھے۔ جن کا ذلیل ہونا مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے والوں کے ذلیل ہونے سے زیادہ محبوب ہو۔

اور آج یہ حالت ہے کہ روئے زمین پر کوئی اہل خیمہ ایسے نہیں جن کا باعزت ہونا مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے والوں کے باعزت ہونے سے زیادہ محبوب ہو" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میری بھی یہی حالت ہے۔" پھر حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: "ابو سفیان ذرا بخیل آدمی ہے تو کیا مجھ پر کوئی گناہ ہو گا اگر میں ان کے مال میں سے اپنے بچوں کے لئے (بغیر اجازت) کچھ لے لوں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "گناہ نہیں ہو گا مگر دستور کے مطابق (لینا)" (28) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں طرف صحابہ کا جم غفیر تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کرو گے، چوری نہ کرو گے، زنا نہ کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے، کسی پر بہتان نہ لگاؤ گے، معروف کاموں میں میری نافرمانی نہ کرو گے، پھر جس نے اس بیعت کو پورا کیا، تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔ اور جس نے اس میں سے کسی گناہ کا ارتکاب کیا اور اس کو دنیا میں سزا مل گئی تو وہ اس کے لئے کفارہ ہو جائے گی اور جس نے کوئی گناہ کیا اور اللہ نے اسے کو پوشیدہ رکھا تو پھر اللہ کے اختیار میں ہے، خواہ اسے معاف کرے خواہ اسے سزا دے۔" تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے ان باتوں پر بیعت کی۔ (29) قبیلہ بنو خزاعہ نے بنو لیث کے ایک آدمی کو اپنے آدمی کے بدلہ میں قتل کر دیا۔

اس قتل کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی۔ خبر سنتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ حمد و ثناء کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا: "اب ہجرت نہیں رہی، لیکن جہاد باقی رہ گیا ہے اور نیت باقی رہ گئی ہے (نیت یہ رکھے کہ جب کبھی ہجرت کی ضرورت ہو گی تو ہجرت کروں گا) جب تم کو جہاد کے لئے بلایا جائے تو نکل کھڑے ہوا کرو۔ بے شک اللہ نے اس شہر کو اس دن سے حرمت دی ہے جس دن آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ اور وہ اللہ کی دی ہوئی حرمت کی وجہ سے قیامت تک کے لئے حرام ہے۔ بے شک اللہ نے مکہ سے ہاتھی (والوں) کو روک دیا تھا۔ لیکن اللہ نے اپنے رسول اور مسلمانوں کو اہل مکہ پر تسلط دے دیا۔ خبر دار ہو جاؤ نہ مجھ سے پہلے کبھی کسی کے لئے یہاں خونریزی حلال ہوئی اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہو گی، خبر دار ہو جاؤ، میرے لئے بھی کچھ دیر کے لئے حلال ہوئی تھی۔

خبر دار ہو جاؤ، اب اس گھڑی وہ دستور قیامت تک کے لئے حرام ہے، نہ یہاں کا کانٹا توڑا جائے، نہ شکار بھگایا جائے (یعنی یہاں شکار کو بھگا کر حدود حرم سے باہر نہ لے جایا جائے تاکہ وہاں اس کو شکار کرلے) اور نہ یہاں کی گری پڑی چیز اٹھائی جائے، البتہ اس کا اعلان کرنے والا اٹھا سکتا ہے۔ جس کا کوئی عزیز قتل ہو جائے تو اسے دو باتوں میں سے ایک کا اختیار حاصل ہے۔ خواہ بدلہ لے یا فدیہ لے لے" حضرت عباس نے کہا: "اللہ کے رسول! اذخر گھاس کو مستثنیٰ کر دیجئے کیونکہ وہ ہمارے گھروں میں کام آتی ہے۔ لوہاروں اور قبروں کے کام آتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (مگر اذخر متاخر یعنی اذخر مستثنیٰ ہے اسے کاٹا جا سکتا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ سے فارغ ہوئے تو یمن کا ایک شخص جسے ابو شاہ کہتے تھے، آگے آیا، اس نے کہا: "اللہ کے رسول! یہ خطبہ مجھے لکھوا دیجئے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(یہ خطبہ) ابو شاہ کو لکھ کر دے دو۔" (30) فتح کے دوسرے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر خطبہ دیا۔ اللہ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا: "یقیناً مکہ کو اللہ نے حرمت دی ہے نہ کہ انسانوں نے، جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کے لئے حلال نہیں کہ یہاں خونریزی کرے، یا یہاں کا درخت کاٹے اگر کوئی شخص اللہ کے رسول کے قتال کی بنیاد پر یہاں قتال کرنا جائز سمجھے تو اس سے کہو کہ یقیناً اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دی تھی، تم کو اجازت نہیں دی اور یقیناً مجھے بھی ایک گھڑی کے لئے اجازت ملی تھی، اب پھر اس کی حرمت بدستور لوٹ آئی جس طرح کل (میرے قتال سے پہلے) تھی۔

حاضر کو چاہئے کہ غائب کو یہ حدیث پہنچا دے۔" (31) حضرت ام ہانی کہتی ہیں کہ میں چاشت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل کرتے ہوئے پایا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پردہ کئے ہوئے تھیں۔ میں نے سلام کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سلام کا جواب دیا) پھر فرمایا: "یہ کون ہے؟" میں نے کہا: "ام ہانی ہوں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ام ہانی کو مرحبا" جب آپ غسل سے فارغ ہوئے تو آپ نے کھڑے ہو کر اور ایک کپڑا اوڑھ کر آٹھ رکعت نماز پڑھی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے کہا: "اے اللہ کے رسول! میری ماں کے لڑکے (علی) یہ کہتے ہیں کہ وہ فلاں ہبیرہ کے بیٹے کو قتل کریں گے حالانکہ میں نے اس کو پناہ دے رکھی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے ام ہانی! جس کو تو نے پناہ دی اس کو ہم نے بھی پناہ دی۔" (32) اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب، مردار، سور اور بتوں کی خرید و فروخت اور مردار کی چربی کو حرام قرار دیا۔ (33) ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عائشہ! تمہاری قوم ابھی کفر سے نئی نئی نکلی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ ان کو کعبہ کا گرانا بہت برا لگے گا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ پھر کفر کی طرف مائل ہو جائے۔

اگر ایسا نہ ہوتا تو میں کعبہ کو گرا کر ابراہیم (علیہ السلام) کی بنیادوں پر اس کو از سر نو تعمیر کرواتا۔ اس کے فرش کو زمین سے ملا دیتا۔ اس کے دروازے بناتا۔ ایک مشرق کی طرف اور ایک مغرب کی طرف، ایک داخل ہونے کے لئے اور ایک نکلنے کے لئے۔" (34) پھر فرمایا: "اگر میرے بعد تمہاری قوم کا یہ ارادہ ہو کہ اس کو (اس طرح) تعمیر کرلیں (جس طرح میں چاہتا ہوں) تو میں تمہیں وہ جگہ دکھا دوں جو انہوں نے (یعنی قریش نے) بوقت تعمیر چھوڑ دی تھی۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ جگہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دکھائی وہ جگہ تقریباً سات ہاتھ (چوڑی) تھی۔ (35) حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں اُنیس دن قیام فرمایا۔(36) قیام مکہ کے دوران ایک مخزومی عورت نے چوری کی۔ مسلم میں ہے پھر اس نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پناہ دینے کی درخواست کی، قریش کو بڑا فکر ہوا کہ (کس طرح اس کو سزا سے بچایا جائے) کون اس کی معافی کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کرے۔ کہنے لگے یہ جراءت سوائے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے کون کر سکتا ہوں، وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں (انہوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے کہا) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کی۔ سفارش سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ سے فرمایا: "تم اللہ کی حدوں میں سے ایک حد کی سفارش کرتے ہو" حضرت اسامہ نے کہا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لئے دعائے مغفرت کیجئے" (مجھ سے غلطی سرزد ہوگئی) اسی دن شام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ حمد و ثناء کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بنی اسرائیل اور دیگر قومیں جو تم سے پہلے گزری ہیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ ان میں جب کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے۔ اللہ کی قسم! اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا چوری کرتی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ہاتھ کاٹ دیتا" خطبہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ پھر اس نے بڑی اچھی توبہ کی اور نکاح کر لیا۔

وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا کرتی تھی اور وہ اس کی بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیا کرتی تھیں۔(37) فتح مکہ سے پہلے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تھے۔ لیکن مسلمان انہیں اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔

اور نہ ان کے ساتھ نشست و برخاست کرتے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! میری تین درخواستیں قبول فرمایئے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اچھا" حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "میری بیٹی ام حبیبہ عرب کی تمام عورتوں سے زیادہ حسین و جمیل ہے۔

میں اس کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتا ہوں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اچھا"۔ حضرت ابوسفیان نے کہا: "معاویہ رضی اللہ

عنہ کو اپنا کاتب بنا لیجئے" آپ نے فرمایا: "اچھا"۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا: "مجھے سپہ سالار بنا دیجئے تاکہ جس طرح میں مسلمانوں سے لڑتا تھا۔ اسی طرح کافروں سے لڑوں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اچھا"۔(38)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک لشکر بنو خزیمہ کی طرف روانہ کیا، حضرت خالد نے پہلے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے جواب میں بجائے اسلمنا (ہم نے اسلام قبول کیا) صبانا (ہم بے دین ہو گئے یا ہم نے دین بدل دیا) کہنا شروع کر دیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے غلط فہمی سے انہیں کافر سمجھ کر کچھ کو قتل کر دیا اور کچھ کو گرفتار کر لیا اور ایک ایک قیدی ہر مجاہد کے حوالے کر دیا۔ پھر ایک دن انہوں نے حکم دیا کہ ہر شخص اپنے اپنے قیدی کو قتل کر دے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: "اللہ کی قسم! نہ میں اپنے قیدی کو قتل کروں گا اور نہ میرے ساتھی" (کیونکہ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ یہ لوگ ایمان لے آئے ہیں اور مومن کو قتل کرنا حرام ہے۔

اور معصیتِ الٰہی ہے اور معصیتِ الٰہی میں امیر کی اطاعت حرام ہے) جب یہ لشکر واپس آیا تو اس بات کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ بلند کئے اور فرمایا: "اے اللہ! میں اس کام سے جو خالد رضی اللہ عنہ نے کیا، بری الذمہ ہوں۔ اے اللہ! میں اس کام سے جو خالد رضی اللہ عنہ نے کیا، بری الذمہ ہوں۔" (39)

حواشی فتح مکہ

1۔ رسول رحمت: ص429

2۔ سورۃ النساء: آیت 71 تا 75

3۔ رسول رحمت: ص 429 تا 430

4۔ سورۃ التوبہ: آیت 13 تا 15

5۔ ابوداؤد، باب في حكم الجاسوس اذا كان مسلما

6۔ المرجع السابق، صحيح بخاري، كتاب الجهاد (باب) الجاسوس عن علي

7۔ المرجع السابق

8۔ ابوداؤد، المرجع السابق، باب فضل من شهد بدراً

9۔ بخاري، كتاب التفسير، سورة الممتحنه

10۔ سورۃ الممتحنہ: آیت 1

11۔ سورۃ الممتحنہ: آیت 2، 3

12۔ سورۃ الممتحنہ: آیت 4

13۔ سورۃ الممتحنہ: آیت 6، 7

14۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي، باب غزوۃ الفتح في رمضان عن ابن عباس و صحیح مسلم، کتاب الصوم، باب جواز الصوم والفطر في رمضان عن جابر نحو

15۔ صحیح بخاري، کتاب المناسك، بَاب تَوْرِيثِ دُورِ مَكَّةَ عن اسامه

16۔ صحیح بخاري، کتاب المناسك، باب نزول النبي صلي الله عليه وسلم مکه عن ابي هريرة، کتاب المغازي

17۔ صحیح بخاري، کتاب الهبة و باب قبول هدية الصيد عن انس رضي الله عنه

18۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي

19۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي، باب اين رکز النبي صلي الله عليه وسلم يوم الفتح

20۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب فتح مکه عن ابي هريره

21۔ صحیح بخاري، کتاب المناسك عن عائشه و کتاب الجهاد باب الردف علي الحمار عن ابن عمر و کتاب المغازي عن عبدالله بن مغفل و ابن عمر و ابن عباس، باب اين رکز الراية و صحیح مسلم، کتاب الحج مختصراً

22۔ صحیح بخاري، کتاب المناسك، باب دخول الحرام بغير احرام و کتاب المغازي عن انس و صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز دخول مکه بغير احرام

23۔ صحیح بخاري، کتاب المناسك، باب دخول الحرام بغير احرام و کتاب المغازي عن انس و صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز دخول مکه بغير احرام

24۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي، باب اين رکز النبي صلي الله عليه وسلم الراية يوم الفتح

25۔ صحيح بخاري، باب الصلاة بين السواري في غير جماعة و كتاب المناسك باب من كثير في نواحي الكعبه عن ابن عباس و كتاب المظالم، باب هل تكسر الدنان و كتاب الجهاد، باب الردف علي الحمار عن ابن عمر رضي الله عنه و كتاب المغازي عن ابن مسعود و ابن عباس و ابواب حجة الوداع و كتاب التفسير، سورة بني اسرائيل عن ابن مسعود، صحيح مسلم، كتاب الحج، باب استحباب دخول الكعبة عن ابن عمر و كتاب الجهاد، باب فتح مكه عن ابن عمر

26۔ صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب فتح مكه و صحيح بخاري، ابواب القبلة

27۔ صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب فتح مكه عن مطيع

28۔ صحيح بخاري، ابواب المناقب ذكر هنده بنت عتبه و كتاب الايمان والنذور، باب كيف كانت يمين رسول الله صلي الله عليه وسلم عن عائشه

29۔ صحيح بخاري، كتاب الايمان عن عبادة و صحيح مسلم، كتاب الحدود والكفارات

30۔ صحيح بخاري، كتاب العلم، باب كتابة العلم عن ابي هريرة و كتاب الجنائز و كتاب المناسك، باب لا يحل القتال بمكه

31۔ صحيح بخاري، كتاب العلم، باب يبلغ الشاهد الغائب عن ابي شريح

32۔ صحيح بخاري، كتاب الصلاة، باب الصلاة الواحد عن ام هاني و كتاب فرض الخمس و صحيح مسلم، باب استحباب صلوٰة الضحيٰ

33۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة فتح مكه

34۔ صحيح بخاري، كتاب العلم، باب من ترك بعض الاختيار عن عائشه

35۔ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب نقض الكعبة عن عائشه

36۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب مقام النبي صلي الله عليه وسلم لمكة عن ابن عباس

37۔ صحیح بخاري، باب المناقب عن عائشه (باب مناقب عن اسامة) و صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب قطع السارق الشریف عن عائشه و جابر

38۔ صحیح مسلم، باب فضائل ابي سفیان عن ابن عباس

39۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي، باب بعث النبي صلي الله علیه وسلم خالداً عن ابن عمر

جنگ حنین حنین کے بارے میں زیادہ تر سیرت نگاروں نے صرف اس بات پر اکتفاء کر لیا کہ مکہ اور طائف کے درمیان ایک مقام ہے۔ حالانکہ حجاز کے دونوں شہروں کے درمیان آمد و رفت کے جتنے راستے ہیں ان میں کسی پر حنین واقع نہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ دور جاہلیت کا بازار ذوالمجاز عرفات سے تین میل ہے۔ اس کے دامن میں حنین ہے اور اسے اوطاس بھی کہتے ہیں۔ میری معلومات کے مطابق ڈاکٹر حمید اللہ پہلے محقق ہیں جنہوں نے حنین کا سراغ لگانے کی کوشش کی۔ انہیں کی تحریرات سے معلوم ہوا کہ شیخ ارسلان باسلامہ نے بھی مقام حنین معلوم کرنے میں بڑی تگ و دو کی تھی۔ مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ اور ایک ایسے مقام کا تعین فرما دیا، جسے شوال سنہ 8ھ کا مقام مان لینا مشکل ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ سلطان عبد الحمید خان مرحوم نے حجاز ریلوے کے لئے جو نقشہ تیار کرایا تھا۔

اس میں اوطاس کا محل طائف کے شمال مشرق میں دکھایا گیا ہے۔ میں نے وہ نقشہ سامنے رکھ کر مکہ اور طائف نیز طائف اور اوطاس کا درمیانی فاصلہ ناپا تو معلوم ہوا کہ دونوں میں ایک اور دو کی نسبت ہے۔ یعنی اگر مکہ اور طائف کا فاصلہ ساٹھ میل فرض کیا جائے تو نقشہ کا اوطاس طائف سے کم از کم ایک سو بیس میل ہونا چاہیے۔ غرض یا تو اسے اوطاس نہیں مانا جا سکتا۔ جس کا ذکر جنگ حنین کی روایتوں میں آیا ہے۔

یا اس اوطاس کا مقام و محل نادرست ہے۔ میرے نزدیک حنین کے تعین کا ایک بدیہی قرینہ یہ ہے کہ معلوم کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ حنین کے بعد کس راستے سے طائف گئے۔ اس قرینے سے کام لے کر ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے وہ مقام متعین کر لیا جسے زیادہ سے زیادہ صحیح مانا جا سکتا ہے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کے بعد حنین سے نخلۃ الیمانیہ گئے، پھر قرن ملیح ہوتے ہوئے وادی لیہ کے مقام بحرۃ الرغا (یا بحرہ) میں پہنچے، جہاں ایک روز قیام فرمایا۔

ایک مسجد تعمیر کرائی جس میں نماز پڑھی۔ نیز بنو لیث کے ایک آدمی کو قصاص میں موت کی سزا دلائی جس نے بنو ہذیل کے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا۔ لیہ میں مالک بن عوف النصری (رئیس اعظم ہوازن) کا قلعہ تھا۔ جسے منہدم کرا دیا۔ وہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس راستے نخب پہنچے جو الضیقہ کے نام سے مشہور تھا۔ پھر طائف کے قریب نزول فرمایا۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے اس بدیہی قرینے کے مطابق مکہ مکرمہ سے قرن تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کا نقشہ یوں بنایا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے جعرانہ ہوتے ہوئے غنیم کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ جنگ حنین جعرانہ اور نخلۃ الیمانیہ کے درمیان ہوئی۔

دوسرے لفظوں میں حنین کو مکہ اور طائف کے راستے یا راستوں پر نہیں بلکہ اسے مکہ سے شمال مشرق اور طائف سے شمال مغرب میں تلاش کرنا چاہیے۔ افسوس کہ ڈاکٹر صاحب خود حنین تک نہ جاسکے۔ ورنہ زیادہ مثبت اور قطعی شواہد مہیا ہو جاتے۔ ایک قرینہ اور بھی ہے۔ اگرچہ اس کی حیثیت زیادہ محکم نہ ہو۔ ابن ہشام کی اوطاس نہیں مانا جاسکتا۔ جس کا ذکر جنگ حنین کی روایتوں میں آیا ہے۔

یا اس اوطاس کا مقام و محل نادرست ہے۔ میرے نزدیک حنین کے تعین کا ایک بدیہی قرینہ یہ ہے کہ معلوم کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ حنین کے بعد کس راستے سے طائف گئے۔ اس قرینے سے کام لے کر ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے وہ مقام متعین کر لیا جسے زیادہ سے زیادہ صحیح مانا جا سکتا ہے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کے بعد حنین سے نخلۃ الیمانیہ گئے، پھر قرن ملیح ہوتے ہوئے وادی لیہ کے مقام بحرۃ الرغا (یا بحرہ) میں پہنچے، جہاں ایک روز قیام فرمایا۔ ایک مسجد تعمیر کرائی جس میں نماز پڑھی۔ نیز بنو لیث کے ایک آدمی کو قصاص میں موت کی سزا دلائی جس نے بنو ہذیل کے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا۔ لیہ میں مالک بن عوف النصری (رئیس اعظم ہوازن) کا قلعہ تھا۔ جسے منہدم کرا دیا۔ وہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس راستے نخب پہنچے جو الضیقہ کے نام سے مشہور تھا۔ پھر طائف کے قریب نزول فرمایا۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے اس بدیہی قرینے کے مطابق مکہ مکرمہ سے قرن تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کا نقشہ یوں بنایا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے جعرانہ ہوتے ہوئے غنیم کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ جنگ حنین جعرانہ اور نخلۃ الیمانیہ کے درمیان ہوئی۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے حنین کا فاصلہ مکہ مکرمہ سے تیس اور چالیس میل کے درمیان بتایا ہے۔ دوسرے لفظوں میں حنین کو مکہ اور طائف کے راستے یا راستوں پر نہیں بلکہ اسے مکہ سے شمال مشرق اور طائف سے شمال مغرب میں تلاش کرنا چاہیے۔ افسوس کہ ڈاکٹر صاحب خود حنین تک نہ جاسکے۔

ورنہ زیادہ مثبت اور قطعی شواہد مہیا ہو جاتے۔ ایک قرینہ اور بھی ہے۔ اگرچہ اس کی حیثیت زیادہ محکم نہ ہو۔ ابن ہشام کی سلیم رضی اللہ عنہا بھی آ گئی، دیکھئے ان کے پاس خنجر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ خنجر کیسا ہے" انہوں نے عرض کیا: "اگر کوئی مشرک میرے پاس آئے گا تو میں خنجر سے اس کا پیٹ پھاڑ دوں گی۔" یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔ (6) حنین کے مقام پر مسلمانوں کا مقابلہ قبیلہ ہوازن سے ہوا۔ اس قبیلے کے ساتھ غطفان، بنو نصیر اور دیگر قبائل بھی شریک جنگ تھے۔ ابو داؤد میں ہے:

یہ سب لوگ اونٹوں، بکریوں اور اہل و عیال کے ساتھ آئے تھے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا، اور کہا: "کل وہ سب مسلمانوں کی غنیمت ہوں گے اگر خدا نے چاہا" (7) مسلم میں ہے۔ انہوں نے بڑی خوبی سے صف آرائی کی۔ پہلے گھوڑوں کی صف، پھر پیدل لڑنے والوں کی صف، پھر عورتوں کی، پھر بکریوں کی اور ان کے پیچھے اونٹوں کی صف تھی۔

مسلمانوں کی فوج میں ایک جانب شہسواروں پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ امیر تھے۔ مسلمانوں نے کفار پر حملہ کیا۔ (حملے کی تاب نہ لا کر) وہ سب لوگ شکست کھا کر بھاگے۔ مسلمان فتح یاب ہوئے اور مال غنیمت لوٹنے میں مشغول ہو گئے۔ مسلم میں ہے (اسی اثناء میں) حضرت سلمہ بن اکوع ایک گھاٹی پر چڑھے۔ ایک دشمن ان کے سامنے آیا، انہوں نے اس کو تیر مارا۔ وہ چھپ گیا۔ پھر معلوم نہیں اس کا کیا ہوا۔ اتنے میں دشمن دوسری گھاٹی

سے نمودار ہوئے۔ انہوں نے مسلمانوں کو غافل دیکھ کر تیر اندازی شروع کر دی۔ کفار کی فوج میں سے بنو ہوازن اور بنو نصیر بڑے زبردست تیر انداز تھے۔ ان کا نشانہ خطا نہیں کرتا تھا، انہوں نے تیروں کی بوچھاڑ کی جیسے ٹڈی دل آسمان پر چھا جائے۔

مسلم میں ہے: تیروں کی بوچھاڑ سے مسلمانوں کے گھوڑوں نے (اس تیزی سے) منہ موڑا کہ سوار اپنے گھوڑے کی پشت پر ٹھہر نہ سکے۔ (اتر گئے یا گر گئے) گھوڑوں کی پیٹھیں خالی ہو گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آئے۔

علاوہ (کافی تعداد میں) وہ لوگ جن کو فتح مکہ کے موقع پر معافی دی گئی تھی اور وہ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور دیہاتی تھے۔ ان میں سے نوجوان، جلد باز لوگ جن کے پاس ہتھیار بھی نہیں تھے۔ بھاگے (ان کے ساتھ) دیہاتی بھی بھاگے، ان لوگوں کے بھاگنے سے مسلمانوں میں افراتفری پھیل گئی (آگے والوں کے پیچھے مڑ کر بھاگنے سے پیچھے والے بھی جم نہ سکے) ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان جنگ میں اکیلے رہ گئے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے ایک مسلمان کو دیکھا وہ ایک مشرک سے لڑ رہا ہے۔

اور وہ مشرک اس پر غالب آ گیا ہے وہ گھوم کر جلدی سے اس کے پیچھے آئے اور اس کے شانے پر تلوار ماری۔ اسی ضرب سے اس کی زرہ کٹ گئی۔ وہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے مقابل ہو گیا۔ اور اس نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر اس زور سے بھینچا کہ وہ مرنے کے قریب ہو گئے لیکن حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی ضرب کاری تھی وہ اس کی تاب نہ لا سکا اور اس کی موت پہلے واقع ہو گئی۔ اس کے مرتے ہی حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ چھوٹ گئے۔ اتنے میں ان کی ملاقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔

انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا، لوگوں کا کیا حال ہے؟ (یہ کیوں بھاگ رہے ہیں؟) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کا حکم اسی طرح ہے۔ (8) حضرت سلمہ بن اکوع بھی بھاگتے ہوئے لوٹے۔ ان کے پاس دو چادریں تھیں۔ ایک اوڑھ رکھی تھی اور دوسری باندھ رکھی تھی۔ اتنے میں ان کا تہہ بند کھلنے لگا تو انہوں نے دونوں چادروں کو اکٹھا کر کے (تہہ بند) باندھ دیا۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ لوٹتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرے۔ ان کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اکوع کا بیٹا گھبرا کر لوٹا" (9)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ کو حنین کی لڑائی میں دیکھا تو اس وقت دونوں گروہ پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے تھے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سو آدمی بھی نہ تھے۔ (10) غرضیکہ کچھ لوگ بھاگ رہے تھے، کچھ ادھر کچھ ادھر منتشر ہو گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے میدان جنگ میں ڈٹے ہوئے تھے۔ کفار نے آپ کو اکیلا دیکھا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھے (اتنے میں) مسلم شریف میں ہے: "حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سفیان بن حارث رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے اور پھر برابر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ اور ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کو تنہا نہ چھوڑا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہباء نامی خچر پر سوار تھے۔ جو فروہ بن نقاشہ جزامی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفتاً بھیجا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر کو کفار کی جانب بھگا رہے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے لگام پکڑی اور خچر کو تیز بھاگنے سے روکنے لگے۔ حضرت ابو سفیان بن حارث

نے آپ کی رکاب پکڑی۔ بخاری شریف میں ہے: "اور کبھی وہ لگام پکڑ لیتے تھے" حضرت براء فرماتے ہیں: "اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہادر اور جنگجو کوئی دیکھنے میں نہ آیا۔" غرض یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی طرف مسلسل بڑھ ہی رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے:

"انا النبي لا كذب انا ابن عبد المطلب"

"میں نبی ہوں، اس میں کچھ جھوٹ نہیں --- میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی فوج کی افراتفری سے ہمت نہیں ہاری اور اس دعویٰ نبوت کو بھی دہراتے رہے جس دعوے کی وجہ سے یہ جنگیں پیش آ رہی تھیں، نہ ہی اس دعوے سے دستبردار ہوئے اور نہ گھبرائے۔ بلکہ نبوت کے اعتبار سے بھی، اور خاندانی اعتبار سے بھی اپنا تعارف کراتے رہے۔ اپنا تعارف کرانا اور تن تنہا کفار کی طرف اپنے خچر کو بھگانا شجاعت کی بہترین مثال ہے۔

(حضرت عباس اور حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہما نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیز رفتاری کو روک دیا) مسلم میں ہے آپ نے حضرت عباس سے فرمایا: "اصحاب سمرہ یعنی (بیعت رضوان کرنے والوں) کو پکارو۔" حضرت عباس بلند آواز تھے۔ انہوں نے بلند آواز سے پکارا۔ اصحاب سمرہ کہاں ہیں؟ پھر انصار کو آواز دی۔ پھر بنو حارث بن خزرج کو آواز دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خود بنفس نفیس آواز دے رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے داہنی طرف آواز دی۔ مسلم میں ہے: "اے مہاجرین! اے مہاجرین!" بخاری شریف میں ہے: اے انصار کی جماعت آواز کا سننا تھا کہ سب نے جواب دیا: "ہم حاضر ہیں اور سعادت حاصل کرتے ہیں ہم آپ کے سامنے ہی موجود ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو جائیں۔ (ہم بھاگے نہیں ہیں۔) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیں طرف آواز دی (اے مہاجرین!) اے انصار کی جماعت، آواز سن کر سب نے کہا: "اے اللہ کے رسول! ہم حاضر ہیں۔ (اور سعادت حاصل کرتے ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو جائیں ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں۔ (ہم بھاگے نہیں ہیں) غرضیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسلم میں ہے) اور حضرت عباس کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس طرح آئے جس طرح گائے اور بچوں کی طرف آتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو صف بستہ کیا اور فرمایا: "میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں"۔ لڑائی دوبارہ شروع ہوئی (مسلم میں ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سوار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی گردن کو بلند کرتے اور لڑائی کا منظر دیکھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ تنور ہے" (یعنی لڑائی کے جوش مارنے کا وقت ہے) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی لڑائی کا منظر دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ لڑائی بڑی شدت سے جاری ہے۔ حضرت براء (جو اس وقت بالکل نوجوان تھے) فرماتے ہیں جب لڑائی بہت شدت اختیار کرتی اور خونخوار ہو جاتی تو ہم اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ میں لے جاتے۔ (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہو جاتے اور پھر آگے بڑھ کر حملہ کرتے تھے) اور ہم میں سے بہادر وہ تھے جو میدان جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھے۔ کیونکہ سب سے زیادہ شدت وہیں تھی۔ اور کفار کا پورا زور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی کوشش میں صرف ہو رہا تھا۔ کفار نے چاروں طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا (لڑائی جاری تھی کہ اسی اثناء میں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خچر سے اترے اور نصرت کی دعا مانگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (مسلم میں ہے) "اے اللہ! اپنی مدد نازل فرما" آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے جارہے تھے۔

"انا النبي لا كذب انا ابن عبد المطلب"

"میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں---میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں" چاروں طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے نرغہ میں تھے۔ لیکن اس عالم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے کو دہرا رہے تھے اور اپنا تعارف کرا رہے تھے۔ (مسلم میں ہے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین میں سے ایک مٹھی خاک اٹھائی اور کفار کے منہ پر پھینکی۔ پھر فرمایا: "دشمنوں کے منہ رسوا ہو گئے۔" کوئی آدمی ایسا نہ بچا جس کی آنکھ میں اس مٹھی کی خاک کی مٹی نہ بھر گئی ہو۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

((لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ ۙ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ)) "بے شک اللہ نے بکثرت مواقع تمہاری مدد کی اور حنین کے دن۔" ((ثُمَّ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ﴿﴾)) "پھر اللہ نے (اپنی طرف سے) طمانیت قلب نازل فرمائی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں پر اور وہ لشکر اتارے جو تم نے نہ دیکھے اور عذاب دیا ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا۔ یہی بدلہ ہے کافروں کا۔" مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جنگ کا نقشہ) ملاحظہ فرمایا: "کعبہ کے رب کی قسم! کفار کو شکست ہو گئی، کعبہ کے رب کی قسم! کفار کو شکست ہو گئی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی قسم! کفار کو شکست ہو گئی" کفار کا زور ٹوٹنے لگا وہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے خچر کو تیز دوڑاتے ہوئے ان کا تعاقب کیا۔

الغرض کفار بھاگ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دی اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ (13) فتح کے بعد ام سلیم نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ جو طلقاء ہمارے ساتھ ہیں۔ جو آپ کی معصیت کے باوجود بھاگے انہیں قتل کر دیجئے۔" (اس لئے کہ ان کا ایمان صحیح معلوم نہیں ہوتا اگر وہ صحیح معنوں میں مسلمان ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر نہ بھاگے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے ام سلیم! اللہ کافی ہو گیا۔ اور اس نے بڑا احسان کیا(14) باوجود ان کے بھاگ جانے کے شاندار فتح فرمائی۔

اب کیا ضرورت ہے کہ انہیں سزا دی جائے۔" مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ اصل بھاگنے والے مکہ کے نو مسلم تھے۔ یہ لوگ جلد باز تھے۔ جن میں استقامت پیدا نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی یہ مسلح تھے۔ اور ان میں دیہاتی لوگ بھی تھے۔ جنہیں جنگ سے کبھی واسطہ نہیں پڑا تھا۔

ان لوگوں کے بھاگنے کی وجہ سے میدان جنگ میں افراتفری پھیل گئی۔ کوئی کدھر چلا گیا کوئی کدھر۔ بھاگنے والوں کے ریلے میں نہ بھاگنے والے بھی کبھی آگے ہو گئے کبھی پیچھے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث "جولۃ" (15) (جولانی کرنا) کی یہ بالکل صحیح ترجمانی ہے۔

جو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ وہ اتنے تھوڑے تھے کہ ان کے نام روایتوں میں محفوظ ہو گئے۔ یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، فضل بن عباس رضی اللہ عنہ، قثم بن عباس رضی اللہ

عنہ، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، ایمن بن عبید رضی اللہ عنہ (ام ایمن کے بڑے صاجزادے) حضیر بن حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ، ان کے فرزند جعفر اور وبیعہ رضی اللہ عنہ گویا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے سوا تمام ثابت قدم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خاندان تھے۔ اسامہ رضی اللہ عنہ اور ایمن رضی اللہ عنہ بھی انہیں میں شامل سمجھے جائیں۔

مغیرہ بن حارث نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بھی ثابت قدم اصحاب میں شامل تھیں۔

وہ اپنے شوہر ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئی تھیں۔ کمر چادر سے کس کر باندھ رکھی تھی اور اونٹ کی نکیل کھینچ کر اس کے نتھنوں میں اپنے ہاتھ کی انگلیاں دے رکھی تھیں تاکہ بے قابو نہ ہونے پائے۔ خنجر پاس تھا کہ کوئی مشرک قریب آئے تو اس کا پیٹ چاک کر دیا جائے۔(16) لہٰذا ثابت ہوا کہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے میدان جنگ نہ چھوڑا تھا۔

بلکہ وہ میدان جنگ میں ہی پھرتے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس ہی رہے اور یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار پر انہوں نے فوراً کہا کہ ہم حاضر ہیں۔ اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کیا ہے:

((وَيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ ﴿﴾)) (17)

"اور حنین کے دن جب تمہاری کثرت نے تمہیں گھمنڈ میں ڈال دیا۔ تو اس (کثرت) نے کسی چیز کو تم سے دفع نہ کیا۔ اور زمین اپنی فراخی کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی اور پھر تم پیٹھ پھیرتے ہوئے واپس لوٹے۔"

((ثُمَّ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ﴿﴾))

"پھر اللہ نے اپنی (طرف سے) طمانیت قلب نازل فرمائی اپنے رسول اور ایمان والوں پر اور وہ لشکر اتارے جو تم نے نہ دیکھے اور عذاب دیا ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا اور یہی بدلہ ہے کافروں کا۔" **دشمن کا فرار** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ان بھاگنے والوں کو زور سے پکارو۔ جس نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی آواز سنی، لبیک لبیک کہتا ہوا ایک دم مڑا۔

جس کا اونٹ نہ مڑ سکا وہ ڈھال اور تلوار لے کر اونٹ سے کود پڑا۔ اور جانوروں کو چھوڑ دیا۔ اس طرح آناً فاناً جانثاروں کا گروہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو گیا۔ انہوں نے اس زور سے حملہ کیا کہ دشمنوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ابھی مومنین حنین ہی میں تھے کہ ایک دن جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صبح کا کھانا کھا رہے تھے۔ ایک شخص لال اونٹ پر سوار ہو کر آیا اس نے

اونٹ کو بٹھا دیا۔ ایک تسمہ اس کی کمر سے نکالا اور اسے باندھ دیا۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کھانا کھانے لگا۔ وہ ادھر ادھر دیکھتا جاتا تھا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ وہ دشمن تیزی کے ساتھ دوڑا اپنے اونٹ کے پاس آیا، اس کا تسمہ کھولا پھر اسے بٹھایا۔

پھر اس پر سوار ہو کر اسے کھڑا کیا۔ پھر اسے تیزی کے ساتھ دوڑایا۔ ایک مسلمان نے ایک خاکی رنگ کی اونٹنی پر اس کا تعاقب کیا۔ مسلمانوں میں سے ہر ایک کے پاس سواری نہیں تھی بہت سے پیادہ بھی تھے اور سازوسامان کے لحاظ سے بھی کمزور تھے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بھی انہیں لوگوں میں سے تھے۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے پیدل ہی اس شخص کا تعاقب کیا وہ اس کے پیچھے بھاگے۔ بھاگتے بھاگتے وہ اونٹنی کے سرین کے پاس پہنچ گئے۔ پھر اور تیز دوڑ کر وہ اونٹ کے سرین کے پاس پہنچ گئے۔ پھر وہ دوڑ کر آگے بڑھے اور اونٹ کی نکیل کو پکڑ لیا۔ پھر انہوں نے اونٹ کو بٹھایا۔ جیسے ہی اونٹ نے اپنا گھٹنا زمین پر رکھا۔

انہوں نے تلوار کھینچی اور اس شخص کے سر پر ایک وار کیا۔ وہ گر پڑا (وہ مر گیا) حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ اونٹ کو مع پالان اور ہتھیار کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کا استقبال کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا۔ اس شخص کو کس نے قتل کیا ہے؟ سب نے کہا: سلمہ بن اکوع نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا سارا سامان ان کا ہے۔ (18) اس سے ملتی جلتی روایت ابوداؤد میں بھی ہے۔

حواشی جنگ حنین

1۔ (ذات انواء) ایک درخت تھا جس میں دور جاہلیت کے عرب ہتھیار لٹکایا کرتے تھے۔ دن بھر وہاں ٹھہرتے اور جانور ذبح کرتے۔ ماخوذ از رسول رحمت: ص455- 456

2۔ سورۃ الاعراف: آیت 138

3۔ صحیح بخاري، کتاب الحج عن ابن یخرج من مکه عن عائشه و صحیح مسلم نحوه

4۔ صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب اعطا المولفة قلوبهم

5۔ صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب اعطا المولفة قلوبهم

6۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوۃ النساء مع الرجال عن انس

7۔ ابوداؤد، باب في فضل الحرس في سبیل الله عزوجل

8۔ صحيح بخاري، كتاب فرض الخمس، باب ليخمس الاسلاب و كتاب المغازي، باب غزوه حنين، ابوداؤد، باب في السلب يعطي لقاتل غزوة الطائف

9۔ صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة حنين عن سلمة بن اكوع

10۔ ترمذي، باب جاء في الثبات عند القتال

11۔ سورة التوبه: آیت 25

12۔ سورة التوبه: آیت 26

13۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة حنين عن براة

14۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي و باب قول الله تعاليٰ و يوم حنين

15۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب قول الله تعاليٰ و يوم حنين

16۔ رسول رحمت: 409/1

17۔ سورة التوبه: آیت 25

18۔ صحيح مسلم، كتاب الجهاد، استحقاق القاتل سلب القتيل عن سلمة

جنگ اوطاس

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ حنین سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا سپہ سالار بنا کر اوطاس کی طرف روانہ کیا۔ حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کا مقابلہ درید بن سمۃ اور اس کے ساتھیوں سے ہوا۔

درید قتل ہو گیا اور اس کے ساتھیوں کو اللہ نے شکست دی، حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ ایک تیر لگنے سے جو ایک حبشی شخص نے پھینکا تھا، زخمی ہو گئے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ابو عامر کے پاس جا کر پوچھا: "اے چچا! تمہیں کس نے تیر مارا ہے" انہوں نے اشارہ سے بتایا کہ فلاں شخص میرا قاتل ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اس کے پاس پہنچے، ان کو دیکھ کر وہ بھاگا، انہوں نے اس کا تعاقب کیا۔ حضرت ابو موسیٰ یہ کہتے جا رہے تھے کہ تجھے شرم نہیں آئی؟ کیا تو عربی نہیں ہے؟ تو ٹھہرتا کیوں نہیں؟ بالآخر وہ ٹھہر گیا، ان کے اور اس کے مابین تلوار کے دو دو وار ہوئے۔ پھر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔ اس کو قتل کرنے کے بعد وہ حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: "اللہ نے تمہارے قاتل کو ہلاک کر دیا" انہوں نے کہا: اچھا تو یہ تیر نکالو، حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے تیر نکالا (تیر نکالتے ہی) زخم سے پانی بہنے لگا۔ حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے بھتیجے! تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا اسلام کہنا اور ان سے عرض کرنا کہ ابو عامر رضی اللہ عنہ کے واسطے استغفار کریں۔ یہ کہہ کر حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو لوگوں پر اپنا خلیفہ بنا دیا اور تھوڑی دیر بعد فوت ہو گئے، حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک پلنگ پر جو رسیوں سے بنا ہوا تھا، لیٹے ہوئے تھے۔ پلنگ پر بستر ہونے کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت اور پہلو میں رسیوں کے نشان پڑ گئے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ نے اپنا اور حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کا حال سنایا، پھر کہا: ابو عامر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا مغفرت کی درخواست کی ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوا کر وضو کر لیا پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی، ہاتھوں کو اتنا بلند کیا کہ بغلوں کی سفیدی دکھائی دینے لگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے اللہ! عبید ابو عامر رضی اللہ عنہ کو بخش دے، اے اللہ! قیامت کے روز ابو عامر رضی اللہ عنہ کا درجہ بہت سے انسانوں سے زیادہ بلند فرما۔ رسول اللہ نے دعا کی: "اے اللہ! عبد اللہ بن قیس (ابو موسیٰ) کے گناہ بخش دے اور اسے قیامت کے دن اچھی جگہ داخل کر" (1) اس جنگ میں بہت سے قیدی ہاتھ آئے۔ بعض مسلمانوں کے حصہ میں لونڈیاں بھی آئیں۔ مسلمانوں نے اس خیال سے کہ ان کے مشرک شوہر موجود تھے، ان سے خلوت کرنے کو برا سمجھا۔ اللہ نے فرمایا: ((وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ)) "اور (تم پر حرام کی گئیں) وہ عورتیں جو دوسروں کے نکاح میں ہوں مگر (کافروں کی وہ عورتیں) جن کے تم مالک ہو جاؤ (یہ حکم) تم پر اللہ کا فرض کیا ہوا ہے۔" (2)

حواشی جنگ اوطاس

1۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي، باب غزوة اوطاس عن ابي موسيٰ

2۔ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب جَوَازِ وَطْءِ الْمَسْبِيَّةِ بَعْدَ الِاسْتِبْرَاءِ عن ابي سعيد

جنگ طائف

جنگ حنین و اوطاس کے بعد طائف کا محاصرہ کر لیا گیا۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ (دوران محاصرہ ایک دن) رسول اللہ میرے پاس تشریف لائے۔ اس وقت میرے پاس ایک مخنث بیٹھا ہوا تھا (دوران گفتگو) اس نے میرے بھائی عبد اللہ بن ابی امیہ سے کہا کہ اے عبد اللہ! اگر کل اللہ طائف فتح کرا دے تو تم غیلان کی بیٹی کو لے لینا۔ کیونکہ جب وہ سامنے آتی ہے تو اس کے پیٹ پر چار شکن پڑتے ہیں اور جب پیٹھ پھیر کر جاتی ہے تو آٹھ شکن پڑتے

ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مخنث آئندہ کبھی تمہارے پاس نہ آئیں۔" (1) دوران محاصرہ حضرت ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ مع چند لوگوں کے فصیل پر چڑھ کے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے (اور مسلمان ہو گئے) (2) محاصرہ جاری تھا، لیکن محاصرہ سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہم ان شاءاللہ اب واپس چلے جائیں گے" صحابہ کرام کو یہ بات بہت گراں گزری، انہوں نے عرض کیا: "کیا بغیر فتح کئے ہم واپس چلے جائیں گے ؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اچھا تو کل جنگ کرنا" دوسرے دن صبح کو پھر جنگ ہوئی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کافی زخمی ہو گئے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کل ان شاءاللہ ہم واپس چلے جائیں گے۔" اب یہ بات صحابہ کو پسند آئی اور خاموش رہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی خاموشی کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے (3) الغرض چالیس دن محاصرہ کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے آئے۔ (4) واپسی میں جب مسلمان ذوالحلیفہ پہنچے تو انہیں شدت کی بھوک لگی۔ مال غنیمت میں انہیں کچھ اونٹ اور کچھ بکریاں ہاتھ آئی تھیں۔ انہوں نے چند اونٹوں یا بکریوں (کو ذبح کرکے ان) کا گوشت پتیلوں میں ڈال کر پکانا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ پیچھے رہ گئے تھے، جب وہاں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ پتیلیاں اوندھا دی جائیں (کیونکہ تقسیم سے پہلے مال غنیمت میں تصرف ناجائز ہے) پتیلیاں اوندھا دی گئیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں اونٹ اور بکریاں تقسیم کیں۔ ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا۔ ان اونٹوں میں سے ایک اونٹ بھاگا۔ کیونکہ مجاہدین کے پاس گھوڑے بہت کم تھے، لہٰذا اسے گھیر کر نہ پکڑ سکے، بھاگتے بھاگتے تھک گئے۔ اتنے میں ایک شخص نے اسے تیر مارا، تیر مارتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے روک دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان جانوروں میں کبھی وحشی جانوروں کی طرح وحشت ہو جایا کرتی ہے، لہٰذا اگر ان میں سے کوئی جانور تم پر غالب آجائے تو ایسا ہی کیا کرو۔ (5) ذوالحلیفہ سے روانہ ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ میں قیام فرمایا اور اسی مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ میں حاصل کیا ہوا مال تقسیم کیا۔ (مال خمس میں سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو مال دیا اور کچھ کو نہیں دیا جن کو نہیں دیا وہ خفا ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایسے لوگوں کو دیتا ہوں جن کی کجی اور بے صبری کا مجھے اندیشہ ہوتا ہے اور کچھ لوگوں کو اس خیر اور غنی کے حوالے کر دیتا ہوں جو خیر و غنی اللہ نے ان کے دلوں میں پیدا کر دی ہے۔

ان لوگوں میں عمرو بن ثعلب رضی اللہ عنہ بھی ہیں، حضرت عمرو بن ثعلب کہتے ہیں کہ میں نہیں چاہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات کے عوض مجھے سرخ اونٹ ملیں۔ (6) حضرت صفوان بن امیہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سو اونٹ دیئے، پھر سو اونٹ دیئے۔ پھر سو اونٹ دیئے، وہ کہتے ہیں اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جو کچھ دیا، مجھے آپ سے سب سے زیادہ بغض تھا۔ اس کے بعد مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ محبوب ہو گئے۔ (7) غرضیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے آدمیوں میں سے ہر ایک کو سو اونٹ دیئے۔ ایک منافق نے کہا: واللہ اس تقسیم میں انصاف نہیں کیا گیا اور نہ اللہ کی رضا طلب کی گئی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے اس بات کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔ مسلم میں ہے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم انصاف

نہیں کریں گے تو پھر کون کرے گا۔ اللہ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے ان کو اس سے زیادہ تکلیف پہنچائی گئی، پھر بھی انہوں نے صبر کیا۔" (8) انصار میں سے بعض کم عقل نو عمر لڑکوں نے کہا: اللہ رسول اللہ کو معاف فرمائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کو دے رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ رہے ہیں، اللہ کی قسم! یہ تو عجیب بات ہے ہماری تلواروں سے قریش کا خون ٹپک رہا ہے اور ہماری غنیمتیں ان کو لوٹائی جارہی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر پہنچی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلایا اور ان کے چمڑے کے ایک خیمے میں جمع کیا۔ جب وہ سب جمع ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے علاوہ اور کوئی تو (یہاں) نہیں ہے؟ انصار نے کہا: "ہمارا ایک بھانجا ہے اور کوئی نہیں ہے" مسلم میں ہے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بھانجا قوم ہی میں شمار ہوتا ہے" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ کیا بات ہے جو تمہاری طرف سے پہنچی ہے؟" انصار میں جو بڑے بڑے سمجھدار لوگ تھے۔ انہوں نے کہا اور وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے کہ ہم میں سے اہل عقل لوگوں نے یہ بات نہیں کہی ہے، ہاں چند نو عمر (ناسمجھ) لوگوں نے یہ بات کہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں نے تمہیں گمراہ نہیں پایا، پھر اللہ نے میرے ذریعے تمہیں ہدایت دی۔ تم متفرق تھے، اللہ نے میرے ذریعہ تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی۔

تم مفلس تھے، اللہ نے میرے ذریعہ تمہیں غنی کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات پر انصار یہ جواب دے رہے تھے: "اللہ اور اس کے رسول کا بہت بڑا احسان ہے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہیں کون سی چیز روکتی ہے کہ تم اللہ کے رسول کو جواب دو" لیکن وہ ہر بات کے جواب میں یہی کہتے رہے: "اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا احسان ہے" پھر آپ نے فرمایا: "اگر تم چاہو تو تم بھی کہہ سکتے ہو (کہ ہم نے بھی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احسان کیا۔ انصار نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا تو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: "میں ایسے لوگوں کو مال وغیرہ دیتا ہوں جن کا کفر کا زمانہ قریب ہوتا ہے۔

یہ لوگ مصیبت میں ہوتے ہیں۔ میں ان کی حالت کی اصلاح چاہتا ہوں۔ اور ان کی تالیف قلبی کرتا ہوں، کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ لوگ مال و دولت بکریاں، اونٹ اور دنیا لے کر جائیں اور تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر لے جاؤ، اللہ کی قسم جو چیز تم لے کر جارہے ہو وہ اس سے بہتر ہے جو وہ لے کر جارہے ہیں۔ اور اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار میں سے ہوتا، اگر انصار ایک وادی میں چلیں اور باقی تمام دنیا دوسری وادی میں چلے تو میں انصار کی وادی میں چلوں گا۔ انصار استر ہیں اور باقی لوگ ابرا ہیں۔

یعنی استر کی طرح میرے جسم سے قریب تر انصار ہی ہیں۔ (ظاہری شان کے لحاظ سے ابرا اگرچہ اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن قرب استر ہی کو حاصل ہے) انصار نے کہا: "اے اللہ کے رسول! ہم راضی ہیں" رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میرے بعد تم دیکھوگے کہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی تو تم صبر کرنا یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرو۔" (9) ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام جعرانہ ہی میں تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ

وسلم! میں نے ایام جاہلیت میں ایک دن اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی وہ مجھ پر باقی ہے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے پورا کرو۔(10) اسی مقام پر ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: جو وعدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اسے پورا کیوں نہیں کرتے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بشارت قبول کرو" اس نے کہا: "بشارت تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دے چکے (کچھ مال دلوایئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو موسیٰ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا: "اس شخص نے بشارت کو قبول نہیں کیا تم اسے قبول کر لو" ان دونوں نے کہا: "ہم نے قبول کی" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک پیالہ منگوایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں دونوں ہاتھ دھوئے، کلی اور منہ دھویا۔

اس کے بعد فرمایا: "تم دونوں اسے پی لو، اپنے چہروں اور پسلیوں پر مل لو اور خوشخبری حاصل کرو۔" ان دونوں نے وہ پیالہ لے لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کے پیچھے سے کہا: "اپنی والدہ کے لئے بھی بچا دو" یہ سن کر انہوں نے حضرت ام سلمہ زوجہ مطہرہ کے لئے کچھ پانی اس میں چھوڑ دیا۔(11) اسی اثناء میں قبیلہ ہوازن کے لوگ مسلمان ہو گئے۔ مقام جعرانہ ہی میں وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ جب وہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے اپنے مال اور قیدی واپس کرنے کی درخواست کی۔(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال اور قیدی سب تقسیم کر چکے تھے اور اب لوگوں کی ملکیت تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں مسلمانوں سے گفتگو کی۔ مسلمان اس بات پر راضی ہو گئے کہ قیدی یا مال دونوں میں سے ایک کو واپس کر دیں گے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ہوازن کے لوگوں سے فرمایا:

میرے ساتھ جو لوگ ہیں ان کو تم دیکھ رہے ہو (سب مال اور قیدی ان کی ملکیت میں جا چکے ہیں) طائف سے آنے کے بعد میں نے تمہارا کئی روز انتظار کیا (جب تم نے مسلمان ہو کر آنے میں دیر کی تو میں نے مال اور قیدی تقسیم کر دیئے) بہر حال میرے ساتھی مال یا قیدی دونوں میں سے ایک چیز کو واپس کرنے پر راضی ہو گئے ہیں" (اب تم بھی ایک چیز کو پسند کر لو مال غنیمت یا قیدی) جب انہوں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک ہی چیز واپس کریں گے تو انہوں نے کہا: "ہم اپنے قیدی واپس لینا چاہتے ہیں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں کھڑے ہو کر ایک خطبہ دیا۔ اللہ کی ایسی تعریف کی جو اس کی شان کے لائق ہے، پھر فرمایا: "

اما بعد! یہ تمہارے بھائی توبہ قبول کر کے (یعنی اسلام قبول کر کے) تمہارے پاس آئے ہیں، میری رائے ہے کہ میں ان کے قیدی واپس کر دوں، پس جو شخص خوشی سے (بغیر معاوضہ) اپنا قیدی چھوڑ دے وہ ایسا کرے اور جو شخص اس مال فئی میں سے جو سب سے پہلے اللہ ہمیں عطا فرمائے اس کا بدلہ لینا چاہے۔ تو وہ اس شرط پر اپنا قیدی چھوڑ دے۔ سب نے کہا: "ہم بخوشی (بغیر معاوضہ کے) قیدی چھوڑتے ہیں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کس نے اجازت دی اور کس نے نہیں، لہٰذا تم لوگ چلے جاؤ پھر تمہارے سردار تمہاری مرضی سے تمہیں مطلع کریں۔ لوگ چلے گئے پھر ان کے سرداروں نے ان سے گفتگو کی، انہوں نے رضامندی کا اظہار کیا۔

سرداروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: بطیب نفس اپنے قیدی چھوڑنے پر رضامندی ہیں۔(12) (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قیدی چھوڑ دیئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر مسجد حرام میں اعتکاف کے لئے چلے گئے تھے، انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس میں ایک لڑکی دی تھی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قیدی آزاد کر دیئے تو وہ (خوشی میں چلا چلا) کر یہ کہہ رہے تھے: "آپ نے ہمیں آزاد کر دیا" یہ آوازیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کان تک پہنچیں، انہوں نے پوچھا: "یہ کیا شور وغل ہے؟" لوگوں نے کہا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قیدی رہا کر دیئے (یہ وہی قیدی ہیں جو خوشی میں چلا رہے ہیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے کہا: "اے عبد اللہ! جاؤ اور اس لڑکی کو آزاد کرو،(13) جو مجھے خمس میں سے ملی تھی۔ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ ہی میں مقیم تھے (دھوپ کی وجہ سے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کپڑے کا سایہ کر دیا گیا تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا، اس نے کہا: "اے اللہ کے رسول! اس شخص کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں جس نے عمرہ کا احرام باندھا اور اس سے خوشبو مہک رہی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونی شروع ہو گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا، سانس تیزی سے آنے لگا، کچھ دیر بعد یہ کیفیت جاتی رہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عمرہ کے متعلق سوال کرنے والا شخص کہاں ہے؟" لوگوں نے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو خوشبو تمہارے بدن میں لگی ہوئی ہو، اسے تین مرتبہ دھوڈالو اور وہ (خوشبودار) جبہ اتار دو، اور پھر وہی کرو جو حج میں کیا کرتے ہو۔(14) کافی دن تک جعرانہ میں قیام کے بعد ذوالقعدہ کے مہینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ ادا کرنے کے لئے (مکہ مکرمہ) روانہ ہو گئے۔(15) راستہ میں کچھ دیہاتیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگنے لگے، مانگتے مانگتے وہ آپ کو ایک درخت کے نیچے لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک اتار لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے اور فرمایا: میری چادر مجھے دے دو۔ اگر ان درختوں کے برابر بھی بکریاں میرے پاس ہوتیں تو میں ان کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا، تم مجھے نہ بخیل پاؤ گے نہ جھوٹا نہ بزدل۔(16) عمرہ کرنے کے بعد آپ مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

حواشی جنگ طائف

1۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي، باب غزوة الطائف عن ام سلمه

2۔ صحیح بخاري، باب غزوة الطائف

3۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي، باب غزوة الطائف عن ابن عمر رضي الله عنه و صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة الطائف

4۔ صحیح مسلم، کتاب الزکوة، باب اعطاء المؤلفة قلوبهم عن انس

5۔ صحيح بخاري، كتاب الذبائح والصيد، باب التسمية عن رافع بن خديج

6۔ صحيح بخاري، كتاب فرض الخمس ماكان النبي صلي الله عليه وسلم يعطي المولفة قلوبهم عن عمرو بن ثعلب

7۔ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب ماسئل رسول الله صلي الله عليه وسلم قط فقال لاعن صفوان

8۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الطائف و كتاب فرض الخمس، باب ماكان النبي صلي الله عليه وسلم يعطي المولفة قلوبهم و صحيح مسلم، كتاب الزكوة، باب اعطاء المولفة قلوبهم عن ابن مسعود رضي الله عنه

9۔ صحيح بخاري، كتاب فرض الخمس ماكان النبي صلي الله عليه وسلم يعطي المولفة قلوبهم عن انس و كتاب المناقب باب مناقب انصار و كتاب المغازي و صحيح مسلم، كتاب الزكوة باب اعطاء المولفة قلوبهم

10۔ صحيح بخاري، كتاب فرض الخمس، باب ماكان النبي صلي الله عليه وسلم يعطي المولفة قلوبهم و صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب نذر الكافر عن ابن عمر

11۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الطائف عن ابي موسيٰ و صحيح مسلم، باب فضائل ابي موسيٰ

12۔ صحيح بخاري، كتاب الوكالة، باب اذا وهب شيئا لوكيل عن مسور و مروان و كتاب العتق و كتاب الهبة و كتاب فرض الخمس و كتاب المغازي، باب غزوه حنين۔

13۔ صحيح بخاري، كتاب فرض الخمس و صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب نذر الكافر عن عبدالله بن عمر۔صحیح مسلم میں ایک لڑکی کا ذکر ہے۔

14۔ صحيح مسلم، باب مايباح للمحرم

15۔ صحيح بخاري، كتاب الحج، ابواب العمرة عن انس و براء

16۔ صحيح بخاري، كتاب الجهاد، باب الشجاعة في الحرب عن جبير

غزوہ تبوک

’’تبوک‘‘ مدینہ اور دمشق کے درمیان ایک مقام کا نام ہے۔ جس کا فاصلہ آج کل مدینہ منورہ سے چھ سو دس کلومیٹر ہے۔ سنہ 9ھ میں پیغمبر اسلام کو خبر ملی کہ قیصر روم نے یعنی قسطنطنیہ کی مشرقی رومی حکومت نے مدینہ منورہ پر حملہ کا حکم دے دیا ہے اور عرب کے عیسائی قبائل بھی شامل ہو گئے ہیں۔ یہ مسلمانوں کے لئے پہلا موقع تھا کہ عرب سے باہر کی ایک سب سے بڑی طاقت ور شہنشاہی (طاقت) آمادہ پیکار ہوئی تھی۔

اس لئے ضروری تھا کہ بروقت مدافعت کا پورا سامان کیا جاتا ہے۔ مسلمان چند ماہ پہلے جنگ حنین وطائف کی لڑائی میں چور ہو چکے تھے اور اس سے پہلے فتح مکہ کا معاملہ پیش آ چکا تھا۔ پھر اچانک مسلمانوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی اور چونکہ مالی وسائل محدود تھے۔ اور باہمی اشتراک و معاونت کی زندگی تھی۔ اس لئے تنگی وعسرت سب پر چھائی ہوئی تھی۔ پھر موسم بھی سخت گرمی کا تھا۔ اور فصل کاٹنے کا وقت سر پر آ گیا تھا۔

اور سفر بھی ملک کے اندر نہ تھا۔ ان سب باتوں نے مل جل کر مسلمانوں کے لئے بڑی مشکلات پیدا کر دیں اور قدرتی طور پر ان کے قدم رک رک کر اٹھنے لگے۔ حالت بلاشبہ مجبوری کی تھی۔ لیکن دفاع ملت کی گھڑی آ جائے تو اس طرح کی کوئی مجبوری، مجبوری تسلیم نہیں کی جاسکتی اور ادائے فرض کی راہ بہر حال آسانیوں اور راحتوں کی راہ نہیں۔ اس میں مشکلیں اور مصیبتیں جھیلنی ہی پڑیں گی۔ البتہ مصیبتیں عارضی ہوں گی اور نتائج کی کامرانیاں دوامی۔ (1) جنگ کے لئے سازوسامان کی بڑی ضرورت تھی، لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو صدقات دینے کا حکم دیا۔ اس حکم کی تعمیل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صدقہ دینا شروع کیا وہ (محنت مزدوری کرتے) بوجھ ڈھوتے (اور اس کی اجرت میں سے صدقہ دیتے) حضرت ابو خیثمہ انصاری رضی اللہ عنہ نے ایک صاع کھجور اللہ کے راستہ میں دیئے۔ منافقین نے ان پر طعنہ زنی کی۔ ایک مرتبہ حضرت ابو عقیل رضی اللہ عنہ نصف صاع لے کر آئے اور ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے ان سے بہت زیادہ صدقہ دیا، منافقین نے ان دونوں کو طعنہ دیا اور کہا: ’’اللہ، ابو عقیل کے (نصف صاع) صدقہ سے مستغنی ہے۔ (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اتنے سے صدقہ کی کیا قدروقیمت ہے) اور دوسرے آدمی نے جو زیادہ صدقہ دیا ہے تو وہ محض ریاکاری ہے۔ (اللہ تعالیٰ ایسا صدقہ قبول نہیں کرتا) اللہ نے فرمایا:

((الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ ۙ سَخِرَ اللَّهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿﴾ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿٠﴾)) (2)

’’جو لوگ خوشی سے خیرات کرنے والے مسلمانوں پر ان کی خیرات میں عیب لگاتے ہیں اور ان پر جو نہیں پاتے مگر اپنی محنت (کی مزدوری) تو وہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ ان کے مذاق اڑانے کی انہیں سزا دے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ستر مرتبہ بھی ان کی مغفرت طلب کریں تو اللہ انہیں ہرگز نہ بخشے گا، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کیا ہے۔

اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔" جیسا کہ جنگ موتہ کے آغاز میں بیان کیا جا چکا ہے۔ رومیوں سے جنگ کا سلسلہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت اور اس کی منشاء کے مطابق شروع کیا گیا۔ جنگ تبوک بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کے لئے مومنین کو ابھارتے ہوئے اور منافقین کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

((يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ ۚ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿﴾ إِلَّا تَنفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿﴾ إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۰﴾ انفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿﴾)) (3)

"اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا؟ جب تم سے کہا جائے کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) چلو (تو) تم بوجھل ہو کر زمین کی طرف جھک پڑتے ہو، کیا آخرت کے بدلہ میں تم دنیا کی زندگی سے راضی ہو گئے تو دنیا کی زندگی کا نفع اٹھانا آخرت کے مقابلہ میں نہیں ہے مگر بہت تھوڑا۔ اگر تم (اللہ کی راہ میں) نہیں نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہاری بجائے کسی دوسری قوم کو لے آئے گا اور تم اسے کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکو گے، اور اللہ جو چاہے اس پر قادر ہے۔ اگر تم نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کی تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے وطن کیا۔ اس حال میں کہ وہ دو میں سے دوسرے تھے، جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے غمگین نہ ہو، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ نے ان پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی اور ایسے لشکروں سے ان کی مدد فرمائی جنہیں تم نے نہ دیکھا۔ اور کافروں کی بات کو نیچا کر دیا، اور اللہ کا کلمہ ہی اونچا ہے، اور اللہ غلبہ والا بڑی حکمت والا ہے۔

نکلو ہلکے ہو کر خواہ بھاری ہو کر، اور جہاد کرو (کافروں سے) اپنے مال و جان کے ساتھ اللہ کی راہ میں، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔" ارض جہاد قریب نہ تھی بلکہ یہ علاقہ دور دراز مقام پر واقع تھا۔ منافقین نے وہاں نہ جانے کا ارادہ کر لیا تو اللہ نے ان (منافقین) کے بارے میں ارشاد فرمایا:

(لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوكَ وَلَٰكِن بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۚ وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُونَ أَنفُسَهُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿﴾) (4)

"(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! جس کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا) اگر وہ ایسا مال ہوتا جو قریب ہو اور سفر ہوتا درمیانہ تو وہ (منافقین) ضرور آپ کے پیچھے چل پڑتے لیکن سفر کی مسافت انہیں بہت دور اور پُر مشقت نظر آئی اور عنقریب وہ اللہ کی قسمیں کھائیں گے اگر ہم میں طاقت ہوتی تو ضرور ہم تمہارے ساتھ نکلتے وہ اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناً وہ ضرور جھوٹے ہیں۔" منافقین نے جھوٹی

قسمیں کھائیں اور جہاد میں شرکت نہ کرنے کے لئے حیلے بہانے تلاش کئے، آخر رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نہ جانے کی اجازت دے دی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

((عَفَا اللّٰهُ عَنكَ لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ ﴿﴾ لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَن يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ﴿﴾ إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ﴿﴾)) (5)

"اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاف فرمادیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کیوں اجازت دے دی، یہاں تک کہ ظاہر ہو جاتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہ لوگ جنہوں نے سچ بولا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جان لیتے جھوٹوں کو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ رخصت نہ مانگیں گے وہ لوگ جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں (کافروں سے) اپنے مال و جان کے ساتھ جہاد کرنے سے اور اللہ خوب جانتا ہے ان لوگوں کو جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف وہی لوگ رخصت مانگتے ہیں جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑ گئے تو وہ اپنے شک میں حیران و پریشان ہیں۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جہاد کی تیاریوں میں مصروف تھے اور منافقین غیر مستعد، اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں فرمایا:

((وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً)) (6) "اور اگر وہ نکلنا چاہتے تو اس کے لئے سامان کی تیاری کرتے۔" منافقین کے ایک گروہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

((وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ ائْذَن لِّي وَلَا تَفْتِنِّي ۚ أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا ۗ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ﴿﴾)) (7)

"اور کوئی ان (منافقین) میں سے وہ ہے جو (آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے) کہتا ہے مجھے رخصت دیجئے اور فتنے میں نہ ڈالئے۔ سن لو! وہ فتنے میں پڑ چکے ہیں اور بے شک جہنم کافروں کو ضرور گھیرے ہوئے ہے۔"

((إِن تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۖ وَإِن تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِن قَبْلُ وَيَتَوَلَّوا وَّهُمْ فَرِحُونَ ﴿۵۰﴾)) (8)

"اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بری لگتی ہے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنا کام درست کر لیا تھا۔ اور خوشیاں مناتے ہوئے پھر جاتے ہیں۔" منافقین اپنے آپ کو لڑائی سے بچانا چاہتے تھے اور ساتھ ہی مسلمانوں کو آلام و مصائب سنا سنا کر جنگ سے غافل کرنا چاہتے تھے۔ بلاشبہ منافقین مسلمانوں کی منظم طور پر ہمت شکنی کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

((قُل لَّن يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿﴾ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۖ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَن يُصِيبَكُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِندِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا ۖ فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُم مُّتَرَبِّصُونَ ﴿﴾))
(9)

"فرما دیجئے! ہر گز نہ پہنچے گا ہمیں مگر وہی جو اللہ نے ہمارے واسطے لکھ دیا ہے۔ وہی ہمارا مالک ہے۔ اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے ایمان والوں کو۔ فرما دیجئے! تم نہیں انتظار کر رہے ہمارے حق میں مگر دو خوبیوں (فتح اور شکست) میں سے ایک کا۔ اور ہم تمہارے بارے میں منتظر ہیں کہ اللہ تم پر عذاب ڈالے۔ اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں سے۔ تو تم انتظار کرو بے شک ہم (بھی) تمہارے ساتھ منتظر ہیں۔" منافقین صرف کچھ مال دے کر اپنے نفاق کو چھپانا چاہتے تھے۔ قدرت نے ان کی نمائش کے تمام پر دے چاک کر دیئے۔

((قُلْ أَنفِقُوا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَّن يُتَقَبَّلَ مِنكُمْ ۖ إِنَّكُمْ كُنتُمْ قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ أَن تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَاتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَىٰ وَلَا يُنفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَارِهُونَ ﴿﴾ فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُم بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿﴾)) (10)

""آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے! تم خوشی سے مال خرچ کرو یا ناخوشی سے، تم سے ہر گز قبول نہ کیا جائے گا۔ بے شک تم نافرمان قوم ہو، اور ان کے خرچ کے قبول کئے جانے سے ان کو محروم نہیں کیا مگر اسی بات نے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہوئے اور وہ نماز کو نہیں آتے مگر سستی کی حالت میں اور وہ نہیں خرچ کرتے مگر اس حالت میں کہ وہ ناخوش ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب میں نہ ڈالیں ان کے مال نہ ان کی اولاد۔

اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ انہیں ان کے (مال اور اولاد کے) سبب دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جان اس حال میں نکلے کہ وہ کافر ہوں۔

"((وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنكُمْ وَمَا هُم مِّنكُمْ وَلَٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ ﴿﴾ لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأً أَوْ مَغَارَاتٍ أَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ ﴿﴾)) (11)"

اور وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ بے شک وہ ضرور تم میں سے ہیں۔ حالانکہ وہ تم میں سے نہیں لیکن وہ لوگ (تم سے) ڈرتے ہیں۔ اگر وہ پائیں کوئی جائے پناہ یا غار یا داخل ہونے کی کوئی (اور) جگہ تو وہ اس کی طرف الٹے پھر جائیں رسیاں تڑاتے ہوئے۔

"((وَمِنْهُم مَّن يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِن لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ ﴿﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ﴿﴾)) (12)"

اور کوئی ان میں سے وہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعنہ زنی کرتا ہے صدقوں (صدقات) کے تقسیم کرنے میں اگر انہیں دے دیا جائے ان میں سے تو وہ راضی ہو جائیں گے اور اگر وہ نہ دیئے جائیں ان سے تو وہ فوراً ناراض ہو جاتے ہیں۔

اور کیا ہی اچھا ہو تا اگر وہ راضی ہو جاتے اس چیز پر جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دی۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ ہمیں کافی ہے ہمیں عنقریب دے گا اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول، بے شک ہم اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

" پھر فرمایا: ((إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٦٠﴾)) (13) "

بے شک اموال زکوۃ صرف فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہیں اور جو انہیں وصول کرنے پر مقرر کئے گئے اور جن کے دلوں کو اسلام سے مانوس کرنا مقصود ہو اور (غلامی سے) گردنیں آزاد کرانے میں اور قرض داروں کے لئے اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لئے مقرر کئے ہوئے (صدقات) ہیں۔ اللہ کی طرف سے اور اللہ بہت جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔" منافقین میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچاتے رہتے اور غلط قسم کا پروپیگنڈہ کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی ایسی باتیں منسوب کرتے جو کہ پیغمبرِ خدا کے لئے تو درکنار ایک عام شریف آدمی کے لئے بھی مناسب نہ تھیں۔ آیت ربانی ملاحظہ ہو:

((وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ ۚ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ ۚ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦١﴾)) (14)

"اور ان میں سے کچھ وہ لوگ ہیں جو نبی کو ایذاء پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ تو کان (کے کچے) ہیں۔ فرما دیجئے! وہ ہر ایک کی بات سنتے ہیں، تمہاری بھلائی کے لئے یقین رکھتے ہیں اللہ پر اور یقین کرتے ہیں مسلمانوں کی بات کا اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو تم میں سے ایمان لائے اور جو لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچاتے ہیں۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔" بزدلی منافقین کی (ان کے) بال بال میں سرایت کر چکی تھی۔ وہ اپنے اندر اتنی جراءت ہی نہ پاتے تھے کہ مسلمانوں کے بارے میں کھل کر اپنے خیالات کا اظہار کر سکیں بلکہ ان کی زندگی کا دارومدار جھوٹ، فریب اور مکاری پر ہی تھا۔ جھوٹ ان کی غذا بن چکی تھی۔

((يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَن يُرْضُوهُ إِن كَانُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٦٢﴾ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَن يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ﴿٦٣﴾)) (15)

"(اے مسلمانو!) وہ (منافق) تمہارے لئے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تمہیں راضی کر لیں، اللہ اور اس کے رسول کا حق زیادہ تھا کہ وہ (لوگ) انہیں راضی کرتے اگر وہ مومن ہوتے۔

کیا انہوں نے نہیں جانا کہ جس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی تو اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے۔ وہ اس پر ہمیشہ رہے گا۔ یہ بہت بری ذلت ہے۔" منافقوں کی اخروی انجام کے ساتھ ہی ان کی دنیاوی زندگی کی حقیقت بھی منکشف کر دی۔

((يَحْذَرُ الْمُنَافِقُونَ أَن تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُم بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلِ اسْتَهْزِئُوا إِنَّ اللَّهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُونَ ﴿﴾ وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ﴿﴾ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ إِن نَّعْفُ عَن طَائِفَةٍ مِّنكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿﴾ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُم مِّن بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمُنكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ ۚ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ ۗ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿﴾ وَعَدَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللَّهُ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿﴾)) (16)

"منافق ڈرتے ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی سورت نازل کر دی جائے جو انہیں اس چیز سے خبر دار کر دے جو منافقوں کے دلوں میں ہے۔ آپ فرما دیں مذاق اڑاتے رہو۔ بے شک اللہ اس چیز کو ظاہر کرنے والا ہے جس کا تمہیں خوف ہے۔ اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ کہیں گے ہم تو صرف دل لگی اور کھیل کرتے تھے۔ فرما دیجئے! کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کا تم مذاق اڑاتے ہو؟ بہانے نہ بناؤ۔ بے شک تم کافر ہو گئے۔

اپنا ایمان ظاہر کرنے کے بعد اگر ہم تم میں سے بعض لوگوں کو معاف کر دیں تو بعض کو عذاب بھی ضرور دیں گے، اس وجہ سے کہ وہ مجرم تھے۔ منافق مرد اور منافق عورتیں (نفاق میں) سب ایک جیسے ہیں، برائی کرنے کو کہتے ہیں اور بھلائی سے روکتے ہیں اور اپنی مٹھی بند رکھتے ہیں۔ وہ اللہ کو بھول بیٹھے تو اللہ نے بھی انہیں (ان کے حال پر) چھوڑ دیا۔ بے شک منافقین ہی نافرمان ہیں۔ اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے جہنم کا وعدہ فرمایا۔ اس میں ہمیشہ رہیں گے وہ انہیں کافی ہے۔ اور اللہ نے ان پر لعنت فرمائی اور ان پر ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔

" پھر اللہ نے منافقوں سے قہری لہجے میں فرمایا:

((كَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنكُمْ قُوَّةً وَأَكْثَرَ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُم بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِن قَبْلِكُم بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا ۚ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿﴾ أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَقَوْمِ إِبْرَاهِيمَ وَأَصْحَابِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكَاتِ ۚ أَتَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ ۖ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٠﴾)) (17)

"(منافقو! تم ایسے ہی ہو) جیسے تم سے پہلے لوگ، وہ تم سے زیادہ طاقتور تھے اور مال و اولاد میں بھی تم سے زیادہ تھے، انہوں نے اپنے حصے میں فائدہ اٹھایا تو تم نے بھی اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا جیسے تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا (تھا) اور تم بے ہودہ کاموں میں پڑ گئے جیسے وہ پڑے تھے، ان کے عمل بیکار ہو گئے دنیا میں اور آخرت میں، اور وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔ کیا ان کے پاس ان لوگوں کی خبر نہ پہنچی جو ان سے پہلے تھے،

نوح کے لوگوں کی اور عاد و ثمود کی اور ابراہیم کے لوگوں کی اور مدین والوں کی اور ان بستیوں (والوں) کی جو الٹ دی گئیں، ان کے رسول ان کے پاس روشن دلیلیں لے کر آئے تو اللہ (کی شان کے لائق) نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ اپنی جانوں پر آپ ظلم کرتے ہیں۔" منافقین اپنے آپ کو مومن ظاہر کرتے تھے، اللہ نے مومنین کے اوصاف اس آیت میں یوں بیان فرمائے:

((يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿﴾))

(18) "نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں، وہی لوگ ہیں جن پر اللہ عنقریب رحم کرے گا، بے شک اللہ بہت غلبہ والا بڑی حکمت والا ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منافقین سے بہترین سلوک تھا۔ آخر ان کی اس خبیث فطرت کی وجہ سے رب العزت نے اپنے نبی سے فرمایا:

((يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿﴾ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا ۚ وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِن فَضْلِهِ ۚ فَإِن يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۖ وَإِن يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿﴾)) (19)

"اے نبی! جہاد کیجئے کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔ (منافق) اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے نہیں کہا اور بے شک انہوں نے کفر کی باتیں کہی ہیں اور اپنے اسلام کے بعد وہ کافر ہو گئے۔

اور انہوں نے اس چیز کا ارادہ کیا تھا جو ان کو نہ ملی اور نہ برا لگا انہیں، مگر یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا تو اگر وہ توبہ کریں تو ان کے لئے بہتر ہو گا اور اگر روگردانی کریں تو اللہ انہیں دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دے گا اور ان کے لئے زمین میں کوئی حمایتی اور مددگار نہ ہو گا۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگی تیاریوں میں مصروف تھے اور منافقین اپنے گھروں میں بیٹھے خوشیاں منا رہے تھے۔

کبھی گرمی کا شدت کا شکوہ اور کبھی اپنے گھروں کے محفوظ نہ ہونے کا تذکرہ۔ اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: ان منافقین کو بتا دو کہ جہنم کی گرمی اس گرمی سے کہیں زیادہ ہے۔

((فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللَّهِ وَكَرِهُوا أَن يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَالُوا لَا تَنفِرُوا فِي الْحَرِّ ۗ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا ۚ لَّوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ ﴿﴾)) (20)

"پیچھے رہ جانے والے (جنگ میں) رسول اللہ کے پیچھے بیٹھ رہنے سے خوش ہوئے اور انہوں نے ناپسند کیا اس بات کو کہ (کافروں سے) اپنے جان و مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور انہوں نے کہا کہ اس گرمی میں نہ نکلو۔ فرما دیجئے دوزخ کی آگ سب سے زیادہ گرم ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر وہ سمجھتے۔" بعض دیہاتی لوگ بھی منافقین کی ڈگر پر چل پڑے اور انہوں نے اسی راستے کو اپنے لئے منتخب کر لیا۔ جیسا کہ قرآن حکیم بتاتا ہے:

((وَجَاءَ الْمُعَذِّرُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِينَ كَذَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٩٠﴾)) (21)

"اور بہانہ بنانے والے دیہاتی آئے کہ انہیں رخصت دی جائے اور بیٹھ گئے۔ وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا۔ عنقریب ان میں سے کفر کرنے والوں کو دردناک عذاب پہنچے گا۔" مسلمانوں کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

(لَٰكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ) (22)

"لیکن رسول اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے (کافروں سے) اپنے مال و جان کے ساتھ جہاد کیا۔" وہ بے سروسامان لوگ بھی میدان جہاد میں کودنے کے لئے تیار تھے جن کے پاس سواری تک نہ تھی ان کے لئے میدان جہاد تک پہنچنا ہی ممکن نہ تھا وہ رسول اللہ کے پاس آئے۔

((إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوا وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنفِقُونَ ﴿﴾)) (سورۃ التوبہ: آیت 92)

"وہ آپ کے جب اس لئے حاضر ہوئے کہ آپ انہیں (جہاد کے لئے) سواری دے دیں تو آپ نے فرمایا کہ میں وہ چیز نہیں پاتا جس پر تمہیں سوار کر دوں، وہ اس حال میں لوٹے کہ ان کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ اس غم میں کہ وہ چیز نہیں پاتے اس چیز کو جسے وہ خرچ کریں۔"

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں میں سے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سواریاں مانگنے آئے تھے، وہ کہتے تھے مجھے میرے دوستوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سواریاں مانگنے کے لئے بھیجا۔ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں تھے، مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ غصہ میں ہیں، میں نے سواریاں طلب کیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کی قسم! میں انہیں کوئی سواری نہیں دے سکتا" مسلم میں ہے: "میرے پاس سواریاں نہیں ہیں کہ میں ان میں سے سواریاں دوں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ سن کر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ غمزدہ حالت میں واپس چلے گئے۔ انہیں یہ بھی ڈر تھا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر تو غصہ نہیں آیا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے تو ناراض نہیں ہیں) انہوں نے واپس جا کر اپنے دوستوں سے یہ واقعہ بیان کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے انہیں آواز دی۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ حضرت بلال نے ان سے کہا کہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا رہے ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ دو اونٹ لے جاؤ، یہ دو اونٹ لے جاؤ، یہ دو اونٹ لے جاؤ" یہ اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے

خریدے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اپنے دوستوں سے کہنا کہ یہ اونٹ تمہیں اللہ نے سواری کے لئے دیئے ہیں" انہوں نے اپنے دوستوں سے جا کر یہ بات کہہ دی (پھر انہیں خیال آیا کہ وہ لوگ کہیں ان کو جھوٹا نہ سمجھیں، اس لئے کہ ابھی تو انہوں نے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سواریاں نہیں ہیں اور اب یہ سواریاں انہیں لے جا کر دے رہے ہیں) انہوں نے اپنے دوستوں سے کہا: "اللہ کی قسم! میں تم کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک میں تم کو ان لوگوں کے پاس نہ لے چلوں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انکار کرتے ہوئے سنا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم میری بات کو جھوٹ سمجھو" دوستوں نے کہا: "تم سچے ہو اور اگر تم تصدیق کرنا بہتر سمجھتے ہو تو ہم ایسا بھی کر لیں گے" الغرض حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ان میں سے ایک آدمی کو لے کر ان لوگوں کے پاس پہنچے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انکار کرتے ہوئے سنا تھا۔

ان لوگوں نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی۔(22) کچھ دیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مال غنیمت کے کچھ اور اونٹ آ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان میں سے پانچ اونٹ ابو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کو دے دیئے جائیں، حکم کی تعمیل میں پانچ اونٹ انہیں دے دیئے گئے۔ جب وہ اونٹ لے کر چلے گئے تو انہیں خیال آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ نہ دینے کی قسم کھائی تھی۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم یاد نہ دلائی۔ ایسی صورت میں ہم کبھی بھی فلاح نہیں پا سکتے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں قسم یاد دلانے کے لئے روانہ کیا۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سواری نہ دیں گے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سواری دے دی" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں (میں نے قسم کھائی تھی) لیکن جب میں کسی بات پر قسم کھا لیتا ہوں اور پھر کسی دوسری بات کو اس سے زیادہ مناسب سمجھتا ہوں تو زیادہ مناسب بات کو اختیار کر لیتا ہوں اور قسم کا کفارہ دے دیتا ہوں" (24) تمام تیاریاں مکمل کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں چھوڑ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (تسلی دیتے ہوئے) فرمایا: "کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارون تھے (یعنی جس طرح موسیٰ علیہ السلام ہارون علیہ السلام کو چھوڑ کر کوہ طور پر چلے گئے تھے۔ اسی طرح میں بھی تمہیں اس عارضی غیر حاضری میں چھوڑ کر جا رہا ہوں) ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا" (25) حضرت کعب بن مالک اس جہاد میں شریک نہ ہو سکے وہ خود بیان کرتے ہیں کہ اس سے پہلے میں کبھی اتنا قوی اور اتنا فارغ البال نہیں تھا۔

اللہ کی قسم! اس سے پہلے کسی بھی لڑائی میں میں نے اپنے لئے دو سواریاں جمع نہ کی تھیں۔ اس لڑائی میں میں نے دو سواریاں تیار کر رکھی تھیں (اور شریک جہاد ہونے کا پختہ ارادہ تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عموماً یہ طریقہ تھا کہ جب آپ کسی جنگ کے لئے تشریف لے جاتے تو اس کو صراحتاً ظاہر نہ فرماتے بلکہ دوسری لڑائی کے ضمن میں اس کا بھی ذکر فرما دیتے۔ لیکن اس لڑائی میں کیونکہ منزل بہت دور تھی، دور دراز کا سفر تھا، سخت گرمی کا موسم تھا اور کفار کی تعداد بہت زیادہ تھی، مسلمان سمجھ چکے تھے کہ ان کا مقابلہ کثیر تعداد فوجوں سے ہو گا، لہٰذا آپ نے بھی صاف بتا دیا کہ کس سے مقابلہ ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمان بھی کثیر تعداد میں تھے۔ مسلم میں ہے: "ان کی تعداد دس ہزار سے زائد تھی" رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حاضری کا کوئی (باقاعدہ) رجسٹر نہیں ہوتا تھا اور نہ حاضری رجسٹر کی چنداں ضرورت تھی کیونکہ ہر شخص سمجھتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر بات بذریعہ وحی معلوم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا کوشش کرتا تھا کہ غیر حاضر نہ رہے (ورنہ اس کی غیر حاضری کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی ہو جائے گا) حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تمام مسلمانوں نے جنگ کی تیاری مکمل کر لی اور میں کاہلی سے کام لیتا رہا۔ میں یہ سمجھتا تھا جب چاہوں گا تیاری کر لوں گا، میں اس پر قادر ہوں، میں آج کل، آج کل کرتا رہا، یہاں تک کہ کافی وقت گزر گیا۔ درختوں پر بہار آ رہی تھی، پھل پختہ ہو چکے تھے، یہی چیزیں میری توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھیں (اور میں ان میں اُلجھ کے رہ گیا۔) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار سے مقابلہ کی جلدی تھی۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزید انتظار کئے بغیر جمعرات کے دن بوقت صبح مدینہ منورہ سے روانہ ہو گئے۔ حضرت کعب بن مالک نے ابھی تک کوئی سامان نہ کیا تھا۔

انہوں نے سوچا کہ سامان مہیا کر کے ایک دن بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راستہ میں جاملوں گا، لہٰذا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ نہ ہوئے، لیکن پھر وہ آج کل آج کل کرتے رہے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ بڑی تیزی کے ساتھ سفر کرتے ہوئے تبوک کے مقام پر پہنچ گئے۔ حضرت کعب فرماتے ہیں: ''میں نے قصد کیا اب بھی روانہ ہو جاؤں اور کاش میں چل دیتا تو کتنا اچھا ہوتا، لیکن (افسوس یہ جہاد) میری قسمت میں نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کے بعد جب میں گھر سے نکلتا تو منافقوں اور معذوروں سے ملاقات ہوتی (اور کوئی نظر نہ آتا) مجھے اس بات سے سخت صدمہ ہوتا تھا۔ (26) دوران سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام حجر سے گزرے، جہاں قوم ثمود رہتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں اترے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس عذاب زدہ علاقہ کے کنویں کا پانی نہ بھریں اور نہ یہاں کا پانی پئیں۔ لوگوں نے کہا: ''ہم نے تو پانی بھر لیا اور اس سے آٹا بھی گوندھ لیا'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آٹا پھینک دو اور پانی بہادو اور صرف اس کنویں سے پانی بھرو جس کنویں سے (حضرت صالح علیہ السلام کی) اونٹنی پانی پیتی تھی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ عذاب سے ہلاک کردہ لوگوں کی بستی میں داخل نہ ہوں مگر اس حال میں کہ رو رہے ہوں اور اگر رونا نہ آئے تو داخل نہ ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ جو عذاب ان پر نازل ہوا تھا ان پر نازل ہو جائے'' مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر سے اپنا سر ڈھانک لیا (اپنی سواری پر سوار ہوئے) اور اس کو تیزی کے ساتھ چلاتے ہوئے اس (معذب) وادی سے جلدی سے گزر گئے۔ (27) راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادی القریٰ سے گزرے۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عورت ملی جو اپنے باغ میں تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''اس باغ کے پھلوں کا اندازہ لگاؤ'' مسلم میں ہے (صحابہ رضی اللہ عنہم نے) اندازہ لگایا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اندازہ لگایا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندازہ میں وہ پھل وزن میں دس وسق تقریباً پچاس من تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا: ''جب پھل اتریں تو ان کی ناپ (تول) کر لینا'' (28) سفر جاری تھا، دوران سفر ایک دن (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقام پر پڑاؤ کیا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خیمہ لگایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز میں تاخیر کی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیمہ سے باہر تشریف لائے اور ظہر اور عصر کو ملا کر ادا کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیمہ میں تشریف لے گئے، کچھ عرصہ بعد یعنی (کافی دیر بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مغرب اور عشاء کو ملا کر پڑھا۔ نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کل تم ان شاء اللہ تبوک کے چشمہ پر پہنچ جاؤ گے'' لیکن دن نکلنے سے پہلے نہیں پہنچ سکتے (جب تم وہاں پہنچو تو) تم میں

سے کوئی شخص بھی جو چشمہ کے پاس جائے تو اس کے پانی کو ہاتھ نہ لگائے، جب تک میں وہاں نہ پہنچ جاؤں" الغرض دوسرے دن مسلمان اس چشمہ پر پہنچ گئے۔ ان میں سے دو آدمی باقی تمام لوگوں سے پہلے وہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے پانی کو ہاتھ لگایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں آدمیوں سے پوچھا کیا تم نے چشمہ کے پانی کو ہاتھ لگایا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ملامت کی، انہوں نے کہا: جی ہاں! اور جو کچھ اللہ نے چاہا، آپ نے کہا: چشمہ میں جوتی کے تسمے کے برابر پانی تھا۔ جو بہت آہستہ آہستہ بہہ رہا تھا۔ لوگوں نے چلوؤں سے تھوڑا تھوڑا پانی لے کر ایک برتن میں جمع کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چہرہ مبارک اور ہاتھ اس میں دھوئے۔

پھر وہ پانی چشمے میں ڈال دیا گیا۔ پانی ڈالتے ہی چشمہ جوش مارنے لگا، یہاں تک کہ لوگوں نے (آدمیوں اور جانوروں کو) پانی پلایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے معاذ! اگر تمہاری زندگی رہی تو تم دیکھو گے کہ اس (چشمہ) کا پانی باغوں کو سیر اب کرے گا" (29) تبوک کے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا (اور دشمن کا انتظار کرنے لگے) ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آج رات کو سخت آندھی آئے گی، لہٰذا تم میں سے کوئی شخص کھڑا نہ ہو، جس کے پاس اونٹ ہو، اسے چاہئے کہ اسے باندھ دے" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حکم کی تعمیل کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق رات کو سخت آندھی آئی، ایک شخص (اتفاق سے) کھڑا ہو گیا۔ ہوا نے اسے اڑا کر طَیّی پہاڑ پر پھینک دیا۔ (30) ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک ہی میں قیام فرما تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا: "سترہ کتنا اونچا ہونا چاہئے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر" (یعنی تقریباً 26 سینٹی میٹر) ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

((هُوَ الَّذِي أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ ۖ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ ۗ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۗ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٧﴾)) (31)

اس آیت کی تلاوت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑتے ہیں (تو سمجھ لو کہ) وہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے (اس آیت میں) کیا ہے۔ ایسے لوگوں سے بچتے رہنا۔ (32) (یہ لوگ اس قابل نہیں کہ ان کی صحبت میں رہا جائے) راستہ میں کہیں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا۔

البتہ تبوک کے قیام کے دوران ایک دن جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ کعب رضی اللہ عنہ نے کیا کیا کہ (جہاد کے لئے) نہ آئے" قبیلہ بنو مسلمہ کے ایک شخص نے کہا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! دولت اور تکبر نے انہیں آنے سے باز رکھا" حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا: "اے شخص بہت بری بات کہی" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم، ہم ان کے متعلق سوائے بہتری کے اور کچھ نہیں جانتے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ (33) اتنے میں ایک سفید پوش آدمی دور سے ریگستان میں آتا ہوا نظر آیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ ہوں گے" جب وہ واپس آئے تو معلوم ہوا کہ وہ واقعی ابو خیثمہ انصاری ہی ہیں۔(34) اثناء قیام میں کچھ دن بعد زاد اراہ ختم ہو گیا، لوگ فاقہ کی تکلیف میں مبتلا ہو گئے حتیٰ کہ کھجور کی گٹھلیاں چوستے اور پانی پی لیتے۔ جب فاقہ کی تکلیف زیادہ ہو گئی تو لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیں تو ہم اپنے اونٹ نحر کر لیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: "اے رسولِ خدا! اگر ایسا کیا گیا تو سواریاں کم ہو جائیں گی۔ ایسا کیجئے کہ باقی بچا ہوا زاد راہ منگوا لیجئے اور برکت کی دعا فرمائیے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اچھا" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستر خوان منگوایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بچھایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ باقی ماندہ زاد راہ لے آؤ۔ حکم کی تعمیل میں ایک مٹھی جوار لایا۔ کوئی ایک مٹھی جو لایا، کوئی ایک مٹھی کھجور اور کوئی روٹی کے ٹکڑے لایا۔ یہاں تک کہ تھوڑا سا کھانا جمع ہو گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا کی۔ پھر فرمایا: "اپنے اپنے برتن بھر لو" لوگوں نے برتن بھرنے شروع کئے، حتیٰ کہ پورے لشکر میں جتنے برتن تھے سب بھر لئے، پھر سب نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا اور کھانا پھر بھی بچ گیا۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ (کارساز مددگار)، حاکم و معبود، برکت دینے والا اور تنگی کرنے والا نہیں۔ اور (میں گواہی دیتا ہوں) کہ بے شک میں اللہ کا رسول ہوں۔ جو شخص بغیر شک کے ان دونوں کلمات کے ساتھ اللہ سے ملے گا وہ جنت میں داخل ہونے سے نہیں روکا جائے گا۔" (35) حضرت یعلیٰ بن امیہ کا ایک مزدور بھی اس سفر میں شریک تھا اس کی ایک شخص سے لڑائی ہو گئی۔ ان میں سے ایک شخص نے دوسرے شخص کی انگلی کو دانتوں سے کاٹا، اس شخص نے اپنی انگلی کو کھینچ کر باہر نکالا تو (انگلی کاٹنے والے) شخص کے دانت گر پڑے۔ وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی (اور قصاص دانت کا مطالبہ کیا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دانت کا قصاص نہ دلوایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا وہ اپنی انگلی تمہارے منہ میں رہنے دیتا کہ اسے اونٹ کی طرح چبا ڈالتے۔" (36) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے، اتنے میں حضرت عوف بن مالک خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت سے پہلے یہ سات باتیں ضرور ہوں گی انہیں شمار کر لو۔

(سب سے پہلے) میری موت پھر بیت المقدس کی فتح پھر موتان کی بیماری تم لوگوں میں اس طرح پھیل جائے گی جس طرح بکریوں میں عکاس نامی بیماری پھیلتی ہے، پھر مال کی کثرت اتنی ہو جائے گی کہ اگر کسی شخص کو سو اشرفیاں دی جائیں پھر بھی وہ ناخوش ہی رہے گا۔ پھر ایک فتنے اٹھے گا اور عرب کا کوئی گھر ایسا نہ بچے گا کہ جس میں وہ داخل نہ ہو۔ پھر تمہارے اور رومیوں کے درمیان ایک صلح ہو گی۔

رومی بدعہدی کریں گے اور اسی جھنڈوں کے ساتھ ہمارے مقابلہ کو آئیں گے، ہر جھنڈے کے ساتھ 12000 (بارہ ہزار) آدمی ہوں گے۔" ایک دن رسول صلی اللہ علیہ وسلم قبل نماز فجر قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم موزے پہنے ہوئے تھے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ایک لوٹا لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے (قضائے حاجت کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

وضو کیا۔ حضرت مغیرہ پانی ڈالتے جارہے تھے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ دونوں ہاتھوں کو دھویا۔ منہ دھونے کے بعد آپ نے کلائیاں دھونے کا ارادہ کیا تو معلوم ہوا کہ جبہ کی آستینیں بہت تنگ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھوں کو جبہ کے نیچے سے نکالا۔

پھر ان کو دھویا (پیروں کو دھونے کی بجائے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا۔ وضو کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے، اسی اثناء میں لوگوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو امام بنا کر نماز شروع کر دی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ حضرت عبدالرحمان کو پیچھے ہٹانے کا ارادہ کیا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہنے دو، یہ کہہ کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں داخل ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جماعت کے ساتھ صرف ایک رکعت ملی۔

جب حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور نماز پوری کر لی (نماز کے بعد جب لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بحیثیت مقتدی نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا) تو بہت خوفزدہ ہو گئے اور کثرت سے تسبیح پڑھنے لگے۔ جبرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو فرمایا: ”تم نے اچھا کیا“ (38) ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقام تبوک میں قیام فرما تھے، مسلم کے الفاظ میں (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایلہ کے بادشاہ ابن علماء کا قاصد حاضر ہوا۔ یہ قاصد بادشاہ ایلہ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام خط لے کر آیا تھا) اسی قاصد کے ہمراہ ایلہ کے بادشاہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سفید خچر اور ایک چادر ہدیتاً بھیجی۔ مسلم کے الفاظ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خط کا جواب لکھا) ایک چادر تحفہ میں روانہ کی اور اس کو اس کے ملک پر برقرار رکھا۔ (39) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے اس بات سے مدد دی گئی ہے کہ ایک مہینہ کی مسافت سے (دشمن پر) میرا رعب پڑتا ہے“ (40) (الغرض دشمن مرعوب ہو کر مقابلہ کے لئے نہ آیا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دن تبوک میں قیام فرمانے کے بعد مدینہ منورہ واپس ہوئے۔ واپسی پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادی القریٰ سے گزرے تو باغ والی عورت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تمہارے باغ میں کس قدر پھل نکلا، اس نے کہا: ”دس وسق یعنی اسی قدر کہ جس قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندازہ لگایا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں مدینہ جلدی جانا چاہتا ہوں۔ جو شخص میرے ساتھ جلدی جانا چاہے وہ جلدی کرے“ (41) (پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیزی کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ ہوئے) ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے راستہ میں ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے حال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ ۚ قُل لَّا تَعْتَذِرُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّأَنَا اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ ۚ وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ
وَرَسُولُهُ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿﴾ سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انقَلَبْتُمْ
إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ إِنَّهُمْ رِجْسٌ ۖ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿﴾ يَحْلِفُونَ لَكُمْ
لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۖ فَإِن تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿﴾ الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَلَّا
يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿﴾ وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَن يَتَّخِذُ مَا يُنفِقُ مَغْرَمًا وَيَتَرَبَّصُ بِكُمُ

الدَّوَائِرَ ۚ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿﴾ وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَن يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنفِقُ قُرُبَاتٍ عِندَ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ ۚ أَلَا إِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ۚ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿﴾)) (42)

"وہ تمہارے سامنے بہانے بنائیں گے جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیں: تم کوئی بہانہ نہ بناؤ، ہم تمہاری بات کا ہر گز یقین نہ کریں گے، اللہ نے تمہارے حالات سے ہمیں باخبر کر دیا ہے اور اب اللہ تمہارے کام دیکھے گا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، پھر تم لوٹائے جاؤ گے اس کی طرف، جو ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے، وہ تمہیں بتائے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔ اب وہ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے جب تم ان کی طرف پلٹ کر جاؤ گے تا کہ ان کی بداعمالیوں سے تم نظر ہٹائے رکھو تو (اے مسلمانو) تم ان کی طرف التفات نہ کرو، بے شک وہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ یہ سزا ہے ان کی جو وہ کرتے تھے، وہ تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے تا کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ تو اگر تم ان سے راضی ہو (بھی) جاؤ تو بے شک اللہ راضی نہ ہو گا نافرمانی کرنے والے لوگوں سے، دیہاتی (منافق) کفر اور نفاق میں بہت زیادہ سخت ہیں اور اپنی شدت کفر و نفاق کے باعث، اسی لائق ہیں کہ احکام شرعیہ سے جاہل رہیں جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے اور اللہ بہت جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے اور بعض دیہاتی وہ ہیں جو تاوان ٹھہراتے ہیں اس چیز کو وہ جسے وہ خرچ کرتے ہیں اور تم پر زمانہ کی گردشوں کے منتظر ہیں۔ بڑی گردش انہی پر (مسلط) ہے اور اللہ بہت سننے والا بہت جاننے والا ہے اور دیہاتیوں میں سے بعض وہ ہیں جو اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہیں اور اپنے خرچ کرنے کو اسباب قرب الٰہی اور رسول کی دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

خبر دار! بے شک وہ ان کے لئے قرب الٰہی کا سبب ہے۔ عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔" پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ اچھا ہوا یہ منافقین تمہارے ساتھ جہاد کے لئے نہیں گئے۔

((وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً وَلَٰكِن كَرِهَ اللَّهُ انبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيلَ اقْعُدُوا مَعَ الْقَاعِدِينَ ﴿﴾ لَوْ خَرَجُوا فِيكُم مَّا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَأَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيكُمْ سَمَّاعُونَ لَهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿﴾ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِن قَبْلُ وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ حَتَّىٰ جَاءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَارِهُونَ ﴿﴾))

(43) "اور اگر وہ نکلنا چاہتے تو اس کے لئے سامان کی تیاری کرتے لیکن اللہ نے ان کے اٹھنے کو ناپسند فرمایا تو انہیں پست ہمت کر دیا اور کہہ دیا گیا کہ تم بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو اور اگر تم میں (شامل ہو کر) نکلتے تو تمہارے لئے فساد ہی کو زیادہ کرتے اور تمہارے درمیان (جھوٹی افواہیں پھیلانے میں) تیزی سے دوڑ دھوپ کرتے تم میں فتنہ ڈالنے کے لئے اور تم میں ان کے جاسوس موجود ہیں۔ اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ بے شک انہوں نے پہلے بھی فتنہ پھیلانے کی کوشش کی اور انہوں نے آپ کے لئے کئی تدبیروں کو پلٹا یہاں تک کہ حق آیا اور اللہ کا حکم غالب ہوا اور وہ اس کو ناپسند کرتے رہے۔" اسی زمانہ میں منافقین نے ایک اور سازش تیار کی وہ سازش یہ تھی:

((وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِن قَبْلُ)) (44)

"اور وہ لوگ جنہوں نے مسجد بنائی ضرر پہنچانے کفر کرنے اور مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے اور کمین گاہ بنانے کے لئے اس شخص کو جو پہلے سے جنگ کر رہا ہے اللہ اور اس کے رسول سے۔" اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس سازش سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

((وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ ۖ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۰﴾ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا ۚ لَّمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ﴿۰﴾ أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَم مَّنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۰﴾ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا أَن تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۰﴾)) (45)

"اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے بھلائی کے سوا کسی چیز کا ارادہ نہیں کیا اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں۔ آپ اس مسجد میں کبھی کھڑے نہ ہوں البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں اس میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب پاک ہونے والوں کو پسند فرماتا ہے تو کیا جس نے اللہ سے ڈرنے اور اس کی رضا پر اپنی عمارت (مسجد) کی بنیاد قائم کی وہ اچھا ہے یا وہ شخص جس نے ایسے گڑھے کے کنارے پر اپنی عمارت کی بنیاد رکھی جو گرنے کے قریب ہے تو وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں گر پڑا اور ظلم کرنے والی قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ ان کی وہ عمارت جو انہوں نے بنائی (گرنے کے) شک وشبہ کی وجہ سے ہمیشہ ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی مگر یہ کہ ان کے دل پارہ پارہ ہو جائیں۔ اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔" حضرت کعب بن مالک کو جب یہ خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لا رہے ہیں تو ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ کوئی ایسا حیلہ سوچنا چاہیے جس میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خفگی سے بچ جائیں۔ انہوں نے اس سلسلہ میں اپنے گھر کے ذی عقل لوگوں سے بھی مشورہ لیا (لیکن وہ کوئی فیصلہ نہ کر سکے) پھر جب انہیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے بالکل قریب پہنچ چکے ہیں تو یہ خیال بالکل ان کے دل سے جاتا رہا (انہوں نے حیلہ بنانے کا خیال ترک کر دیا) انہیں یقین ہو گیا کہ جھوٹ بول کر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ سے نہیں بچ سکتے لہٰذا انہوں نے قطعی طور پر فیصلہ کر لیا کہ وہ سچ ہی بولیں گے۔

(خواہ اس کا انجام کچھ ہی ہو) (46) حضرت سائب رضی اللہ عنہ اور دوسرے بچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے مدینہ منورہ سے باہر گئے اور ثنیۃ الوداع کی گھاٹی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی۔ (47) صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز ادا کی، پھر لوگوں سے ملنے کے لئے مسجد نبوی میں بیٹھ گئے۔

منافقین بھی آئے اور جیسا کہ اللہ نے پہلے ہی بتا دیا تھا۔ عدم شرکت کے لئے اپنے عذر پیش کرنے لگے اور قسمیں کھا کھا کر اپنی مجبوری کا اظہار کیا۔ ان لوگوں کی تعداد اسی سے کچھ زیادہ تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عذر قبول فرمائے۔

ان سے (از سر نو) بیعت لی اور (ان کی ظاہری توبہ پر) ان کے لئے مغفرت کی دعا مانگی اور ان کے دل کے بھیدوں کو اللہ کے سپرد کیا۔(48) ان منافقین میں پندرہ آدمی عقبہ والے کہلاتے ہیں۔ ان میں سے تین آدمیوں نے یہ عذر کیا، ہم نے منادی کی آواز نہیں سنی اور نہ ہمیں یہ معلوم ہو سکا کہ لوگوں کا کیا ارادہ ہے ؟(یعنی ہمیں جنگ میں جانے کی کوئی اطلاع نہیں ملی، لہٰذا ہمیں معذور سمجھا جائے۔(49) اللہ نے فرمایا:

((وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ ۖ وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٠٥﴾)) (50) "اور فرما دیجئے، تم عمل کرتے رہو تو عنقریب اللہ تمہارے عمل کو دیکھ لے گا اور اس کا رسول اور ایمان والے اور عنقریب تم لوٹائے جاؤ گے اس کی طرف جو ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے۔ تو وہ تمہیں خبر دے گا ان سب کاموں کی جو تم کرتے تھے۔" ((وَآخَرُونَ مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ اللَّهِ إِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَإِمَّا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٠٦﴾)) (51) "اور (کچھ) دوسرے ہیں جو موخر کئے گئے اللہ کا حکم آنے تک، چاہے تو انہیں عذاب دے یا ان پر رجوع برحمت ہو اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔" حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور السلام علیکم کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ سے خفگی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہاں آؤ" حضرت کعب رضی اللہ عنہ سامنے جا کر بیٹھ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم جنگ میں کیوں شریک نہیں ہوئے ؟ کیا تم نے سواری نہیں خریدی ؟" حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "جی ہاں میں نے سواری خرید لی تھی" پھر کہا: "اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! اگر میں دنیا والوں میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کے پاس (جوابدہی کے لئے) بیٹھا ہوتا تو میں ضرور کسی نہ کسی بہانے سے اس کے غصہ سے اپنے آپ کو بچا لیتا۔ اللہ کی قسم! مجھے بحث کرنے کا خوب ملکہ ہے، لیکن اللہ کی قسم! میں سمجھتا ہوں کہ اگر میں جھوٹ بول کر آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی بھی کر لوں تو عنقریب اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (پھر) مجھ سے ناراض کر دے گا اور اگر میں سچ سچ کہہ دوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے اس وقت تو ناراض ہو جائیں گے (لیکن پھر عنقریب مجھ سے خوش ہو جائیں گے کیونکہ) میں اس معاملہ میں اللہ سے معافی کی امید رکھتا ہوں۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے کوئی عذر نہیں تھا۔

اللہ کی قسم! میں ایسا قوی اور فارغ البال بھی کبھی نہیں تھا جتنا کہ اس موقع پر (تھا)" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انہوں نے بالکل سچ سچ کہہ دیا" پھر آپ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "تم جاؤ، یہاں تک کہ اللہ تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ کرے" حضرت کعب اٹھ کر چلے، قبیلہ بنو سلمہ کے کچھ لوگ بھی اٹھ کر ان کے ساتھ چلے۔ راستہ میں وہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: "اللہ کی قسم! ہمیں تو علم نہیں کہ اس سے پہلے تم نے کبھی کوئی گناہ کیا ہے۔ جس طرح منافقین نے عذر پیش کیا۔ اسی طرح عذر پیش کرنے سے تم عاجز تھے ؟ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ اس گناہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے مغفرت کافی ہو گی" غرضیکہ یہ لوگ انہیں برابر ملامت کرتے رہے، یہاں تک کہ انہوں نے چاہا کہ واپس جا کر تکذیب کر دیں (یعنی یہ کہیں کہ جو پہلے کہا تھا وہ صحیح نہیں تھا، انہیں یہ وسوسہ آ ہی رہا تھا کہ اسی دوران) انہوں نے پوچھا: "کیا اس حال میں کوئی اور میرا شریک ہے ؟" ان لوگوں نے کہا: "ہاں دو شخص اور ہیں جنہوں نے وہی کہا ہے جو تم نے کہا ہے اور ان سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی فرمایا ہے جو تم سے فرمایا ہے" حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "وہ دونوں کون ہیں" انہوں نے کہا: "حرارہ بن ربیع عمری اور بلال بن امیہ واقفی" یہ سن کر حضرت کعب نے سوچا یہ دونوں بڑے صالح آدمی ہیں، جنگ بدر میں شریک ہو چکے ہیں، ان کے رویہ میں میرے لئے بڑا اچھا نمونہ ہے (ان کے ہی طریقہ پر مجھے سچائی پر قائم رہنا چاہیے)

اس کے بعد وہ لوگوں سے آگے نکل گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ان تینوں سے بات کرنے کی ممانعت کر دی۔ ممانعت کے بعد تمام مسلمان ان سے دور رہنے لگے اور بالکل ایسے ہو گئے گویا ان سے شناسائی ہی نہیں تھی۔

حضرت مرارہ رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ دونوں نے اپنے گھروں سے نکلنا بند کر دیا۔ انہوں نے (رات، دن) رونا شروع کر دیا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے ایک نوجوان اور طاقتور آدمی تھے، لہٰذا وہ برابر مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے (مسجد) آتے رہے اور بازار میں بھی آتے جاتے تھے لیکن ان سے کوئی بات نہ کرتا تھا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھی حاضر ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد اپنی (نماز کی) جگہ بیٹھے ہوتے، وہ آتے اور آپ کو سلام کرتے اور یہ دیکھتے رہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب دینے میں اپنے ہونٹ ہلائے یا نہیں۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی نماز پڑھنے لگتے اور کن انکھیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتے (کہ آپ ان کی طرف دیکھتے ہیں یا نہیں) حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ "جب میں نماز میں ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوتے اور جب میں نماز پڑھ کر آپ کی طرف دیکھتا تو منہ پھیر لیتے" حضرت کعب کہتے ہیں کہ جب مسلمانوں کی ترش روئی نے طول کھینچا تو ایک دن میں اپنے چچازاد بھائی قتادہ کی دیوار پر چڑھ گیا، وہ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھے، میں نے ان کو سلام کیا لیکن اللہ کی قسم! انہوں نے مجھے جواب نہ دیا۔ میں نے کہا: اے ابو قتادہ! میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں؟ وہ خاموش رہے۔ میں نے پھر قسم دے کر پوچھا، وہ پھر خاموش رہے، میں نے پھر قسم دے کر پوچھا، وہ پھر خاموش رہے۔ میں نے پھر قسم دے کر پوچھا تو کہا دل اپنی جگہ سے ہل جائیں پھر وہ ان پر رجوع برحمت ہوا، بے شک وہ ان پر نہایت مہربان بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ اور (اللہ رجوع برحمت ہوا) ان تین پر (بھی) جو موخر رکھے گئے تھے یہاں تک کہ زمین اپنی فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں (بھی) ان پر تنگ ہو گئیں اور انہوں نے یقین کر لیا، کوئی پناہ نہیں اللہ سے مگر اسی کی طرف، پھر ان پر رجوع برحمت ہوا تاکہ وہ تائب (ہی) رہیں بے شک اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

جس رات کو یہ وحی نازل ہوئی، اس رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوجہ مطہرات حضرت ام سلمہ کے ہاں تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے حق میں بہت اچھی تھیں، وہ اکثر ان کے حق میں سفارش کرتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "کعب کی توبہ قبول ہو گئی" یہ سنتے ہی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: "کیا میں ان کے پاس کسی آدمی کو بھیج دوں جو انہیں خوشخبری سنائے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگوں کا اژدھام ہو جائے گا اور پھر تمہیں کوئی سونے بھی نہ دے گا" صبح کو نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اطلاع دی کہ ان تینوں پر اللہ کی مہربانی ہو گئی (ان کی توبہ قبول ہو گئی) یہ خوشخبری سن کر لوگ جوق در جوق ان تینوں کے ہاں بشارت دینے کے لئے روانہ ہوا۔

وہ بلند آواز سے بشارت دیتا چلا جا رہا تھا۔ قبیلہ اسلم کا ایک شخص دوڑ کر کوہ سلع پر چڑھ گیا اور بلند آواز سے کہنے لگا: "اے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ! تمہیں مبارک ہو" اس شخص کی آواز گھوڑے سے زیادہ تیز تھی۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ اس وقت فجر کی نماز پڑھ کر اپنے گھر کی چھت پر بیٹھے

ہوئے تھے، ان کی وہی حالت تھی جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان کی ہے۔ انہیں اپنی زندگی بار (بوجھ) معلوم ہوتی تھی، زمین باوجود فراخی کے ان پر تنگ ہو چکی تھی۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کوہ سلع سے آنے والی آواز سنی تو سمجھ گئے کہ ان کی توبہ قبول ہو گئی۔ اور تنگی دور ہو گئی۔ فوراً سجدہ میں گر پڑے (اور اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا) اتنے میں لوگ ان کے پاس آنے شروع ہو گئے۔ جب وہ شخص جس نے کوہ سلع پر چڑھ کر بشارت دی تھی۔ ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے اپنے کپڑے اتار کر اسے دے دیئے۔ اس روز ان کے پاس ان کپڑوں کے علاوہ اور کپڑے نہیں تھے۔ لہٰذا انہوں نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے عاریتاً کپڑے مانگ کر پہنے۔ کپڑے پہن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں لوگ جوق در جوق انہیں ملتے اور انہیں توبہ قبول ہونے پر مبارکباد دیتے۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں طرف آدمی بیٹھے ہوئے ہیں۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب کو آتے دیکھا تو فوراً ان کی طرف بڑھے، مصافحہ کیا اور قبولیت توبہ کی مبارکباد دی۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ مہاجرین میں سے اور کوئی نہ تھا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں ان کے احسان کو عمر بھر نہ بھولوں گا۔ الغرض حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پر سرور اور ہنس مکھ چہرے سے فرمایا: ''تمہیں بشارت ہو کہ پیدائش سے لے کر اب تک اس سے بہتر دن تمہارے لئے کوئی نہیں گزرا'' حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یہ بشارت آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش معلوم ہوتے تھے۔ اور جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کہ وہ چاند کا ٹکڑا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اس کیفیت کو پہچان لیا کرتے تھے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''میں چاہتا ہوں کہ اپنی توبہ کی قبولیت کے شکریہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت'' اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہے۔

یہ سن کر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور میں ان کے پاس سے چلا آیا'' ایک دن حضرت کعب رضی اللہ عنہ بازار میں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ شام کا ایک نبطی نصرانی شخص جو غلہ بیچنے آیا تھا، انہیں ڈھونڈتا پھر رہا ہے لیکن کسی شخص نے ان کا نام لے کر نہیں بتایا، جس کسی نے بھی بتایا، اشارہ سے بتایا، آخر کار وہ شخص حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا، وہ بادشاہ غسان کا ایک خط لایا تھا، اس خط میں بادشاہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو یہ لکھا تھا: ہم نے سنا ہے کہ تمہارے دوست نے تم پر ظلم کیا ہے، اللہ نے تمہیں ذلت کی جگہ اور حق تلفی کے مقام میں رہنے کے لئے پیدا نہیں کیا، تم ہمارے پاس چلے آؤ، ہم بڑی خاطر سے پیش آئیں گے۔

خط پڑھ کر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہے، انہوں نے فوراً اس خط کو جلا دیا، وہ کہتے ہیں کہ مجھے سب سے بڑا غم اس بات کا تھا کہ کہیں میں اسی حال میں نہ مر جاؤں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں یا کہیں ایسا نہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اسی حال میں چھوڑ جائیں تو کوئی بھی میرے جنازہ کی نماز نہ پڑھے۔ جب مقاطعہ

کو چالیس دن گزر گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی بھیجا۔ اس آدمی نے حضرت کعب سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی کو علیحدہ کر دو۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''کیا طلاق دے دوں اور اگر طلاق نہ دوں تو پھر کیا کروں؟'' اس آدمی نے کہا: ''بس خلط ملط اور تعلقات زوجیت نہ رکھو'' حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا: ''تم اپنے گھر چلی جاؤ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حکم ہے اور وہیں رہو جب تک اللہ کی طرف سے کوئی دوسرا حکم نہ ملے'' یہی حکم حضرت مرارہ رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھی دیا گیا۔ حضرت بلال کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: ''میرا شوہر نہایت ضعیف ہے، اس کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں، کیا میں اس کی خدمت کر سکتی ہوں، کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو برا سمجھتے ہیں؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں، بس تعلقات زوجیت نہ رکھ'' انہوں نے کہا: ''اللہ کی قسم! جس روز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عتاب ہوا ہے وہ سوائے رونے کے اور کچھ کرتے ہی نہیں'' حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے ان کے گھر والوں نے (کنایتاً) کہا کہ ان کی بیوی بھی اگر اس طرح اجازت لے لیتیں تو اچھا ہوتا۔ حضرت کعب نے کہا: ''اللہ کی قسم! میں کبھی اجازت نہ لوں گا، اگر میں اجازت کے لئے عرض کروں تو معلوم نہیں رسول اللہ کیا فرمائیں، میں جوان آدمی ہوں'' (میرے لئے اجازت لینے کا کوئی معقول عذر نہیں ہے) بیویوں سے علیحدہ رہنے کے حکم کے بعد دس راتیں اور اسی طرح گزر گئیں، پچاسویں رات دو تہائی گزر چکی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی۔

((لَّقَد تَّابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِن بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿﴾ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿﴾))
(52)

''بے شک اللہ رجوع برحمت ہوا نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر، جو نبی کے رہے سختی کی گھڑی میں اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے میں (اپنا مال) پیش کر دوں'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کچھ اپنے لئے رہنے دو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے'' حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: ''جو حصہ مجھے خیبر میں ملا تھا اسے اپنے لئے رکھ کر باقی خیرات کرتا ہوں'' اس کے بعد انہوں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! میرے سچ کی ہی وجہ سے اللہ نے مجھے نجات دی، لہٰذا آج سے میں عہد کرتا ہوں کہ کبھی جھوٹ نہیں بولوں گا اور اللہ کی قسم! میں کسی ایسے مسلمان کو نہیں جانتا کہ صدق کی وجہ سے اللہ نے اس کی آزمائش میری آزمائش سے بہتر طریق پر کی ہو۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ (اس واقعہ کے کافی عرصہ بعد) کہا کرتے تھے کہ ''اس وقت سے اب تک میں نے کبھی جھوٹ بولنے کا ارادہ نہیں کیا۔ اور آئندہ بھی اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ اللہ مجھے جھوٹ سے بچائے گا۔ اللہ کی قسم! جب سے اللہ نے مجھے اسلام کی ہدایت دی۔ اس وقت سے اب تک کبھی مجھے اس صدق سے بہتر کوئی نعمت نہیں ملی (جس صدق سے میں نے جنگ تبوک میں شریک نہ ہونے کے سلسلہ میں کام لیا اور رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹ بول کر ہلاک نہیں ہوا، جس طرح منافقین جھوٹ بول کر ہلاک ہوئے" (53) تبوک سے واپسی کے وقت مدینہ منورہ کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ انصار کے بہترین خاندان بنو نجار، پھر بنو عبد الاشہل، پھر بنو حارث، پھر بنو ساعدہ ہیں" حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ جب اس حدیث کو بیان کرتے تو فرماتے: "کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط بیانی کروں گا؟ اگر میں جھوٹا ہوتا تو سب سے پہلے اپنے خاندان بنو ساعدہ کا نام لیتا" حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بھی اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ انہیں جب یہ خبر پہنچی کہ ان کے خاندان کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے آخر میں فرمایا تو انہیں بہت دکھ ہوا۔ کہنے لگے: "ہم چاروں خاندانوں کے اخیر میں رہے" یہ کہہ کر انہوں نے کہا: "میرے لئے گدھے پر زین کسو، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤں گا" ان کے بھتیجے حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات رد کرنے جارہے ہو؟ ان کی قوم اور لوگوں نے بھی کہا: بیٹھ جاؤ، کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے گھرانے کو چار بہترین گھرانوں میں شمار کیا اور جن گھرانوں کا نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں لیا وہ ان گھرانوں سے جن کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لیا، کہیں زیادہ ہیں۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں (کہ کون کس مقام پر ہے) کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں کہ تم چوتھے نمبر پر ہو؟" یہ سن کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے سے رُک گئے اور زین کھولنے کا حکم دیا اور کہا: "اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں" (54) پھر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تو عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے گھرانوں کی فضیلت بتائی تو ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے آخر میں کر دیا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں کہ تم بہترین خاندانوں میں سے ہو۔" (55)

حواشی جنگ تبوک

1۔ رسول رحمت: ص 512

2۔ سورۃ التوبہ: آیت (8079) صحيح بخاري، كتاب التفسير، سورة التوبه

3۔ سورۃ التوبہ: آیت 38 تا 41

4۔ سورۃ التوبہ: آیت 42

5۔ سورۃ التوبہ: آیت 43 تا 45

6۔ سورۃ التوبہ: آیت 46

7۔ سورۃ التوبہ: آیت49

8۔ سورۃ التوبہ: آیت50

9۔ سورۃ التوبہ: آیت51، 52

10۔ سورۃ التوبہ: آیت53 تا55

11۔ سورۃ التوبہ: آیت56، 57

12۔ سورۃ التوبہ: آیت58، 59

13۔ سورۃ التوبہ: آیت60

14۔ سورۃ التوبہ: آیت61

15۔ سورۃ التوبہ: آیت62، 63

16۔ سورۃ التوبہ: آیت64 تا68

17۔ سورۃ التوبہ: آیت69، 70

18۔ سورۃ التوبہ: آیت71

19۔ سورۃ التوبہ: آیت73، 74

20۔ سورۃ التوبہ: آیت81

21۔ سورۃ التوبہ: آیت90

22۔ سورۃ التوبہ: آیت88

23۔ صحیح بخاري، کتاب المغازي، باب غزوۃ تبوك و صحیح مسلم، کتاب النذر عن ابي موسیٰ

بدر سے تبوک تک اور بیعت سقیفہ بنی ساعدہ

24۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب قدوم الأشعريين و كتاب الايمان

25۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة تبوك عن سعد و صحيح مسلم ، باب فضائل علي

26۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة تبوك 27۔ صحيح مسلم ، كتاب الزهد

28۔ صحيح مسلم ، كتاب الفضائل، باب في المعجزات

29۔ صحيح مسلم ، كتاب الفضائل، باب في المعجزات عن معاذ

30۔ صحيح بخاري، كتاب الزكوة، باب خرص التمر و صحيح مسلم ، كتاب الفضائل، باب المعجزات عن ابي حميد
31۔ سورة آل عمران: آيت 7

32۔ صحيح مسلم ، كتاب العلم ، باب النهي عن متشابه القرآن عن عائشه

33۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة تبوك و صحيح مسلم ، كتاب التوبه، باب حديث توبه كعب بن مالك

34۔ صحيح مسلم ، كتاب التوبه، باب حديث توبه كعب بن مالك، عن كعب

35۔ صحيح مسلم ، كتاب الايمان، باب من لقي الله بالايمان وهو غير شاك عن ابي هريره رضي الله عنه

36۔ صحيح بخاري، كتاب المغازي و باب غزوة تبوك

37۔ صحيح بخاري، كتاب الخمس، باب ما يحذر من العذر عن عوف

تمت: بحمد الله ربنا تقبل منا

ابو عطاء المنعم بن الحاج خان بادشاه حظه الله ورعاه وجعل الجنة مثواه

4 جمادی الثانی ۔1447ھ ۔۔25 نومبر 2025 ۔۔یوم الثلثاء

مؤلف کے دیگر تالیفات

1۔ کتاب الحجامۃ پښتو ....۔ مطبوع(57)۔۔ سیرت ابراهیم خلیل اللہ علیه السلام

2۔ حوارات المسلم عربی .... مطبوع (58) مچھلی کے پیٹ میں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام

3۔ حوارات النسوۃ عربی .... مطبوع(59)۔۔۔۔۔ تاریخ اسلام جلد اول

4۔ حوارات ابناء الاسلام .... غیر مطبوع۔۔۔۔(59) تاریخ اسلام دوم

5۔ حوارات بنات الاسلام عربی ....۔۔۔ ۔۔مطبوع ۔۔ (60) بدر سے تبوک تک اور بیعت سقیفه بنی ساعدہ

6۔ حدیقۃ المسلم عربی .... غیر مطبوع

7۔ حدیقۃ النسوۃ عربی .... غیر مطبوع

8۔ تذکرۃ بیاد شیخ اردو .... مطبوع

9۔ اتحاد الامت پښتو......................غیر مطبوع

10۔ معارف الاحوال لاصلاح عمل الاطفال پښتو . مطبوع

11۔ اسان اصول فقه پښتو .... غیر مطبوع

12۔ لغۃ الاطفال عربی .... غیر مطبوع

13۔ میزان الصرف عربی ....۔۔ مطبوع

14۔ صرف بهائی عربی .... غیر مطبوع

15۔ مه غمژن کیګه .... غیر مطبوع

16۔ اسلامی نغمے پښتو .... غیر مطبوع

17۔ دعوت الی اللہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غیر مطبوع

18۔ روضۃ الاطفال۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مطبوع

بدر سے تبوک تک اور بیعت سقیفہ بنی ساعدہ

19۔پښتو ترجمہ اسان مونځ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مطبوع

20۔ماحکم المیراث فی الاسلام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مطبوع

21۔اَلْمُکَالَمَةُبَیْنَ یَدَیکَ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غیر مطبوع

22۔اسانہ طریقہ دقرآن مجید دحفظ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ غیر مطبوع

23۔علم القرآن ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غیر مطبوع

24۔اھل القرآن ورجال القرآن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ غیر مطبوع

25۔پرسکون گھرانہ اور حقوق نسواں۔۔۔۔۔۔۔۔ غیر مطبوع

26۔المکالمہ بین النساء ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غیر مطبوع

27۔ثلو یښت دعاګانی او ثلو یښت حدیثونہ ۔۔۔۔۔۔مطبوع

28۔عظمت قرآن بزبان قرآن ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غیر مطبوع

29۔الجرح والتعدیل وظوابط التحقیق والتخریج ۔۔۔۔۔غیر مطبوع

30۔اصول الحدیث فی حدیث الرسول ۔۔۔۔۔۔۔۔غیر مطبوع

31۔توحید باری تعالیٰ سے متعلقہ شکوک وشبہات کاازالہ۔ غیر مطبوع

32۔پښتو ترجمہ رہنمائے اساتذہ مطالعۂ قرآن حکیم ۔۔غیر مطبوع

33۔پښتو ترجمہ مطالعۂ قرآن حکیم جلد اول ۔۔غیر مطبوع

34۔پښتو ترجمہ مطالعۂ قرآن حکیم جلد دویم۔ غیر مطبوع

35۔پښتو ترجمہ خیرالاصول فی حدیث الرسول ۔۔۔۔مطبوع

36۔فتنوں مؤمن کا کردار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غیر مطبوع

بدر سے تبوک تک اور بیعت سقیفہ بنی ساعدہ

37۔نورالقرآن ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔**غیر مطبوع**

38۔فکری منصوبی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ **غیر مطبوع**

(39)اہل السنۃ والجماعۃ کا تصور سنت (1)

(40) جھنم کا بیان اور اللہ سے محبت کیوں اور کیسے

(41) اصول الفقہ فی علوم الفقہ

(42) مؤمن کی نماز اور طھارت کے مسائل واحکام

43)**نماز کا مسنون طریقہ اور اس کے احکام و مسائل**

(44)زکاۃ کے فرضیت اور فضائل واحکام

(45) حج کے فضائل واحکام حج وعمرہ

(46) روزہ کے حقیقت اور رمضان المبارک کے احکام و مسائل

(47) خواتین سے متعلق مخصوص احکام و مسائل

(48) نبی بحیثیت معلم اور بحیثیت والد

(49) نبی کی جامع سیرت اور اخلاق نبوی

(50)سیرتِ شیخین یعنی ابو بکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما

(51) سیرتِ ختنین یعنی عثمان غنی و علی المرتضٰی رضی اللہ عنہما

(52)سیرتِ حسنین یعنی حسن اور حسین رضی اللہ عنہما

(53) سیرتِ عظیم اہل بیت رضی اللہ عنھم اجمعین

(54) سیرتِ امیر معاویۃ رضی اللہ عنہ

(55) سیرتِ دفاعِ صحابۃ رضی اللہ عنھم

(56) سیرتِ جیش اسامۃ رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
1	پیش لفظ	2
2	جاہلی حسد	6
3	سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے متعلق قرآن میں اضافہ کرنے کا دعویٰ	7
4	اسلام میں نظام کے عدم وجود کی بدگمانی	8
5	مہاجرین اور حکومت کے لیے فرصت	12
6	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں گروہ بندی کی بدگمانی	13
7	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں گروہ بندی کی بدگمانی	16
8	خبر سقیفہ اور روایات صحیحہ	17
9	انصار کی اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت	20
10	خلافت کی عظیم الشان ذمہ داری	21
11	حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خلافت	22
12	خاتمہ اور نتائج	23
13	غزوہ بدر	25
14	حواشی غزوہ بدر	41
15	جنگ بنو نضیر	56

16	حواشی جنگ بنو نضیر	51
17	جنگ اُحد	53
18	حواشی جنگ اُحد	71
19	حادثہ رجیع	76
20	حواشی..... واقعہ بیئر معونہ	78
21	حواشی... غزوہ بنو مصطلق	79
22	حواشی غزوہ بنو مصطلق	82

23	منافقین کی بد حواسی اور خواہش	91
24	حواشی غزوہ خندق	94
25	فتح مبین ذی القعدہ سنہ 6ھ	97
26	حواشی فتح مبین	113
27	غزوہ خیبر خیبر	114
28	حواشی غزوہ خیبر	125
29	حواشی جنگ موتہ	30

30	فتح مکہ صلح	131
31	حواشی فتح مکہ	142

32	حواشی جنگ حنین	151
33	جنگ اوطاس	152
34	حواشی جنگ اوطاس	153
35	حواشی جنگ طائف	157
36	غزوہ تبوک	159

37	حواشی جنگ تبوک	178
38	مؤلف کے دیگر تالیفات	181
39	فہرست	183